مسیحی

امرتسر

نمبر دوم — فروری ۱۸۹۶ء

فہرست مضامین

مشن پریس لودیانہ

مسیحی

چاروں طرف سے احباب پوچھ رہے ہیں کہ مسیحی کون ہے؟ ہم صرف اتنا بتانا چاہتے ہیں کہ مسیحی کا کسی مشنری یا خاص مشن سے کچھ بھی تعلق نہیں اسکے کارکن سب دیسی مسیحی ہیں خدا کے فضل سے مسیحی ثابت کریگا کہ وہ دیسی مسیحیوں کی مدد کا کہاں تک حقدار ہے۔

تمام مضامین بنام ایڈیٹر و دیگر خط و کتابت بنام مینیجر مسیحی امرتسر ہونی چاہیے۔

قیمت سالیانہ

ایک روپیہ آٹھ آنہ

خداوند میں خوش رہو۔ پھر کہتا ہوں خوش رہو۔ (فلپیوں ۴ - ۴) اُس نے ہمارے
کمزور ایمان کی اُمیدوں سے بہت زیادہ ہماری دعاؤں کا جواب دیا۔ کونونشن
میں بیشک اس کا روح کام کرتا تھا۔ یہ جلسہ بڑی برکت کا وسیلہ ٹھہرا۔
بہتوں نے خاص خاص برکتیں حاصل کیں۔ کئی ایک نے پہلی ہی مرتبہ مسیح کو اپنا ذاتی نجات دہندہ مانا۔
بعضوں نے دلی محبت سے خدا کے کام کے لئے اپنی زندگیاں نذر کیں۔ ہاں بہتیرے قوت سے قوت کی
ن گئے "خداوند میں ہمیشہ خوش رہو۔ پھر کہتا ہوں خوش رہو۔

کونونشن ۲۳ کی شام سے ۲۶ جنوری کی شام تک رہی۔ باقاعدہ آنے والوں کی تعدا
د ۲۰۰ سے کچھ اوپر تھی۔ اُن میں سے ۷۵ طالب علم ۹ مختلف مدرسوں کے تھے۔ ۲۵ اُستاد ۱۶ مدرسوں کے
مختلف سوسائٹیوں کے ۶۰ مشنری جو مختلف جگہوں سے آئے تھے۔ انکے علاوہ پچاس ڈیلی گیٹ
ورتھے۔

ناظرین کو معلوم ہو کہ تمام کارروائی انگریزی میں ہوئی تھی۔ اس لئے زیادہ تر انگریزی خوان صاحبان
ہی مستفید ہو سکے۔ ہمارے خیال میں ان دنوں انڈین چرچ میں ریوائیول کی بڑی ضرورت ہے اس لئے بڑا
ہی اچھا ہو کہ ایک کونونشن بزبان اردو کیا جائے۔ شاید امرتسر اس مبارک جلسہ کے لئے بہتر مقام
ہوگا۔ چرچ کونسل کا انعقاد ماہ مارچ میں ہے۔ انہی دنوں میں کونونشن بھی ہو سکتا ہے
بلکہ خداوند اپنے کس بندے کو اس مبارک کام کی سرانجام دہی کے لئے کھڑا کرے۔

نیٹو کرسچین ایسوسی ایشن پنجاب نے ۹۵-۱۸۹۴ء میں ۶ وظیفے جن کا کل خرچ ۶۷ روپیہ ماہواری تھا

دیسی مسیحیوں کا فرض ہے کہ اِس ایسوسی ایشن کی مدد کریں۔

دُعا۔ کیا ہے۔ گویا اندیکھے اور قدوس خدا سے رفاقت حاصل کرنا۔ ابدی دُنیا کی قوتیں اسی سے ملتی ہیں سچے مذہب کا یہہ خلاصہ اور لب لباب ہے۔ یہہ وہ نہر ہے جسکے ذریعہ سے ایماندار کو تمام برکتیں پہنچتی ہیں۔ ہاں۔ زندگی اور قوت کا بھید یہی ہے۔ نہ صرف ہمارے اپنے لئے بلکہ اوروں کے لئے کلیسیا کے لئے۔ دُنیا کے لئے۔ خدا نے صرف دُعا ہی کو یہہ منصب دیا ہے کہ خدا اور اُسکی قوت پر قابو پائے۔ وعدہ اپنے پورے ہونے۔ بادشاہت اپنے آنے اور خدا کا جلال اپنے کامل مکاشفہ کے لئے دُعا ہی کے منتظر رہتے ہیں۔

دُعا کے مضمون پر دو مختلف خیال ہماری نظر سے گذرے ہیں ہیمپسٹڈ مشن ہوس۔ لندن کی ایک سہ پہری میٹنگ میں ایک صاحب نے کہا۔ "کوئی شخص گا ہے گا ہے دُعا نہیں مانگ سکتا جب تک وہ ہمیشہ دُعا مانگتا نہ رہے۔ وہ بالکل ہی دُعا نہیں مانگتا۔ دوسرا خیال **اکٹن فیلڈ** صاحب کی ایک چٹھی میں پایا جاتا ہے جو اُسنے ایک دوست کے نام ہے جسکی سخت بیماری سے صحت کے لئے اُسنے دعا مانگی تھی اُسنے اپنے دوست کو یوں لکھا۔ "میں ایسا شاذ و نادر دُعا مانگتا ہوں کہ جب کبھی میں مانگوں تو خدا جانتا ہے کہ بڑی سرگرمی سے مانگتا ہوں۔ چھوٹی چھوٹی چیزوں کے لئے میں اُسے تکلیف نہیں دیتا۔ میں نے اپنے گنہگار گھٹنے ٹیک کر خدا سے دُعا کی اور اُسنے جواب میں کہا کہ اچھا اور اب تمہیں صحت ہوگی۔"

اِن دونوں خیالوں میں صرف ظاہری ہی فرق معلوم ہوتا ہے۔ پہلے خیال میں دُعا کی سچی تھیوری پیش کی گئی ہے۔ دوسرے کا عمل اِس تھیوری (رائے) کے خلاف نہیں۔ فیلڈ صاحب ایک سچا روحانی مسیحی تھا۔ وہ اپنے مالک کے ساتھ دُعا ہی میں زندگی بسر کرتا تھا۔ اگر اُسکی زندگی ایسی نہ ہوتی۔ تو جو کچھ اُس نے کیا وہ ہرگز اُسے کرنے کے قابل نہ ہوتا۔ سوائے دُعا کرنیوالے شخص کے کوئی اور نہیں جانتا کہ دُعا کا جواب پانا کیا ہے جواب ملتا کب ہے۔ ہاں دُعا کا جواب کیسے کیسے ہیں۔ روحانی آدمی ہمیشہ خدا کی پہچان میں زندگی بسر کرتا ہے۔ خدا ہی کے حضور میں رہتا ہے۔ آیا وہ خاص درخواستیں لیکر خاص طور پر اُسکے حضور آتا ہے کہ نہیں۔ یہہ اُسکی طبیعت۔ مذہبی تعلیم۔ اردگرد کی چیزوں اور واقعات پر منحصر ہے۔ دُعا میں ایک ایسی حقیقت اور زندگی ہے۔ کہ وہ اور زندہ چیزوں کی طرح لاکھوں صورتوں میں بڑھتی ہے جو سب دُعا ہی ہیں

دیسی مسیحی مشن میں ملازمت کیوں پسند نہیں کرتے

جناب بشپ صاحب لاہور کی سہ سالہ سنڈ پر جو بمقام لاہور ۲ سے ۵ نومبر ۱۸۹۶ء تک منعقد ہوئی بہت سے عملی و کارآمد امور پر بحث کی گئی۔ ازاں جملہ عنوان مندرجہ بالا پر چند عمدہ مضامین پڑھے گئے۔ اور تقریریں کی گئیں ہماری آرزو تھی کہ اپنے اردو خوان برادران کی خاطر انکا ترجمہ کرتے لیکن فی الحال انکے اختصار پر اکتفا کرتے ہیں۔ اور یقین کرتے ہیں کہ اگرچہ کوئی نتیجہ اس بحث سے فوراً ظہور میں نہیں آیا تو بھی پڑھنے کی خیالات کا ایسا خزانہ جمع کیا گیا ہے جو آئندہ ضرور کارآمد ہوگا

ڈاکٹر دنیا صاحب نے مندرجہ بالا سوال کا جواب بلحاظ عملی و ادنیٰ مشنری ملازمت کے دیا۔ اور اپنے مشاہدہ اور معلومات سے مندرجہ ذیل رائے قائم کی۔

اولاً انگریزی سوسائٹیاں ہندوستانی مسیحیوں کو اعلیٰ درجہ کی ملازمت بوجوہات ذیل دینا پسند نہیں کرتیں۔

ا۔ انگلستان کی کلیسیا انکی نظر میں ہندوستانیوں کا مشنری کہلانا۔ برعکس نہند نام زنگی کافور کا مصداق ہے۔ انکو ہندوستانی مشنریوں کے معاملات میں چنداں دلچسپی نہیں ہو سکتی۔

ب ہندوستانیوں کو انگریز مشنریوں کا ہمپایہ کرنا انکو سراسر فضول خرچی کا عادی بنانا ہے۔ کیونکہ انگریز مشنریوں کا طریق معاشرت ہندوستانیوں کے لئے موزون نہیں۔

ج۔ بعض ہندوستانیوں کو مشنری عہدہ پر ممتاز کرنا باقی مشن کے ملازموں کے لئے دلی رنجش اور حسد کا باعث ہوگا

د۔ انتظامی معاملات میں ہندوستانیوں کو دخل نہیں دینا چاہئے۔ مبادا کوئی ایسا وقت آئے جب وہ سوسائٹی کے اعلیٰ ملازموں پر کثرت رائے سے غالب آکر اپنی مرضی کے مالک بن بیٹھیں۔

ثانیاً مشن کی ادنیٰ ملازمت میں ضرورت سے زیادہ مسیحی بھرے پڑے ہیں لیکن چونکہ انگریز ولکی تقلید پر

ہمارے اخراجات بھی بڑھ رہے ہیں اس لئے ضرور ہے کہ خوگیر کی بھرتی کے بجائے چند ... مشن میں مقرر کیجائیں جنکی تنخواہ معقول ہو اور انکے لئے لائق مسیحی منتخب کئے جائیں جنکو اعلیٰ مشنری محکمہ میں اپیل کرنے کا استحقاق حاصل ہو۔ ثالثاً ہندوستانی مسیحی اب تک اس قابل نہیں ہوئے کہ انگریزی سوسائٹی کے نمونہ پر ایک ہندوستانی سوسائٹی قائم کریں۔ کیونکہ اول تو ہندوستانی کلیسیا اب تک بچپن کی حالت میں ہے۔ دوئم اسکی تعداد کم ہے اور سوئم اُنکے پاس اسقدر زر بھی موجود نہیں۔

مسٹر اے سی گھوش نے ایک فصیح اور پُرزور تقریر میں فرمایا کہ جب ہندوستانی مسیحیوں نے صدیوں کی غیر ... سے اپنے تئیں آزاد پایا۔ تو یہہ عین زمانہ کی رفتار کے مطابق ہے کہ جیسے اُن مدارج اور فوائد کو حاصل کریں جو پیشتر انکی گرفت سے بالا تھے اس لئے مشنری صاحبان کو لازم ہے کہ فی الحال تعلیم یافتہ مسیحیوں سے مشن کی ملازمت کی حد سے زیادہ توقع نہ رکھیں کیونکہ وہ وقت آئیگا جب ہندوستانی مسیحی اپنی موجودہ حالت پر قانع نہ رہینگے۔ وہ خود اپنے تجربہ سے معلوم کرینگے کہ مسیحی دین اُنکے لئے کیسی برکت کا باعث ہوا ہے۔ تب اپنے آقا کی آواز کو سنکر صلیبی جھنڈے کے تلے فراہم ہونگے اور ہندوستان کو فتح کرینگے۔

بعد ازاں آپ نے دھیمی ہوئی زبان سے فرمایا کہ مندرجہ بالا سوال کے جواب میں یہہ بات بھی قابل لحاظ ہے کہ انگریزی مشنریوں اور ہندوستانی مسیحیوں میں ارتباط کا رشتہ خاطر خواہ قائم نہیں ہوا۔ ہماری تعدادی ترقی کے ساتھ ہمارے دینی بزرگواروں کے ساتھ محبت کا تعلق قائم نہیں۔ اگر مشنری صاحبان اور ہمارے درمیان یہہ اتحاد موجود ہوتا تو ہم اُنکے دست راست غلام ہوتے اسی ضمن میں یہہ بھی قابل غور ہے کہ مشنری صاحبان کی تبدیل حالت معمولی ہندوستانی مسیحیوں سے ایسی بڑھکر ہے کہ طرفین ایک دوسرے سے کما حقہ تعارف پیدا نہیں کرسکتے۔ انجام یہہ ہوتا ہے کہ غلط فہمیوں سے ہر دو میں شکر رنجیاں پیدا ہو جاتی ہیں ایسے حال میں مشنری صاحبوں کو صبر کرنا ہے۔ انکو چاہئے کہ ہندوستانی مسیحیوں کے ساتھ زیادہ میل و محبت کا برتاؤ کریں اور اپنے آپ کو گویا ہندوستانی بنائیں۔

دہلی کے پادری آلنٹ صاحب نے فرمایا کہ اگر تعلیم یافتہ ہندوستانی مسیحی مشن میں داخل نہیں ہوتے تو اسکا الزام یورپین مشنری صاحبان اور ہندوستانیوں پر عاید ہوتا ہے۔ اور جیسا مسٹر گھوش کی تقریر کا خلاصہ تھا صاحب موصوف نے بھی اسی پر زور دیا کہ صبر درکار ہے۔

ر ہو رکے پادری زید۔۔ صاحب نے ایک نہایت لاجواب تقریر میں فرمایا کہ اس سوال کا جواب اول تو یہ ہے کہ یہ تنخواہ کی پروردگاری کا انتظام ہے کہ اکثر ہندوستانی مسیحی مشن میں ملازم ہوں بھی اسے میں تمام تو خرچ آمدنی جو ہو کا مشن میں داخل ہونا بڑے فوں کی علامت ہے کیونکہ اگر سب انگلستان کے بست گن دن تو یہ انو بہر طور ۔۔ سکیں گے۔ پھر آپ نے فرمایا کہ پنجاب میں ہندوستانی مسیحیوں کی تعداد قریب ۲۰۰۰۰۰ کے ہے اور اگر انگلستان کی آبادی کے حساب سے ان میں سے انتخاب کیا جاتا تو اس تعداد میں سے بہت تھوڑے لوگ نکلیں گے جو سال بسال دینی خدمت کرنے کے لئے ۔۔۔ فرشتہ ہو اور بہت سا کام آنریری اشخاص کے ذریعہ سے کیا جاتا ہے۔ یہی آنریری کارندے ہیں جنکی تعداد میں ہندوستان بہت پیچھے رہا ہوا ہے۔ لیکن غیر ممالک کے مشنری صاحبان ہمیشہ اس ملک میں نہیں رہ سکتے اس لئے یہ بھی ضرور ہے کہ ہندوستانی بتدریج اُن کے ساتھ ہو کر کام شروع کریں ایسے کارندے شاید سکے نہیں مل سکتے کہ ہماری توجہ خصوصاً پنجاب میں مشن سکولوں کی طرف رہی ہے۔

پھر عہدہ اور تنخواہ کی نسبت جو عذر پیش کیا جاتا ہے۔ اول الذکر کی نسبت صاحب موصوف نے فرمایا کہ فی الحال وہ وقت نہیں آیا کہ یورپین مشنری ہندوستانی مشنوں سے دست بردار ہو جائیں لیکن تو بھی یہ انتظام ہو سکتا ہے کہ کوئی تجربہ کار ہندوستانی مشنری کسی جوان ناتجربہ کار یورپین کے ماتحت ملازم نہ ہو۔ اور اسکاٹلینڈ کی مانند اس طور پر ہو سکتا ہے کہ ڈیوسن بشپ صاحب کے ماتحت لوکل بشپ مقرر کئے جائیں۔ اور آہستہ آہستہ ہندوستانی بشپ جا بجا خود اپنی کلیسیاؤں کا انتظام اپنے ہاتھ میں لیں باقی رہا تنخواہ کا جھگڑا سو وہ مطابق حالات کے طے ہونا چاہئے۔ بہر صورت ملازمین پر زیادہ صرف کرنا نہیں چاہئے مبادا کچھ عرصہ کے بعد پنجابی لوگ خود اپنی جماعتوں کو پرورش کرنے لگیں تو اخراجات برداشت نہ کر سکیں۔ آخر میں آپ نے وہ الفاظ فرمائے جو گویا کل تقریر کا خلاصہ ہیں جنکو ہم درج کر کے اسوقت اس مضمون کو ختم کرتے ہیں کیا تعلیم یافتہ مسیحیوں کو مشن میں داخل کرنے پر حد سے زیادہ زور نہیں دیا جاتا؟ اس زمانہ کے خیالات کے رو سے رسولوں میں سے بہتیرے اسی بنا پر رد کئے جاتے کہ وہ تعلیم یافتہ نہیں مجھے کسی یورپین یا ہندوستانی شخص کو مشنری بننے کی ترغیب دینے میں سخت تامل ہے۔ **بلاہٹ خدا کی طرف سے آنی چاہئے** ان الفاظ کو ہم نے نسخ میں لکھا ہے وہ آب زر سے لکھے جانے کے قابل ہیں جب خدا کی روح بہتات سے نازل ہوگی تو ہندوستانیوں میں ایسے آدمیوں کی کمی نہ ہوگی جو خوشی سے مسیح کی خاطر دنیاوی عزت کو چھوڑ کر اس خدمت کو تیار ہونگے۔

انسان میں ایک طبعی خواہش موجود ہے کہ گاہ بگاہ اپنے ہمجنس انسانوں کے ساتھ اتحاد و ارتباط کے سلسلہ کو
زندہ اور قائم رکھے۔ کیونکہ کچھ عرصہ کے لئے اپنے روزمرہ کے کاروبار سے فارغ ہو کر اپنے دوستوں کے ساتھ
جائز خوشی منانا ہمارے دل کو تازگی بخشتا ہے۔ جب خدا نے بنی اسرائیل کو شریعت بخشی اس نے انکے لئے عیدیں
یا مذہبی میلے مقرر کرنا ضروری سمجھا۔ اور اگر غور دیکھا جائے تو ہر ایک میلے کا ذکر ہی نہ کسی صورت سے مذہب
سے متعلق ہوگا۔ لیکن ہم مسیحیوں کے لئے نہ وہ یہودی عیدیں رہیں اور نہ ہندو مسلمانوں کے میلوں میں شامل ہو سکتے ہیں
آخر انسانی طبیعت تو وہی ہے جو جائز خوشیاں طلب کرتی ہے۔ تو کیا ہم بابلی اسیروں کی طرح اپنی بربطیں بید
کے درختوں پر لٹکا دیں۔ کیا ہم باطل مذاہب کے ساتھ ایسی رسومات بھی ترک کر دیں جن کو ہم کو با اصطلاح و [illegible]
کلیسیا میں مروج کر سکتے ہیں۔ اصل میں مشکل بڑی بھاری یہ ہے کہ ہم اب تک مقدار میں بہت تھوڑے ہیں اور
ہماری سوسائٹی کی کوئی پختہ صورت نہیں نکلی۔ ہم نے شروع ہی سے بڑی غلطی کی ابتدا ہی میں ہم
کسی قدر مجبور و معذور بھی ہیں کہ ہم نے اپنے دینی ہادیوں کے ساتھ انہیں کا طرز معاشرت بھی اختیار کر لیا
اور یہ نہ سوچا کہ اس زمانہ کی ہوا ہم کو کس رخ اڑا لیجائیگی۔ غرض نہ تو ہم صاحب ملک ہی بنے اور نہ اپنے
دیس کے رہے۔ ہم اپنی ملکی بیہودگیاں ترک کرتے کرتے بہت سی خوبیاں اور عمدہ رسمیں بھی ہاتھ سے دے بیٹھے
غور کا مقام ہے کہ ہم میں بیاہ شادی کی رسوم کیا ہیں۔ تکفین و تدفین ہم کس طرز پر کرتے ہیں۔ خیر یہ تو لمبا جھگڑا
ہے۔ ہم اسوقت خصوصاً میلوں کا ذکر کرنا چاہتے ہیں۔ عموماً غیر مسیحیوں کے میلوں میں ہر قسم کی برائی اور بد [illegible]
اس درجہ تک نمایاں ہوتی ہے کہ کسی معمولی بااخلاق آدمی کے لئے ایسے میلوں میں جانا ہر طرح قابل اعتراض
اس حال میں مسیحیوں کو کیا کرنا لازم ہے۔ اگر وہ اپنے ملکی میلوں کو درست نہیں کر سکتے تو ضرور ہے کہ وہ اپنے
پاکیزہ قسم کے میلے مقرر کریں۔ ایسے میلوں کی ضرورت ہماری کلیسیاؤں میں جابجا محسوس ہو رہی ہے اور
دیکھ کر کمال خوشی حاصل ہوتی ہے کہ ممالک مغربی و شمالی کی کلیسیاؤں میں اس ضرورت کو رفع کرنے کی کوشش
کیجا رہی ہے۔ مسیحی لوگ دور دور سے جمع ہوتے ہیں۔ پاکیزہ محفلوں میں آسمانی سرود کی آوازیں گونجتی

روحانی جوش دلوں میں پیدا ہوتے ہیں۔ بعض مقامات میں کھیل کود اور تفریح کا سامان بھی مہیا کیا جاتا ہے۔ ہندوستانی کلیسیا کے ممبروں کو اپنے پاؤں پر کھڑے ہونے کی تحریک کی جاتی ہے اور حسب حیثیت چندے جمع کئے جاتے ہیں۔ غرض بہر صورت ان میلوں کو دلچسپ اور فائدہ بخش بنانے کی طرف توجہ ہو رہی ہے۔

ہمارے پنجاب میں بھی کبھی وہ دن ہوا کرتے تھے جب لاہور امرتسر میں مسیحی جمع ہو کر جوبلیاں منایا کرتے تھے۔ لیکن کیا یہ تعجب کی بات نہیں کہ تعدادی ترقی کے ساتھ ان میلوں کا انتظام ہونا متروک ہو گیا ہے۔ یا فقط لوکل میلوں کی صورت میں انکا بقایا موجود ہے۔ اسکا کیا باعث ہو سکتا ہے؟ ہماری سوسائٹی کے مختلف مدارج اسکے مانع ہیں؟ یا ہم اخراجات کے متحمل ہونے سے گریز کرتے ہیں؟ مسیحی بزرگان! کیا اب وہ زمانہ نہیں کہ جس میں ہماری یگانگت دنیا کے سامنے زیادہ نمایاں ہونی چاہیے؟ نہایت مناسب معلوم ہوتا ہے کہ بشرط ممکن پنجاب کے مسیحی ملکر بلا لحاظ فرقہ اور سوسائٹی کسی خاص مقام پر سال بسال جمع ہوں اور کوئی ایسا میلہ قائم کریں جس سے ثابت ہو کہ ہم سب مسیح میں ایک ہیں۔ ہندو مسلمانوں کے سامنے اس قسم کا پاکیزہ میلہ ایک نرالی بات ہوگی جس کا اثر زائل نہیں ہو سکتا۔ اور جب ہم اپنی جائز خوشیوں کے ذریعہ اپنے خداوند کا جلال ظاہر کر چکے ہیں تو خدا وہ دن جلد لائے جب ہم اپنے بادشاہ کی خوشی میں شامل ہوں۔ اور ایک ابدی میلہ میں مسرور رہیں گے۔

انجیل کی اشاعت

کلام خدا کو مجسم ہوئے قریباً دو ہزار برس گذر چکے ہیں۔ ہمارے خداوند نے ایک نہایت ہی چھوٹا اور حقیر گروہ اپنے پیچھے چھوڑا تھا۔ رسولوں کے اعمال کی کتاب سے معلوم ہوتا ہے کہ اس چھوٹے گروہ نے کتنی بڑی بڑی تکالیف اٹھائیں۔ پہلی مخالفت یہودیوں سے شروع ہوئی۔ مسیح کے رسول یہودیوں کے بھیڑیوں کے جنگل میں ایسے تھے جیسے ایک چھوٹی چڑیا باز کے پنجے میں ہوتی ہے۔ لیکن بھیڑیوں کو بخوبی معلوم تھا کہ مسیح کے شاگرد نہتے

جان اور یہی زندگی ہے۔ مسیح کے شاگردیکی کے لئے لڑتے اور تکالیف سہتے تھے۔ اور یہودی گو یہی دعویٰ رکھتے تھے۔ تاہم انکی تمام کوششوں اور محنتوں کا نتیجہ بدی کی صورت میں نمایاں ہوتا تھا کیونکہ یہودی لوگ سراسر خودغرض تھے مسیح کے شاگرد گو ہنوز کامل نہ تھے تاہم اُنپر خودغرضی کا الزام اُنکے دشمن بھی لگا نہ سکتے تھے۔ انکی زندگیوں پر مسیح کی صلیب نقش تھی۔ مسیح خداوند نے کلوری کے پہاڑ پر ثابت کر دکھایا تھا کہ آیندہ اگر کوئی شخص دنیا میں کامیاب ہونا چاہے تو اُس کے لئے ضرور ہے کہ میری طرح **مصلوب** ہوا اور پھر میری طرح میری طاقت سے زندہ ہوجائے یہہ سبق رسولوں نے خوب سیکھا تھا اور یہودیوں کے سرداروں نے اسکو سیکھنے سے مطلق انکار کیا تھا نتیجہ یہہ ہوا کہ ۷۰ ء کے قریب یہودیوں کی قومیت بڑی بےرحمی کے ساتھ جڑ سے منقطع کی گئی۔

اس اثنا میں کلیسیا اپنی کوششوں میں مصروف تھی۔ لیکن اور دقتیں سامنے آئیں۔ رومی سلطنت بہتوں کو جڑ سے اکھاڑ کر کلیسیا کے درپے ہوئی۔ تمام تاریخ کے پڑھنے والے دس بڑے شاہی ظلموں کا حال جانتے ہیں۔ لیکن اس آگ کے طوفان میں سے بھی کلیسیا کامیاب نکلی۔ اور ایک مسیحی بادشاہ قیصروں کے آبائی تخت پر جلوس فرما ہوا۔

جب بھی کلیسیا نے امن پایا تو شیطان نے اور قسم کی کوششیں شروع کیں۔ اندرونی بدعتوں کے باعث خونریزیاں اور فساد ہونے لگا۔ لیکن خدا نے ایسا انتظام کیا کہ اجماعی کونسلوں کے ذریعہ سے یہہ خرابی بھی دفع ہوئی۔

پھر **مڈل ایجز** کی تاریکی اور تعصب نے کلیسیا کا دامن پکڑا اور طرح طرح کی بدیاں کلیسیا میں اپنا گھر کر گئیں۔ لیکن سولھویں صدی میں بزرگ **لوتھر** نے اصلاح کا بیڑا اُٹھایا اور خدا نے اُس ایک کی کوششوں میں ایسی برکت دی کہ صاف صاف انجیلی مسائل اور کلیسیائی انتظام جابجا ظاہر ہونے لگے۔

خداوند نے وعدہ کیا تھا کہ جہنم کے دروازے میری کلیسیا کے خلاف کبھی کامیاب نہ ہونگے۔ آدمی اپنی کوتاہ نظری اور پست ہمتی کے باعث شاید کہے کہ یہہ وعدہ پورا نہیں ہوا۔ لیکن ایماندار ایمان کی آنکھوں سے دیکھکر مسیح کے وعدے کی سچائی کو پہچانتے ہیں۔

اب وہ دن ہے کہ مسیحی روشنی سیلاب اور طغیانی کی طرح دنیا کی سطح پر موج زن ہے۔ افریقہ میں مشنری بھرے پڑے ہیں چین سے شہیدوں کی خبر آتی ہے۔ بحرالکاہل اور بحر ہند کے جزائر چھوٹی چھوٹی کلیسیاؤں سے مالامال ہیں

ہم اِس وقت بائبل کے مسائل اور واقعات کے اُن عجیب روایات کو جن کے باعث کیرن قوم دنیا کی تمام تاریک اقوام کی نسبت بائبل کے قبول کرنے کے لئے زیادہ تیار تھی بیان کرنا ضرور نہیں سمجھتے لیکن مندرجہ ذیل عبارت سوقوالا نامی ایک امریکن اسسٹنٹ مشنری کے اڈریس میں سے اقتباس کرتے ہیں جو اُنہوں نے گورنر جنرل ہند کے حضور پیش کیا۔ موری پہلے کیرن لوگوں کا مُلکی حال اور اُن کے توقعات ایسے صاف صاف اُس میں بیان ہوئے ہیں کہ اگر کوئی ایسی بات بھی اُس میں درج ہو جو ہمارے نفس مضمون سے تعلق نہ رکھے تو بھی ہم سے اُس سے چشم پوشی کرنی ضرور ہے کہ اُسے ایک ایسے کیرن شخص نے خود بخود لکھا ہے جو کو تھا ہبو کے جنگلوں میں داخل ہونے کے وقت بالکل جاہل تھا۔

"خدا کی مہربانی سے میری قوم کو جو جنگل کے فرزند اور غریبی کی اولاد ہیں تیری قوم کا جو گورے اور اجنبی ہیں احسانمند ہونا چاہئے ہمیں تمہارا حکم بجا لانا چاہئے کیونکہ ان کیرن لوگوں یعنی مشرقی جنگل کے فرزندوں کے نہ سر ہیں اور نہ کان وہ غریب اور سرکش ہیں پراگندہ ہیں ہر طرف پانیوں کے چشموں کے پاس اور وادیوں میں منتشر ہو گئے ہیں۔ خواہ وہ سیام خواہ برہما کے بسنے والوں کے ہاتھ میں ہیں انہیں غلام بنا اور ہر طرح کی خدمت بجا لانی پڑتی ہے ...... بزرگوں نے کہا تھا کہ اے بیٹو اور پوتو کیرن لوگوں کا خدا نہیں چھوڑے گا۔ اس لئے اپنی نہایت مصیبت کے وقت اُنہوں نے دُعا کی اگر خدا ہمیں چھوڑے گا تو جلدی پھر لے ہم اور زیادہ دُکھوں کی برداشت نہیں کر سکتے ہائے خدا کہاں ہے؟

ماسوا اس کے کیرن لوگوں کو حاکموں کے حضور جانے کی بھی اجازت نہ تھی ...... اے حاکم بہادر کیرن لوگوں کے بزرگوں نے اپنی اولاد کو یوں نصیحت کی تھی کہ اے بچو اور پوتو اگر وہ ماجرا خشکی کے اوپر سے واقع ہو تو روئیو اور اگر تری پر سے تو ہنسیو۔ ہمارے ایام میں تو نہیں لیکن تمہارے ایام میں واقع ہوگا۔ اگر وہ پہلے تری پر سے آوے۔

نے بھیجا ہے۔ وہ تمہاری طرف دیکھنا چاہتے ہیں۔ ہم بہت ڈر رہے اس لیے پیچھے ہو گئے [illegible] ہمیں قتل کر دے گا یا زندہ رکھے گا۔ اور ہم نہایت اندیشناک تھے؟ ہم نے اندر جا کر تین شخصوں کو دیکھا۔ اور جب ہم اس شخص کے پاؤں چومنے جس نے ہمیں بلایا تھا جھک کر سلام کرنے لگے تو اس نے ہمیں کہا کہ کھڑے ہو جاؤ سو ہم کھڑے ہو گئے۔ بعدازاں جب وہ ہمیں ادھر اُدھر سے دیکھ بھال چکے تو ہمیں ایک ایک سرخ پگڑی دی اور میرے والدین کو پانچ روپے اور مجھے اور میرے بھائی کو ایک ایک روپیہ دے کر نوکر نے کہا کہ جاؤ اور روپے سے لو اور جا کر خوراک مول لو۔ ہم خوشی خوشی واپس آئے۔ کالے سپاہیوں نے بھی جو شہر کے پھاٹکوں کے محافظ تھے ہمیں آتے جاتے دیکھ کر کچھ نہ کہا فقط انہوں نے ہماری طرف نگاہ رکھی۔ پرچھما کے دربان اس قسم کے نہ ہوتے تھے۔ اگر انہیں کوئی کیرن عورت گذرتی نظر آتی تو اس کے پیچھے دوڑ کر اس پر جبر کرتے تھے۔ اور جو اشیا کیرن لوگ لاتے یا بیچتے تھے وہ ان سے جبراً چھین لیا کرتے تھے۔

تھوڑے ہی عرصے میں کیرن لوگوں پر واضح ہو گیا کہ یہ اجنبی لوگ برما کے لوگوں کی طرح بیہودہ نہیں ہیں اور اپنی مستورات کو ساتھ لے کر شہر میں آمد و رفت شروع کر دی پیشتر ازیں برچھما کے لوگوں کے ڈر کے مارے شہر کو نہیں آسکتی تھیں۔ اور انہوں نے کبھی دیکھا نہ تھا۔ علاوہ ازیں انگریز کے سپاہیوں کو صف [illegible] دیکھنا نہایت خوشگوار ہوتا تھا۔ [illegible] اور [illegible] لوگ بالخصوص عورتیں اور اطفال کو انہیں دیکھنے [illegible] اجنبیوں کی طرف دیکھو! دیکھو!! وہ انداز سے کھڑے ہوتے [illegible] انداز سے بیٹھتے انداز سے [illegible] انداز سے ہوتے۔ انداز سے رہتے انداز سے چلتے انداز سے آپس میں انداز سے بولتے اور انداز سے گفتگو کرتے ہیں اور اس نے یہ گیت بھی گایا تھا کہ

گورے اجنبی خدا کے فرزند   چمکدار سیاہ اور چمکدار سفید پوشاک پہنتے ہیں

گورے اجنبی خدا کے فرزند   چمکدار سیاہ اور چمکدار سرخ پوشاک پہنتے ہیں

ہم نے انہیں ایسا ہی دیکھا۔ وہ کالے اور گورے سپاہیوں کو ساتھ لائے اور چمکیلی پوشاک بعینہ اس نبی کے سخن کے مطابق تھی۔ ہم نے کبھی پیشتر گورے اجنبیوں کو نہیں دیکھا تھا مگر بزرگوں کی باتیں سنی تھیں کہ گورے اجنبی راست باز ہیں۔ قدیم زمانہ میں وہ خدا کی طرف سے ہادی تھے اس لیے خدا نے انہیں برکت

مشینی زندگی

موجودہ صدی کے ایک مشہور فلاسفر نے زندگی کی اندرونی طاقتوں کا تعلق بیرونی طاقتوں کے ساتھ قرار دیا ہے۔ خواہ اس تعریف کے کچھ ہی معنی ہوں لیکن یہ یقینی بات ہے کہ ہم سوائے اس تعلق کے جو روزمرہ ہمارے اور بیرونی عالم کے درمیان قائم ہے زندگی کی نسبت اور کچھ نہیں سمجھتے۔ بھلا غور تو کرو کہ ہماری زندگی کیونکر شروع ہوئی اور وہ کیونکر قائم رہتی ہے۔ اور جب ہم ایک قدم آگے بڑھ کر زندگی کی ماہیت کی نسبت ذرا خیال دوڑاتے ہیں تو ہم ایک بڑے گہرے سمندر میں جا پڑتے ہیں جہاں گویا زمین اپنا منہ پھاڑے ہوئے ہمیں نگلنے کو تیار ہے یا موجوں کے شور و تلاطم کے سوا اور کچھ نظر نہیں آتا۔ کسی فلاسفر سے جا کر اس کی بابت پوچھو۔ وہ سر ہلا کر شاید وہی جواب دیگا جس کو ہم اوپر پیش کر آئے ہیں۔ کسی دنیا کے معمولی آدمی سے دریافت کرو وہ زندگی کو کاروبار کی طاقت قرار دیگا۔ طبیب اسکو شاید گہرائی بجلی یا مقناطیسی طاقت سے منسوب کریگا۔ یا اُس طاقت کا نام جس سے ہم اپنے چاروں طرف کے نقصان پہنچانے والے خورد حیوانات کا مقابلہ کر سکتے ہیں۔ غرض ہر قسم کا آدمی اپنے اپنے خیال کے مطابق زندگی کی ماہیت واضح کرنے کی کوشش کریگا۔ اور جب ہم ہر ایک جواب سن چکے ہیں تو آخر اپنے آپ کو وہیں دیکھیں گے جہاں سے ہم نے شروع کیا تھا۔

نظام فطرت میں کئی قسم کی زندگی پائی جاتی ہے۔ اول نباتاتی زندگی ہے جس کے خواص پیدائش۔ نمو یا بڑھتی۔ عروج و زوال اور موت ہیں۔ دوئم حیوانی زندگی جس کے صفات بھی اسی کے مطابق ہیں۔ ہمارا مدعا نہیں کہ یہاں اِن ہر دو قسم کی زندہ اشیا کا مقابلہ کریں۔ لیکن بلحاظ زندگی کے جسقدر تفاوت بادی النظر میں ایک نباتاتی شے اور حیوان کے درمیان ہے واقعی ایسا نہیں ہے خصوصاً جوں جوں ہم ادنیٰ قسم کی نباتات اور حیوانات کا مقابلہ کرتے ہیں۔ اُسی قدر انکی مطابقت زیادہ معلوم ہوتی ہے حتیٰ کہ ہم ایسے خورد اشیا تک پہنچ جاتے ہیں جہاں اِن ہر دو قسم کی زندہ اشیا میں امتیاز محال بلکہ قریب ناممکن ہے۔ بہتوں کے لئے یہ حیرت کا باعث ہوگا کہ مدت مدید تک طبعیات

سے عالموں میں بیہ جھگڑا رہا کہ اسفنج (بادل) نباتات میں سے ہے یا حیوانات میں سے۔

یہاں تک ہم ظاہری مادّی عالم کے تصور میں رہے ہیں۔ ہمارا مدعا اس سے یہہ ہے کہ روحانی زندگی کی تفصیلات اور مشکلات مقابلہ سے ظاہر کریں۔ اگر کوئی ہم سے پوچھے کہ روحانی زندگی سے تمہاری کیا مراد ہے تو فوراً کسی ایسی تعریف کا پیش کرنا دشوار ہے جو حقیقت میں اپنی جہالت ہی الفاظ کے پردہ میں ملفوف نہ ہو۔ اکثر اوقات ہم کو تمثالوں یا تشبیہات سے روحانی باتوں کو واضح کرنا پڑتا ہے مثلاً جب کوئی دریافت کرتا ہے کہ مسیح بغیر باپ کے کیونکر پیدا ہو سکتا ہے تو سائل سے جواب میں اس قدر عرض کرنا کافی ہے کہ جناب فرمائیے آپ اپنی پیدائش کی نسبت کیا سمجھتے ہیں۔ یہہ جواب ایک طور سے منہ بند کرنے کے لئے کافی ہے اور ایک طور پر اس امر کا اقرار ہے کہ جس بات کو سائل نہیں سمجھتا وہ میرے قیاس سے بھی باہر ہے۔ غرض جس طرح ہم مادّی عالم میں زندگی کا انکار نہیں کر سکتے گو ہم اسکی ماہیت سے آگاہ نہ ہو سکے ہوں اسی طرح بلکہ بدرجہا اس سے بڑھکر ہم روحانی زندگی کو کسی لفظی تعریف سے واضح نہیں کر سکتے لیکن پھر بھی روحانی زندگی ایک حقیقت ہے جسکو وہی سمجھ سکتا ہے جو خود روحانی طور پر زندہ ہو۔ اس زندگی کا سب سے اعلیٰ ظہور مسیحی زندگی میں پایا جاتا ہے۔ جس وقت ہم علمی بحث اور دلائل کے جھگڑوں سے آزاد ہو کر آسمانی فضا میں پرواز کرتے ہیں تو ہم اس زندگی کی مبارک حالت کو قیاس میں لا سکتے ہیں۔ ہمارے اندرونی دریچے کھل جاتے ہیں اور ہماری روح میں آسمانی روشنی کی کرنیں پڑتی ہیں۔ تب جیسا ایک مشہور مصری عمارت کے کھنڈرات کی نسبت روایت ہے کہ جس وقت سورج کی شعاعیں صبح کے وقت اُس پر پڑتی تھیں۔ اُن میں سے ہر قسم کے دلکش نغمات کی سریں نکلنی شروع ہوتی تھیں اسی طرح ہماری روح سے خودبخود آسمانی سُرود کی شیریں آوازیں نکلتی ہیں۔ قریب دو ماہ کا عرصہ ہوا جب راقم مسیحی زندگی کی بابت سوچ رہا تھا یکایک سخت بخار نے آگھیرا۔ کئی روز تک ایسا بیہوشی کا عالم طاری رہا کہ بستر پر پڑے پڑے نہ دن کی سدھ بدھ ہی نہ رات کی خبر۔ غرض جب بخار فرو ہوا میرے احباب نے تھام کر مجھے باہر صحن میں لا بٹھایا۔ سورج کی دھوپ نے میری ضعیف طاقتوں کے بحال کرنے میں جادو کا کام کیا۔ اُس وقت میرے دل کے کان میں گویا کسی نے آواز دی کہ مسیحی زندگی کا راز اب سمجھ لے جب تو اپنی روح کو مسیح کے سامنے لا کر رکھ دیتا ہے تو اُس سے تازگی اور خوشی حاصل کرتا ہے۔

آج ہم اسی تمہید پر اکتفا کرتے ہیں اور انشاء اللہ آیندہ اس مبارک زندگی کی بابت کچھ اور لکھکر اسکے مختلف پہلوؤں پر غور کرینگے +

اللہ اکبر کہا کرے یہہ جواب دیکھکر وہ اپنے تئیں مسلمان کہنے لگا اور سب اہلکاروں کو حکم دیا کہ اللہ اکبر کہا کریں اور جسجگہ پر مسیحی عبادت ہوا کرتی تھی وہاں اب نمازیں ہونے لگیں۔

بیچارے اکیلے منسٹر بھی کوئی پرواہ نکرتا تھا۔ ٹھی بھی سکو مشکل سے ملتی تھی سکو پاس پیسا بہت کم تھا اور مدد فرصت کیلئے تھوڑی سی کوٹھیاں باقی تھیں۔

اِندنوں میں دو لڑکے تعلیم پانیکے لئے آیا کرتے تھے۔ ایک کا نام لوتا تھا اور دوسرے کا موکاسا۔ موکاسا نے مسلمانوں کے ساتھ نماز پڑھنے سے انکار کیا۔ اسکا نتیجہ یہہ ہوا کہ وہ دونوں گرفتار کئے گئے اور کے گانو میں بھیجدئے گئے

مسٹر میکے نے اپس آنے میتیسا نے خود انگلینڈ جانیکا ارادہ کیا۔ لیکن کچھہ عرصہ کے بعد اُسکا دماغ پھر گیا اور اُسنے منسٹر کو حکم دیا کہ جاکر میرے واسطے ملکہ وکٹوریہ کی ایک بیٹی لاؤ تاکہ میں اُس سے نکاح کروں

اندنوں میں ایک اور مصیبت پیدا ہوئی چند مسلمان شمال کی طرف سے آئے اور بادشاہ سے کہنے لگے کہ ہم دریافت کرکے آئے ہیں کہ مسٹر میکے ایک دیوانہ خونی ہے جو اپنے ملک سے بھاگکر یہاں پادری بنا ہوا ہے۔ اُسنے گرفتاریں ہوکے کئی برس میتیسا کے ایلچی انگلینڈ سے واپس آئے اور اُنکے ہمراہ مسٹر سٹوکس پادری اور فل ہٹی تھے یہہ لوگ مارچ ۱۸۸۱ء میں یوگنڈا پہنچے۔ مسٹر افل ہٹی قرآن سے کچھہ واقفیت رکھتے تھے۔ اور انکی وہ واقفیت یہاں کام آئی۔ بادشاہ نے سب کو تعلیم پانیکی اجازت دیدی اور لوگوں نے پھر مشن ہوس پر ہجوم کرنا شروع کیا۔

اب وہ وقت آیا کہ اتنی سرگرمی کی محنتوں کا پھل حاصل ہو ضرور تھا کہ پانچ برس کی کوششیں اپنا نتیجہ پیدا کریں جن دنوں میں مسٹر میکے یوگنڈا میں اکیلے تھے وہ ایک لڑکے کو جسکا نام سیمبی تھا پڑھنا سکھایا کرتے تھے۔ یہہ لڑکا اس امیر کا غلام تھا جس نے مسٹر میکے سے درخواست کی تھی کہ میرے لئے دعا کرو۔ ۸ اکتوبر ۱۸۸۱ء کے روز اُس لڑکے نے مسٹر میکے کو اس مضمون کا خط لکھا سیمبی آپکی خدمت میں سلام بھیجتا ہے اور آپسے دریافت کرتا ہے کہ آپ اسکو بپتسمہ دینے پر راضی ہیں یا نہیں سیمبی اب مسیح کی تعلیم پر ایمان لاتا ہے۔ اُسنے اس خط میں یہہ بھی ظاہر کیا کہ میں کسی خطرے سے نہیں ڈرتا۔

لیکن پیشتر اسکے کہ ہم اس لڑکے کے بپتسمہ کا ذکر لکھیں ضرور ہے کہ ایک دوسرے لڑکے کا ذکر کیا جائے جو اندنوں میں مسیح میں ہوکر سوگیا۔ یہہ ایک لڑکا تھا جسکو مسٹر او فلی ہٹی پڑھایا کرتے تھے کچھہ عرصہ یہہ لڑکا غائب رہا اور پھر خبر آئی کہ وہ بیمار ہے پھر کچھہ عرصہ بعد ایک لڑکا مسٹر او فلی ہٹی کے پاس ایک انجیل لایا اور اُسکو اُنکے ہاتھہ میں دیکر کہنے لگا کہ یہہ میں آپکے پاس واپس لایا ہوں۔ یہہ دوموریا لڑکی ہے جو مرگیا ہے۔ مرنے سے پیشتر وہ اسکو تمام دن پڑھتا رہا۔

اور جب [illegible] کی امید نہیں تو اُسنے مجھسے التجا کی کہ میں اسکو آپکے پاس لے لاؤں۔ بعد ازاں اُسنے
مجھے کہا کہ تھوڑا سا پانی لاؤ اور باپ بیٹے اور روح القدس کے نام سے مجھے اور میرے ہاتھ سے بپتسمہ پا کے وہ مر گیا اور
میں یہہ انجیل آپکے پاس لایا ہوں ہمیں کامل یقین ہے کہ یہہ بپتسمہ جو ایک بت پرست لڑکے کے ہاتھ سے پایا آسمانی چیز ٹھہریگا
۸ مارچ ۱۸۸۲ء کو ذیسمی اور اُسکے ساتھ چار نوجوانوں نے بپتسمہ پایا جنمیں سے ایک کا نام میکے رکھا گیا انمیں
سے ایک کا نام موکاسا تھا۔ یہہ پیشتر لوکنڈا کی مسجد کا خادم تھا لیکن مسیحی مذہب کو حق مذہب سمجھ کے بعث قبول کی
تھا بپتسمہ کے وقت اُسکا نام فلپ رکھا گیا۔ باقی تین کے نام ھنری رائٹ۔ ایڈورڈ جیکب رکھے گئے۔
اسی ملک کے دو شخص انہیں دنوں میں زنگبار جا کر بپتسمہ پایا اُسکا نام لوتا تھا یہہ دو تھے جو بپتسمہ کے آرزومند تھے۔
ایک نوجوان سپاہی جسکا نام انسرا اور وہ اپنے گرو کے ساتھ مسٹر اوفلی ھینری کے پاس آیا۔ یہہ گرو اپنے بت اور جادو کی اشیاء
پھینک چکا تھا اور مسیح پر ایمان لے آیا تھا کچھ عرصہ کے بعد اس میرو کو اپنے عادت کی ترغیب ہوئی لیکن اُسنے
دوبارہ اپنے گرو کو مسٹر اوفلی ھینری کے پاس بھیجا تا کہ انکو اپنے ساتھ لے آئے۔ یہہ لڑکا بھی بپتسمہ چاہتا تھا
لیکن ایسا نہ ہو سکا جسوقت اُسکا گرو مسٹر اوفلی ھینری کے پاس آیا تھا تب بہت سے لوگ جمع تھے۔
اُن لوگوں میں کھڑا ہو کر اس بت پرست بیچاری نے مسیح کے نام کی بڑی صاف صاف گواہی دی۔ ایک اور شخص نے بھی
اقرار کیا اور اُسکو بپتسمہ دیا گیا اُسکی شادی ایک عورت سے جو اُسکے ساتھ تھی کیا۔ شامل ہوئی تھی نماز کی کتاب کے بموجب ہوئی

چین

مُلک چین میں پروٹسٹنٹ مشنوں کو جاری ہوئے ہنوز سو برس نہیں گذرے۔ تاہم اِس
ملک میں قریباً ہر فرقہ پروٹسٹنٹ کے مشنری موجود ہیں۔ انگلش چرچ۔ امریکن
جرمن۔ ڈچ۔ سکانڈی نی ویں۔ سکاچ سب وہاں موجود ہیں متھوڈسٹ
جماعت بھی بکثرت وہاں پائی جاتی ہے اور مکتی فوج نے بھی اپنا کام وہاں کھول رکھا ہے۔ ہم کہہ
سکتے ہیں کہ چین میں مشنریوں کا شمار پانچہزار سے کم نہ ہوگا۔ اور دیسی مسیحی ساڑھے سات لاکھ
کے قریب ہیں۔ گویا اس حساب سے ساڑھے تین لاکھ چینیوں کے لئے ایک مشنری ہے۔

وعظ

داؤد کے گناہ کی معافی

اور داؤد نے ناتن سے کہا کہ میں نے خداوند کے خلاف گناہ کیا ہے

۲ سموئیل ۱۲-۱۳

وہ وقوعہ جسکی طرف یہہ الفاظ اشارہ کرتے ہیں ایک بڑی عجیب و غریب زندگی کے ایک نہایت ہی عجیب موقعہ پر واقع ہوا وہ ایک حقیر گمنام چرواہا جو اپنے بڑے خاندان میں سب سے چھوٹا تھا جسکو پاس زندگی کے شروع میں نہ دولت تھی اور نہ کوئی طاقتور رشتہ دار مدد دینے کو تھا۔ وہ اپنی ذاتی لیاقت اور شخصی محنتوں کے ایسی طاقت اور عروج کو پہنچ گیا کہ اس سے پیشتر کوئی اسکا ہم قوم نہ پہنچا۔ اس شخص کی جوانی عجیب معرکوں سے مالامال تھی۔ اُسنے بڑی بہادری کے کام کئے تھے اور اپنی کوششوں میں بڑا استقلال ظاہر کر چکا تھا۔ آزمائشیں خطرے اور انقلاب بھی اُسنے بہت دیکھے۔ اُسکی جوانی کا ایک حصہ قزاقوں کی سختیوں اور خطروں میں گذرا۔ پھر کچھہ عرصہ تک وہ ایک حاسد اور متلوّن مزاج بادشاہ کا درباری رہا۔ یہہ تمام رنگارنگ کے زمانے اس شخص پر سے گذر چکے تھے جوانی کے دنوں میں سخت بپتیں سہہ کر یہہ شخص بڑی کامیابی کو پہنچا۔ اور اسوقت تاجدار تھا۔ اُسنے اپنی زندگی کی کھیتی آنسوؤں میں بوئی تھی اور اب خوشی کے ساتھہ اُسے کاٹ رہا تھا چرواہی کی حالت سے بلاکر خدا نے اُسکو تخت پر بٹھایا۔ اُسکے چاروں طرف دشمن تھے اور لوگ ہنوز اُسکی حکومت میں امن سے نہ رہتے

تو خاص داؤد کی قوم سے تجاوز کر کے دُور قوموں کو پہنچی یہاں تک کہ اُن سے کل مُہذب اور شائستہ قوموں
نے حصہ پایا۔ داؤد کی سلطنت کے نتائج کسی بات میں سکندر اعظم قیصر اور امیر تیمور
اور نپولین کی سلطنتوں کے نتائج سے کم نہ تھے۔

نہ فقط داؤد اپنی سلطنت میں کامیاب تھا بلکہ اُسکے حقیر ارادے بھی پورے ہو گئے۔ اِن دنوں داؤد نے
دل کی ایک پوشیدہ اور عزیز خواہش کو حاصل کر چکا تھا اور اُس سے حظ اُٹھا رہا تھا البتہ اُس کے
حاصل کرنے میں اُسکو بڑی پیچیدہ اور مشکل حکمتیں کرنی پڑیں لیکن وہ کامیاب ہوا اُسکے پورے کرنے میں کئی
خطرے بھی درپیش ہوئے تو بھی اُن سب پر غالب آیا۔ اُسکا ارادہ بھی پورا ہوا اور وہ بدنامی سے بھی بچا کسی کو
اُسکی بدی کی خبر نہ ہوئی جتنی اُوریاہ لڑائی میں مردانگی کے ساتھ لڑتا ہوا کام آیا۔ اُسکی بیوہ داؤد
کی جورو ہو گئی۔

اِس موقعہ پر جب اُسکی کامیابی حد کو پہنچی۔ اور وہ بڑی تسلی سے بیٹھا ہوا تھا اُسپر ایک آفت نازل ہوئی۔
غرور کا وہ برج جو اُسنے بنایا تھا مسمار ہو گیا۔ اُس وقت سے داؤد کی خصلت بدل گئی آگے کی طرح وہ حوصلہ
اور اُمیدوں سے بھرا ہوا نہ رہا۔ اُسنے اپنے چوگرد مشکلات کا جال بنایا جس سے چھوٹنا دشوار بلکہ اُسکی
آئندہ زندگی میں ناممکن تھا اُسنے اپنی گردن پر غم کا بوجھ رکھ لیا جسکے نیچے وہ اپنی باقی تمام عمر سوزاں ور
لڑکھڑاتا رہا۔ اور آخرکار اُسکے بوجھ کے نیچے دبکر قبر میں اُترا مصیبتوں کا ہجوم دن بدن زیادہ ہوتا گیا۔
ایسی تکلیفیں جو آدمی کو چھید جاتی اور اُسکے دل کی گرمی کو سرد کر دیتی ہیں اُسپر حملے کرنے لگیں۔ اُس کے
خاندان میں بڑے بڑے گناہ ظاہر ہونے لگے۔ اُسکے بیٹوں نے بغاوتیں کرنی شروع کیں۔ اُسکا خوبصورت
اور سب سے پیارا بیٹا اُس سے منحرف ہو گیا۔ داؤد نے اپنے آپ کو ایک مغرور اور بے رحم رشتہ دار کے قابو
میں کر دیا۔ یہہ رشتہ دار داؤد کے اُس فریب سے جو اُسنے اوریاہ کے ساتھ کیا تھا بخوبی واقف تھا اور اُس فریب
کا انجام تک پہنچانے والا تھا اُسوقت سے داؤد کے خاندان و سلطنت میں ابتریاں اور پھوٹیں پڑنے لگیں۔ اور
اُسیوقت سے تلوار اُسکے گھر سے جدا نہ ہوئی۔

لیکن جسوقت یہہ مصیبتیں اُسپر پڑ رہی تھیں اُسکے خیالات اور اُس کا دل کسی مصیبت کا شکار نہ ہوا تکلیف کے

یاد اسپر ہجوم کر رہے تھے۔ تو اب دن بدن وہ پکڑا جاتا تھا۔ داؤد کے دل کے اندر اوریاہ کا معاملہ کھٹک رہا تھا۔ اُسکی عزت اور طاقت کم ہوتی جاتی تھی۔ لیکن اندر سے کسی کے بوجھ کے تلے وہ دبا ہوا تھا۔ اُسکی روح میں صرف ایک خیال تھا۔ وہ خدا کو یاد کرتا تھا۔ جس کو اُسنے ناراض کیا۔ جس نے اُسے اپنے تئیں جیسی بنایا تھا۔ جو ظاہر ہوتا تھا۔ ہر جگہ حاضر ناظر تھا۔ اس خیال نے اسکو ناپاک کیا۔ یہی خیال اُسے پیستا تھا۔ وہ جانتا تھا کہ خدا ایسا پاک ہے کہ بدی کو اپنی آنکھ سے دیکھ نہیں سکتا۔ اور یہ خیال اُسکے دل کو ٹکڑے ٹکڑے کرتا تھا

اور داؤد نے ناتن سے کہا کہ میں نے خدا کے خلاف گناہ کیا ہے

جو مثال داؤد نے ایک دل ٹوٹے ہوئے ناامید گنہگار کے حق میں دیا ہے وہ ۵۱ زبور میں خوب بیان کیا جاتا ہے۔ تیرے۔ میں تیرے آگے ہی نے گناہ کیا ہے اور یہ بدی کی ہے۔ مجھے میری بدی سے خوب دھو اور میرے گناہ سے پاک کر۔ دیکھ تو باطن کی سچائی چاہتا ہے۔ اپنا چہرہ میرے گناہ کی طرف سے پھیر لے اور میری ساری خطاؤں کو مٹا دے۔ اے خدا میرے لئے ایک پاک دل پیدا کر اور میرے اندر ایک مستقیم روح از سرنو ڈال۔ شکستہ روح خدا کی قربانی ہے۔ شکستہ جان اور خستہ دل کو اے خدا تو حقیر نہ سمجھیگا۔ ایک شدید روایت بیان کرتی ہے کہ ۵۱ زبور داؤد نے اُس وقت لکھا تھا جب ناتن کا سب سے بڑا گناہ اُسپر ظاہر ہوا تھا۔ اپنے گناہ کی گہرائی کو خوب معلوم کر کے داؤد نے اس زبور میں اپنی توبہ ظاہر کی۔ ہم کہہ سکتے ہیں کہ جب وہ اس زبور کے لفظوں کو اپنی زبان سے کہتا تھا تو اُسکی روح غم سے پانی ہو کر بہتی تھی۔ اغلباً یہہ ایک سچی روایت ہے۔ جو شخص ۵۱ زبور کو فکر کے ساتھ پڑھتا ہے معلوم کرتا ہے کہ اس زبور میں کسی بڑے گناہ کی بھرتی ہوئی ہے اُس میں ایک گہرائی پاتا ہے جو داؤد کی توبہ کی گہرائی ہے۔ اگر کوئی شخص بڑی کوشش سے دریافت کرے کہ آیا کوئی اور آدمی گذرا ہے یا نہیں جسپر اس زبور کے لفظ صادق آتے ہوں تو اُسے بخوبی معلوم ہو جائیگا کہ داؤد کے سوا اور کوئی ایسا نہیں گذرا۔ داؤد فی الحقیقت ویسا آدمی تھا جیسا خدا چاہتا ہے کہ آدمی ہو۔ ایسا ہونیکے باعث وہ اس لائق ہوا کہ جب اُس سے ایک سخت اور نفرتی گناہ صادر ہوا تو اُسنے لائق توبہ کی اور حقیقت میں اپنے دل سے اُس گناہ سے کھینچا۔ چنانچہ یہہ خاصیت اس زبور سے بخوبی ظاہر ہے۔

بعض نے کہا ہے کہ یہہ زبور داؤد کا نہیں ہے کیونکہ اس میں یروشلم کی دیواروں کی تعمیر کا ذکر ہے۔ اور اغلب ہے کہ اُس تعمیر سے اُس تعمیر کی طرف اشارہ ہے جو بابل کی قید سے واپس آنے پر شروع ہوئی۔ لیکن یاد رکھنا چاہیے

اور ممکن ہے کہ یہہ اُنکے صادق بعد کو زیادہ کی ہوں واسطے ایسی غرض سے کہ زبور عبادت میں گائے جانے کے لائق
ہوجائے ۔ در حقیقت یہہ آیات یعنی جنمیں یروشلم کی تعمیر کا ذکر ہے باقی زبور سے بالکل علیحدہ معلوم ہوتی ہیں ۔ انمیں
دل کی جد وجہد و کشمکش نہیں پائی جاتی بلکہ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ساری قوم یا جماعت ملک اسرائیل کے خدا کو
پکارتی ہے ۔ اُن میں شکستہ دل کی قربانی کا ذکر نہیں بلکہ سوختنی قربانی کی طرف اشارہ ہے ۔ انکی آواز غم اور
توبہ کی آواز نہیں بلکہ اِن سے یقین دلانا پیدا ظاہر ہوتی ہے ۔ اغلب ہے کہ جب عزرا اور نحمیاہ کے زمانہ میں
بنی اسرائیل دوبارہ اپنے وطن میں بس گئے تھے اور خدا کی قربان گاہ پر بیل چڑھائے جاتے تھے تو لوگ گزشتہ
گناہوں کے اقرار کے لئے یہہ زبور جو فی الحقیقت توبہ کا زبور تھا چن لیا گیا اور ہمیں یہہ آخری آیات زیادہ کی گئیں ۔

لیکن کچھ ضرور نہیں معلوم ہوتا کہ اس طرف غور کیا جائے ۔ صاف ظاہر ہے کہ یہہ زبور خوب بتاتا ہے
کہ اندنوں میں **داؤد** کے خیالات کیا تھے اور اُسکی روح کی حالت کیسی تھی ۔ اُسکی روح خدا کی پاکیزگی اور
قدوسیت کے خیال سے بھری ہوئی تھی ۔ اور دوسرا خیال جسنے اُس پر نہایت ہی غلبہ کر رکھا تھا کہ میرے
گناہ نے مجھے اس پاک اور قدوس سے علیحدہ کر لیا ہے ۔ گویا اندنوں میں وہ اپنے آپ سے از حد نفرت
کرتا ہے اور خدا سے میل کرنے کا تہ دل سے آرزومند تھا ۔

داؤد اور **ناتن** کی ملاقات کے احوال سے بائبل کے پڑھنے والے خوب واقف ہیں ۔ جو سبق اس بیان سے
پیدا ہوتے ہیں وہ بھی بالکل ظاہر ہیں لیکن اسوقت ہم اِن خیالات پر غور کرینگے جو **داؤد** اپنے گناہ کی نسبت
رکھتا تھا ۔ وہ پردہ جو اُسنے اسوقت تک اپنے گناہ پر ڈال رکھا تھا ہٹ گیا ۔ وہ فریب جو اُس نے
اپنے دل کو دے رکھا تھا دور ہوگیا ۔ اس کا گناہ اپنی اصلی نفرتی صورت کے ساتھ اُسکے سامنے حاضر تھا ۔
وہ کہتا تھا کہ میں نے خدا کے حضور بدی کی ہے ۔ تیرے ہاں ۔ تیرے خلاف میں نے گناہ کیا ہے ۔"

کیا **داؤد** کا یہہ خیال درست تھا یا غلط ۔ کیا فی الحقیقت کوئی خدا ہے جسکی کاملیتیں بے انتہا ہیں ۔ جسکے سامنے
ہمارے دل کھلے ہوئے ہیں ۔ جسکے حضور ہم نے اپنے کاموں کا حساب دینا ہے ۔ جسکے خلاف گناہ کرنا بیوفائی کا
درجہ رکھتا ہے جس سے گناہ انسان کو علیحدہ کر دیتا ہے ۔ اور اگر یہہ درست نہیں تو کیا یہہ باتیں فی الحقیقت کہانیاں اور
قصے ہیں جو لوگوں نے اپنے دل سے گھڑے ہیں ۔ کیا یہہ خدا دماغی خدا ہے جسکو ہم نے اپنے لئے ایجاد کیا ہے تاکہ

چھپاتا ہے۔ اور یاد رکھنا چاہئے کہ آزادی کے واسطے اپنی گنہگاری کا اقرار کرنا اس بات پر موقوف ہے کہ آیا وہ خدا کی ہستی کا اقراری ہے یا نہیں۔ اگر خدا کی ہستی کا خیال آج آدمی کے دل سے زائل ہو جائے تو اُس کے ساتھ ہی گنہگاری و ناکامیابی کا عقیدہ بھی دور ہو جائیگا۔ کئی آدمی ہیں جو علانیہ ارادتاً کفر اور الحاد کی آواز کی طرف تو کان نہیں لگا سکتے پھر بھی ایسی بے پروائی سے زندگی بسر کرتے ہیں کہ دنیا کے شور و غل سے اُنکی روحانی تمیز کے کان بہرے ہو جاتے ہیں یہاں تک کہ وہ اپنا دلی عقیدہ بھی بھول جاتے ہیں۔

اگر کوئی شخص جو ایسی حالت میں ہے اس وعظ کو پڑھے تو ہم اُس کی منت کرتے ہیں کہ وہ اپنے خدا سے آگاہ ہو جائے۔ وہ لوگ جو ایسی حالت میں ہیں ایک تنکے کی مانند ہیں جسکو ہوا اُڑائے جاتی ہے اور جن میں اپنے آپ کو ٹھہرانیکی طاقت نہیں۔ ایسے موقعوں سے بچانے کیلئے بڑی کوشش اور ہمت کی ضرورت ہوتی ہے ایک پہاڑ سامنے آتا ہے جس پر چڑھنے کے لئے کمر باندھنی پڑتی ہے لیکن انسان کی ذاتی سستی کے ہاتھوں ڈھیلا کر دیتی ہے۔ بہت ہیں جو ان مشکل وقتوں میں گر جاتے ہیں۔ لیکن یاد رہے کہ ایسے موقعوں کی لغزش کم علمی یا روحانی روشنی کی کمی کے باعث نہیں ہوتی۔ اس جگہ ہمیں عقل سے کام نہیں۔ ہماری غرض روحانی تمیز اور انسانی دل سے ہے۔ میں نے خداوند کے برخلاف گناہ کیا ہے۔ صرف تیرے ہی حضور میں گناہ کیا ہے اور تیری آنکھوں کے سامنے یہہ بدی کی ہے۔ صرف تیرے برخلاف۔ اے پڑھنے والے کیا یہہ خیال تیرے دل میں زور آور اور بلند رہا ہے۔ کیا داؤد کے دل کی مانند اس خیال نے تیرے دل کو توڑا اور مسمار کیا ہے۔ کیا جب تجھ سے گناہ سرزد ہوا تیری حالت داؤد کی حالت کی سی ہوئی ہے یا نہیں۔ یا کیا ایسے موقعے پر تیرے دل میں دوسرے قسم کے خیال اور طرح طرح کی فکریں پیدا ہوئی ہیں۔ کیا گناہ کرنیکے بعد تیرے دل میں خدا کا خیال آیا یا محض انسان کا خوف تجھ پر طاری ہوا۔ مجھ سے گناہ سرزد ہوا اب میں کیا کروں۔ وہ کونسا خیال ہے جس سے اب میرا دل بھرا ہے۔ کیا میں یہہ سوچ رہا ہوں کہ میں کیسا بیوقوف ہوں کہ خواہ مخواہ بے احتیاطی سے میں نے اپنے تئیں پھندے میں پھنسا لیا۔ کیا مجھے بھی بدنامی کا خیال ہے۔ کیا میں اس فکر میں ہوں کہ اپنے بُرے فعل کو کسی طرح سے پوشیدہ کروں تاکہ اُسکے واجبی نتائج مجھ پر وارد نہ ہوں۔ یا اگر میرا راز چھپا ہوا ہے تو میں اُسکی پوشیدگی سے خوش ہو رہا ہوں اور اپنے آپ کو مبارکباد دے رہا ہوں میرے واسطے [illegible]

درجہ بہتر ہوتا اگر میرا گناہ ساری دنیا پر ظاہر ہو چکا ہوتا۔ اس کا خلاصہ یہ ہوا جب یہ خوب طرح سے ظاہر کر دیتا میرا
فعل کیسا ہے۔ افسوس صد افسوس کہ گنہگار انسان کا خیال نہیں آتا کہ میں نے خدا کی اس صورت کو جو
میری روح میں تھی بگاڑ دیا ہے۔ میں نے ان قوانین کو جو پاکیزگی کی بابت خدا نے مقرر کئے ہیں توڑا ہے۔
میں نے خدا کی حقانیت کی مخالفت کی ہے۔ میں نے خدا کی محبت کو رد کیا ہے میں نے سب سے
اعلیٰ اور ممتاز اصولوں کو اپنے پاؤں کے نیچے روند ڈالا ہے۔

بعض آدمی ہیں جو گناہ کی حقیقت کی بابت مذکورہ بالا بیان کی نسبت کسی قدر زیادہ صحیح خیال رکھتے ہیں
لیکن باوجود اس کے بھی ان کا دل خدا کی محبت سے بہت دور جا پڑا ہے۔ وہ اپنے گناہ تسلیم کرتے
ہیں اور ان کے دل میں خیال سے صدمہ ہوتا ہے کہ ہم نے اپنے چال چلن سے اپنی عزت پر دھبا لگایا ہے۔
لیکن ہمیشہ یوں خیال رہتا ہے کہ انسان صرف اسی وجہ سے عزت کے لائق ہے کہ اس کے دل پر خدا کی
صورت کھچی ہوئی ہے۔ اگر ہم کسی اپنے ہم جنس کا نقصان کرتے ہیں تو وہ نقصان انسان کا نہیں بلکہ خدا
کا ہوتا ہے۔ وہ کہتا ہے کہ اگر تم نے یہ سلوک کسی چھوٹے سے چھوٹے کے ساتھ کیا تو میرے ساتھ کیا۔
آخر کار ہم اس بات کا اقرار کرتا ہے کہ اے خدا میں نے صرف تیرے ہی حضور گناہ کیا ہے۔ تیرا ہی نقصان
کیا اور صرف تو ہی مجھے معاف کر سکتا ہے۔

صرف تو ہی معاف کر سکتا ہے۔ قربانیاں معافی حاصل نہیں کر سکتیں۔ کوئی
دوسرا آدمی معافی نہیں دے سکتا۔ انسان کی روح خدا کی حضوری میں ٹھہری ہوتی ہے۔ اس کے چہرے کی
روشنی سے اس کا گھنونا پن ظاہر ہوتا ہے معافی اسی سے آتی ہے۔ صرف صلیب ہی کے سامنے آ کر گناہ کا
بوجھ آدمی کے کاندھے پر سے گر پڑتا ہے۔ گناہ کرنے کے بعد داؤد کے لئے موسوی قربانیاں گذراننا نہایت
ہی آسان اور ممکن تھا لیکن یہ خیال مطلق اس کے دل میں نہیں آیا۔ وہ جانتا تھا کہ بھیڑوں اور بکریوں کا خون میرے
دل کو دھو نہیں سکتا۔ جس قربانی کا مطالبہ خدا کرتا ہے وہ اس سے مختلف ہے۔ خدا کی قربانی شکستہ دل ہے
اے خدا تو شکستہ اور تائب دل کو حقیر نہیں سمجھتا۔

جو شخص جانتا ہے کہ میں خاص کر کن کن انواع سے لغزش کھاتا ہوں اپنے دل کی طرف غور کرو اور تم کو اس

کی شہادت کافی ہے۔ بعض آدمی ہیں جن کے گناہ بہاں رہتے ہیں اور کیڑے کی طرح انکی دھالی زندگی کو اندر ہی اندر سے کھاتے چلے جاتے ہیں بعض ہیں جن کے گناہ داؤد کی خواہش کی مانند کچھ عرصہ تک پوشیدہ رہتے ہیں اور پھر دفعتہً بھڑک اٹھتے ہیں۔ تمہارا خاص گناہ خواہ کیسا ہی کیوں نہ ہو ضرور اسکو بغیر تاخیر کے خدا کے حضور لیجاؤ۔ اسکی گہرائی کا اندازہ کرو۔ معلوم کرو کہ کس طرح وہ الٰہی زندگی اور روشنی کو تمہارے دل سے دور رکھتا ہے۔ اگر تم اب تک خدا سے دور رہے ہو تو فوراً اس کے نزدیک جاؤ۔ اس کو ڈھونڈو۔ تنہا اُسکے سامنے کھڑے ہو جاؤ۔ صرف اُسی میں طاقت ہے کہ اس کو دور کرے۔ وہی تمہارے دل کو پاک کرسکتا ہے۔ اور تمہارے باطن میں نئی روح از سرِ نو داخل کرسکتا ہے لیکن یاد رکھو یہہ کام آسان نہیں۔ پرانی مضبوط عادتیں یکدفعہ دور نہیں ہوسکتیں۔ مجروح دل یکدفعہ صحت نہیں پاتا۔ تمہیں بڑی کوشش کرنی پڑیگی ہمت نہ ہارو۔ تم ضرور فتح پاؤگے۔ اگر تمہارے دل کی تہ سے یہہ آواز نکلے کہ میں نے خدا کے خلاف گناہ کیا ہے تو ضرور یہہ جواب بھی واپس آئیگا کہ خدا نے تیرا گناہ دور کیا ہے۔

ان گناہ تو دور ہو جائیگا۔ لیکن ضرور نہیں کہ گناہ کے دنیوی نتائج بھی اُسکے ساتھ ہی دور ہو جائیں داؤد کے گناہ کئے ہوئی نتائج دور نہیں ہوئے طرح طرح سے بہت نتائج اُسپر نازل ہوئے۔ تاہم خدا نے اس کو نیا دل عنایت کیا۔ اس میں سچی زندگی آگئی۔ وہ فی الحقیقت آزاد ہوگیا۔

اے پڑھنے والے داؤد کی تصویر کو اپنے سامنے رکھ اور اسکی مانند بننے کی کوشش کر۔

جب ھوکر صاحب قریب المرگ تھا اُسنے یوں کہا کہ اگرچہ خدا کے فضل سے میں نے لڑکپن ہی سے اُس سے محبت رکھی اور بڑھاپے میں اسکی تعظیم کی اور اپنی ضمیر کو بیداغ رکھنے کی کوشش کی تو بھی اے خدا وند اگر تو گناہ کا حساب لے تو کون کھڑا رہیگا۔ پس ہے خداوند میرے نقصوں پر رحم کر کیونکہ میں اپنی راستبازی کو پیش نہیں کرتا ہوں بلکہ تاراستیوں کی معافی جو اُسکے نام سے مانگتا ہوں جو ناسب گنہگاروں کی معافی حاصل کرنے کے لئے موا۔ (مسیحی دین کی اُصولی باتیں صفحہ ۱۲۷)

رسید زر

نام	رقم	
مسیحی	پچاس روپیہ	
پادری ڈبلیو سی کیلے صاحب - دہلی	دس	"
پادری ایچ سی کارین صاحب - دہلی	تین	"
پادری آر۔ کلارک صاحب - امرتسر	ڈیڑھ	"
پادری ایس ایس۔ آلنٹ صاحب دہلی	"	"
پادری ایچ۔ الیف مٹیل صاحب جرمنی	"	"
پادری ٹی۔ ایل مپیل صاحب - بنّوں	"	"
پادری آر بیتھمن صاحب - نارووال	"	"
ڈاکٹر برخوردار خاں صاحب - چنبہ	"	"
مولوی صفدر علی صاحب - بھنڈارا	"	"
پادری منور خاں صاحب - ٹانڈ گڈھ راجپوتانہ	"	"
پادری احسان اللہ صاحب - نارووال	"	"
پادری ٹامس ہاول - کلارک آباد	"	"
سردار دیدار سنگھ صاحب - گجرات	"	"
پرنسپل مشن کالج لاہور	"	"
میزان	اکاسی روپیہ	

Mission Press, Amritsar.

مسیحی

امرتسر

نمبر سوم مارچ سنہ ١٨٩٦ء

فہرست مضامین

مشن پریس امرتسر

مسیحی

ہر مہینے امرتسر سے شائع ہوتا ہے

قیمت سالیانہ ایک روپیہ آٹھ آنہ پیشگی۔

تمام مضامین بنام ایڈیٹر و دیگر خط و کتابت

بنام منیجر مسیحی امرتسر ہونی چاہئے

مسیحی خدا

خدا جب اپنے کسی بندے کو کوئی خاص کام کرنے کو دیتا تو اسے عجیب قسم کی تربیت دیا کرتا ہے۔ اور یہ تربیت ایسی ہوا کرتی ہے کہ جسکے حاصل کرنے کی کوئی زمینی درسگاہ ہرگز ہرگز مثال نہیں دیتا۔ بعض اوقات تو یہ تربیت ایسی لمبی ہوتی ہے کہ معلوم ہوتا ہے کہ کام کرنے کو بہت ہی تھوڑا وقت رہ جائیگا۔ ہم کوئی ہرگز ہرگز مدیان میں بھیجے گئے اس حال اپنی قوم کو گلے کی طرح چرانے کے لئے تربیت پاتے اور جب تک ہم اسے وہاں چالیس برس تک ٹھیرنا بھی دیتو۔ لیکن اسکو تعلیم ہوئی کہ اسکے لئے صرف یہ تھا کہ لگاتار زندگی اختیار کرے اور اسی کال میں چالیس برس ٹھیرے۔ اسکو خدا کے ساتھ برسوں تک چپ چاپ خدا کی بابت غور و فکر کرنا ضروری ہے تاکہ وہ پہاڑ پر چڑھکر ہمیں خدا کے احکام حاصل کرسکے +

انسانی زندگی کیلئے مقصد ذیل ہدایات ایک بڑے اولوالعزم شخص نے اپنے لئے لکھی تھیں۔

(۱) خدا کے کلام کی اکثر تلاوت اور اس پر خوب غور و فکر کرنا (۲) رضائے الٰہی پر ہمیشہ راضی اور صابر شاکر رہنا (۳) ہر امر میں راست روش اختیار کرنا اور اپنی ضمیر کو ہر طرح کے عیب سے پاک صاف رکھنا (۴) احکام کی اطاعت کرنا اور دیانتداری سے اپنے منصبی فرض کو بجا لانا اور ہر طرح سے اپنے کو بنی انسان کی بہبودی میں مشغول رکھنا

خدا سے آگاہی پاکر دیکھو ۲۰۔۲۰۔ ایک آدمی کا ذکر ہے کہ اسے موت لینے کو آئی اور اسکی درخواست پر یہ وعدہ کرکے چلی گئی کہ دوبارہ آنے سے پیشتر اسے تین بار اطلاع دے۔ اس پر ایک عرصہ گزر گیا۔ موت آہی پہنچی۔ اس آدمی نے اسے یاد دلایا۔ کہ تو نے تو وعدہ کیا تھا اور پھر تو نے ایک بار بھی اطلاع نہ دی۔ موت نے جواب دیا کہ تمہاری آنکھیں دھندلا گئیں۔ تمہارے بال سفید اور تمہاری پیٹھ کبڑی ہوگئی۔ پس یہ تینوں اطلاعیں تو تمہیں مل چکیں۔ اور اب میرا آنا بالکل درست اور جائز ہے۔

ہم سبھوں کا یہی حال ہے۔ خدا اطلاع پر اطلاع دیتا ہے لیکن انسان اسکی متعلق پرواہ نہیں کرتا۔ اور نہ اس سے فائدہ اٹھاتا ہے۔ سال بہ سال گزرتے جاتے ہیں۔ ہر ایک سال چلتے وقت ہمیں مطلع کرجاتا ہے کہ ایک سال اور قبر سے نزدیک ہوگئے۔ دوست اور ہمسائے گزرتے جاتے اور ہم کہتے ہیں کہ آہ بیچارہ چلتا بنا اور اسکا خیال نہیں کرتے کہ شائد اس کے بعد ہماری باری ہو۔ بیماری آتی جاتی اور ہمیں بتلاتی ہے کہ ہم فانی ہیں۔ اور کہ ایک ایسی بیماری آئیگی جو آخری ہوگی شائد وہ قریب ہی ہو۔ آنکھیں دھندلا جاتی ہیں لیکن روح کی آنکھ ابھی تک مسیح پر بہت نہیں لگی۔ زمینی آوازیں سننے کے لئے ہمارے کان بہرے ہو جاتے ہیں لیکن کلام اللہ سننے کے

لئے دل پیدا نہیں ہوتا۔ وہ وقت نزدیک آرہا ہے جب تمام ذہنی تعلقات چھوڑنی پڑینگے بلکہ آسمان پر خزانہ جمع کرنے کے لئے کوشش نہیں کی جاتی ۔

اطلاعیں:۔ وہ تو ہمارے چاروں طرف ہیں۔ ہر ایک گھنٹہ جو گذرتا ہے ہر ایک پتہ جو مرجھاتا۔ اور ہر پھول جو کمھلاتا ہے وہ سب اس کی اطلاعیں لاتے ہیں جن کے کان سننے کے ہوں۔

آنیوالے غضب سے بھاگو دمشق ہ... ایک نوجوان مشہور واعظ وائٹ فیلڈ صاحب کی وعظ سننے گیا جس نے اس آیت پر وعظ کیا۔ وہ نوجوان لکھتا ہے کہ وائٹ فیلڈ صاحب نے صدوقیوں کی [illegible] کا بیان کیا اس سے مجھ پر کچھ بھی تاثیر نہ ہوئی۔ میں نے خیال کیا کہ میں ایسا ہی اچھا سمجھا ہوں جیسا [illegible] ظاہر پر نیک معلوم ہوتے ہیں [illegible] ان کے دلوں میں پایا جاتا ہے [illegible] دوران میں وہ یکایک ٹھہر گیا اور چند منٹ کے بعد زار زار رو کر اپنے ہاتھ اور آنکھیں اوپر کو اٹھا کر کہنے لگا "میرے بھائیو آنے والا غضب آنے والا غضب" یہ الفاظ میرے دل میں ایسے پیوست ہوئے [illegible] اور وعظ کے ختم ہونے پر [illegible] یہ خوفناک الفاظ [illegible] کئی دنوں اور ہفتوں تک میرے کانوں میں یہی صدا گونجتی رہی۔ **آنیوالا غضب۔ آنیوالا غضب!** اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ تھوڑے عرصہ میں اس نوجوان نے مذہب کا علانیہ اقرار کیا اور ایک بڑا مشہور واعظ ہو گیا

موسیٰ کو مجھ سے کلام کرنے دے اور نبیوں کو نہیں اے خداوند خدا! ہاں تو ہی جو نبیوں کو انکشاف و عرفان بخشتا ہے مجھ سے کلام کر۔ تاکہ کہیں ایسا نہ ہو کہ اگر میں ظاہری باتیں تنبیہ پاؤں اور میرا دل بیدار نہ ہو تو میں مر جاؤں اور میری زندگی بے فائدہ ٹھہرے۔ اور کہ کلام سنوں اور اسے پورا نہ کروں جانوں اور محبت نہ رکھوں مانوں اور اس کی تابعداری نہ کروں اور یہ سب باتیں میری ہلاکت کا باعث ہوں۔ تو ہاں تو ہی میری آنکھیں کھول کہ میں تیری شریعت کے عجائب مضمونوں کو دیکھ سکوں۔

یکم مارچ کو ہمارے دوست مسٹر ابناش چندر [illegible] صاحب بی۔ اے کا آرڈینیشن بمقام دہلی ہوا۔ اب سے آپ کا نام پادری اسمٰعیل گھوس ہے۔ آپ دوسرے [illegible] ہیں جنکا [illegible] صاحب کے ہاتھ سے آرڈینیشن ہوا پہلے [illegible] پادری احسان اللہ صاحب ہیں

مسیحی

مارچ ۱۹۹۶ء

مسیحی کا ترکش

جناب بشپ صاحب کی گذشتہ سالانہ سنڈ میں ایک کمیٹی بہ ورنے کچھ تجویز کے الفاظ پائے کہ اگر پنجاب ٹریکٹ سوسائٹی سیلبرحن صاحب کی تصنیف نسطور یکٹ کی کتاب طبع کرے جس میں مختلف دلچسپ نکتے اور اشارات وغیرہ ہوں تو ہمارے واعظین کے لئے نہایت کارآمد ہوگی۔ ہم بھی وقتاً فوقتاً اس قسم کے مختلف اقوال وغیرہ درج کیا کریں گے۔ جو ہمارے بھائیوں کو وعظ اور منادی میں مدد دیں گے۔

زیتون کی خوبصورتی

"زیتون کے درخت کی مانند وہ اسرائیل، خوشنما ہوگا"

بظاہر زیتون کے درخت میں کوئی خوشنمائی معلوم نہیں ہوتی۔ اُس کی لکڑی بدصورت۔ گرہ دار۔ شاخیں باریک۔ پتے بدنما اور نیچے سے سفید ہوتے ہیں۔ درخت میں کوئی ظاہری عظمت ہے نہ اُس کا سایہ گھنا ہوتا ہے۔ ہاں البتہ اُس کی شاخوں میں پھل خوشنما معلوم ہوتے ہیں۔ گویا پھل ہی بدنما درخت کا زیور ہے۔ پھر اس پھل کو کچل کر تیل نکالتے ہیں جس کے خاص تین فوائد ہیں۔ یعنی اُس کی مالش سے اعضا نرم کئے جاتے ہیں۔ اُس کو کھانے سے جسم قوت اور پرورش پاتا ہے اور اُس کو چراغ میں ڈال کر جلاتے ہیں۔ اور یہی تین صفتیں مسیحی شخص میں موجود ہونی چاہئے۔ کیا ہم بارآور ہیں۔ کیا ہم "صداقت کے

درخت ہیں" خداوند کے لگائے ہوئے" تو اُس کا جلال ظاہر ہو۔

فصاحت

چند سال کا عرصہ گذرا کہ ایک مرتبہ بشپ سمپلسن صاحب نے شہر لنڈن کے میوزیکل ہال میں وعظ کی۔ نصف گھنٹہ تک آپ بلاحس و حرکت کلام کرتے رہے۔ نہ ہاتھ ہلے نہ آواز بدلی۔ آخر جب ابن اللہ کی موت کا بیان چھیڑا کہ وہ کیونکر ہمارے گناہوں کو اپنے بدن پر اُٹھا کے صلیب پر چڑھ گیا۔ تو صاحب موصوف ایسے جھک گئے کہ گویا بے اندازہ بوجھ کسی نے اُن کی پیٹھ پر رکھ دیا ہے۔ اور پھر ایک دم سیدھے ہو کر آپ نے گویا اُس بوجھ کو پھینکنے کا قصد کیا اور پکار کر کہا کہ "کتنی دور؟ پورب پچھم سے جتنا دور ہے اُتنی دور تک اُس نے ہماری خطاؤں کو ہم سے جدا کیا۔" اِس وقت سامعین پر محویت کا ایسا دورہ طاری ہوا کہ بے اختیار پاؤں پر کھڑے ہو گئے اور دو ایک لمحہ تک کھڑے رہ گئے۔ اتنے میں [illegible] اتفاق سے فن فصاحت کا ایک معلم حرف گیری کے ارادہ سے وہاں موجود تھا۔ کسی دوست نے اُس سے دریافت کیا کہ بشپ صاحب کی فصاحت کی نسبت آپ کا کیا خیال ہے؟ اُس نے جواب دیا کہ "فصاحت کا کیا ذکر کرتے ہو اس شخص میں [illegible]

مسیح کی الوہیت کی ایک سادہ دلیل

ایک دیہاتی واعظ جو تھیالوجی کی کتابوں سے چنداں واقف نہ تھا لیکن صرف مسیح کے وسیلہ نجات کا علم رکھتا تھا ایک مرتبہ امتحان دینے کے لئے ایک کانفرنس کے سامنے گیا۔ ممتحن نے کہا کہ "ہمارے خداوند یسوع مسیح کی الوہیت کی چند دلائل پیش کرو" یہ سوال سُن کر وہ واعظ حیرت زدہ ہوا اور خاموش رہ گیا ممتحن نے دوبارہ دریافت کیا "مسیح کو کس دلیل سے خدا کہتے ہو؟" بیچارہ واعظ آنکھوں میں آنسو بھر لایا۔ اور کہا [illegible]

ترقی بتدریج

خدا کے لوگ صنوبر کی طرح آہستہ آہستہ بڑھتے ہیں۔ صنوبر اپنی جڑیں چٹانوں کے گرد پھیلاتا ہے۔ تند باد اور طوفان کا مقابلہ کرتا ہے۔ ہوا کو اپنی شیریں خوشبو سے لبریز کر دیتا ہے اور ہزاروں سال کے بعد سب سے بڑے درختوں کا راجہ بن جاتا ہے۔ اسی طرح مسیحی آدمی قوت سے قوت تک ترقی کرتا جاتا ہے

سچے جواہر

ملک سویڈن کی کسی ملکہ نے اپنے جواہرات فروخت کر کے ایک شفاخانہ تعمیر کروایا۔ ایک روز اس شفاخانہ کے وارڈ میں کسی غریب عورت کے بستر کے پاس بیٹھی تھی جس کو یہ مالی امداد حالی نعمتیں اسی مقام پر حاصل ہوئی تھیں۔ اس بیچاری عورت سے شکرگذاری کے صلے میں اور کچھ بن نہ آیا بے اختیار آنکھوں سے آنسو بہانے لگی شاہزادی نے جب اس حال کو کہیں قلمبند کیا تو یوں فرمایا کہ جب میں نے اس پر محبت اور شکرگذار عورت کے آنسوؤں کو دیکھا تو میں نے دل میں کہا۔ ”دیکھ میرے جواہرات مجھے واپس دئے گئے ہیں“۔

ہندوستانی مسیحی اور نیشنل کانگرس

کچھ عرصہ سے اخبار انڈیا ہمارے سامنے اس ارادے سے رکھا ہوا ہے کہ مندرجہ بالا عنوان کے ایک مضمون پر چند خیالات پیش کریں۔ یہ مضمون کسی مسٹر اے۔ نندی نے اپنے تجربہ اور مشاہدہ سے تحریر کیا۔ افسوس ہے کہ ہم مسٹر موصوف کی نسبت بجز اسکے کچھ نہیں جانتے کہ آپ گورکھپور کانگرس کمیٹی کے سکرٹری ہیں اور اس لئے اُن کی تحریر کی وقعت کی نسبت کوئی رائے بھی قائم نہیں کر سکتے۔ لیکن جو باعث مسٹر موصوف کی رائے

قابل لحاظ ہے کہ برٹش انڈیا میں ہندوستانی مسیحیوں کی تعداد پندرہ لاکھ سے زیادہ نہ ہوگی یعنی کل آبادی کا ۱/۱۹۳ واں حصہ۔ اور فہرست مندرجہ بالا میں ۱۸۹۵ء اس لئے درج نہیں کیا گیا کہ اُس سال بہت سے مسیحی بمبئی کی دہ سالہ مشنری کانفرس میں شریک ہوئے اور اس لئے نیشنل کانگرس میں حاضر نہ ہو سکے۔ مسٹر موصوف نے اس کمی تعداد کی ایک وجہ یہ بیان کی کہ ہندوستان کے اکثر مسیحی ادنیٰ فرقوں میں سے ہیں۔ دوسری مشکل یہ ہے کہ اکثر ہندوستانی مسیحی مشنریوں کے ملازم ہیں۔ اور مشنری صاحبان کانگرس کی نسبت اینگلو انڈین اخبارات اور افسران کے ذریعے واقفیت حاصل کرتے ہیں اور خود بھی انہیں کے ہمراہی ہو جاتے ہیں۔ نتیجہ جس کا یہ ہوتا ہے کہ ان کے ماتحت ہندوستانی مسیحی بھی انہیں کی عینک میں سے کانگرس کو دیکھنا شروع کر دیتے ہیں۔ معلوم نہیں اس میں کہاں تک راستی ہے لیکن ہمارے تجربے میں اس قدر ضرور آیا ہے کہ ہمارے مشنری صاحبان ہماری روحانی ضروریات کی فکر رکھنا ہی اپنا فرض سمجھتے ہیں اور ان کو خیال یا در رہ سکتا ہے کہ بلحاظ جسم کے بھی ہماری کچھ ضروریات یا حقوق ہو سکتے ہیں۔ اُن کے نزدیک ہمارا پولیٹکل معاملات میں دخل دینا گویا دنیا کا ہو جانا ہے۔

باقی رہے وہ مسیحی جو گورنمنٹ کی ملازمت میں ہیں۔ اُن کے لئے تو گویا کانگرس کا دروازہ بند ہی ہے۔ مسٹر موصوف نے پھر فرمایا کہ بعض لوگ سمجھتے ہیں کہ کانگرس کے ممبر ہندوستانی مسیحیوں کی شرکت اور شمولیت پسند نہیں کرتے۔ یہ بالکل بے بنیاد اور بیجا خیال ہے بلکہ مسٹر کالی چرن بنرجی اور پادری رام چندر بوس صاحب مرحوم جیسے مسیحیوں کی کانگرس میں بڑی قدر اور قابل وقعت تصور کی جاتی رہی ہے۔

ہم اس معاملہ کی نسبت اس قدر کہنا مناسب سمجھتے ہیں کہ اگر سرکار دولتمدار کی خدمت میں مودبانہ اپنی مشکلات پیش کی جائیں اور حقوق طلب کئے جائیں تو اس میں کیا قباحت ہے؟ بالفرض اگر کانگرس کی کارروائی گورنمنٹ کے نزدیک کالعدم متصور ہو تو

مُنجی کا سوال

واسطے تیرے جان میں نے دی　　تیرے تئیں سب دیا اپنا
تاکہ ہو جاوے خلاصی تیری　　مُردوں کے پیچھے سے تو ہووے زندہ
واسطے تیرے جان دی میں نے
کیا دیا تو نے بدلے میں اس کے

واسطے تیرے میں نے رنج سہے　　کب زبان کر سکے بیاں اُس کو
جاں کنی کے اٹھائے سب میں نے　　تاکہ دوزخ سے توں چھڑاؤں تجھ کو
واسطے تیرے میں نے رنج سہے
کیا سہیگا تو واسطے میرے ؟

اور میں واسطے ترے لایا　　آسمانی مکان سے اپنے
مُفت و کامل نجات کا وعدہ　　فضل و بخشش کے قیمتی تحفے
کیسے تحفے میں لایا تیرے لئے
تُو نے کیا لایا واسطے میرے ؟

زندگی اپنی تو سب مجھے دیدے　　عمر خدمت میں میری کاٹ اپنی
دُنیا کی ساری قیدیں پھینک پرے　　لیلے جنّت کی دائمی تو خوشی
گو تُو ناچیز ہے پہ تو بھی آ
اپنے مُنجی کے پیچھے پیچھے جا

مسٹر بوڈمین لکھتا ہے کہ کوتھابیو اپنے دس ہموطنوں سمیت واپس آیا جن میں سے بہت مسیح پر ایمان لانے کے اقراری ہیں۔ ان میں سے ایک سردار جس کا ذکر پہلے آچکا ہے ہونہار معلوم دیتا تھا۔

ایک مہینے بعد اس نے اس ترا کی طرف تیسرا دورہ کیا۔ اور جنوری ۲۹ ۱۸۲۹ء میں پھر لوٹ واپس آیا تاکہ مسٹر بوڈمین کو جنگلوں میں لے جائے۔ مسٹر بوڈمین اس وقت لکھتا ہے تین دن گذرے کہ وہ کہ ان تین دن کا سفر طے کر کے میرے پاس آئے تاکہ مجھے کیرن بستی میں لے جائینگے۔ مگر وہاں نہ پاکر وہ اور تین دن کی راہ طے کر کے میرے گھر آئے۔ مسیحی تعلیم حاصل کرنے کے وہ بہت خواہشمند معلوم ہوتے ہیں۔ اور کوتھابیو انہیں تعلیم دینے میں بڑی کوشش کرتا ہے۔ اُن میں سے ایک مرگوئی کے علاقہ سے آیا ہے۔ اور اسکا بیان ہے۔ کہ کیرن لوگوں نے تیوے مرگوئی اور تناسرم میں ہمارا ذکر سنا۔ اور ہماری تعلیم حاصل کرنے کے بہت خواہشمند ہیں۔

تھوڑے دن بعد مسٹر بوڈمین نے کوتھابیو کے ہمراہ کیرن لوگوں میں اپنا پہلا دورہ کیا۔ مسٹر بوڈمین زبان برمی میں منادی کیا کرتا۔ اور پھر کوتھابیو کیرن زبان میں ترجمہ کردیا کرتا تھا کبھی موقعہ ملتا۔ تو وہ خود بھی منادی کیا کرتا۔ مسٹر بوڈمین لکھتا ہے۔ کہ چاشت کے بعد کوتھابیو نے کیرن زبان میں دو ایک گھنٹہ تک خدا کی ہستی اور کاملیت پر تقریر کی۔ ایک اور موقعہ پر ایک شخص جس نے کوتھابیو سے بار بار انجیل سنی تھی بپتسمہ کا خواستگار ہوا۔

وہ مسٹر بوڈمین کے ساتھ شہر آیا اور ان کیرن لوگوں کی تلاش کرتا رہا۔ جو کام کے لئے شہر آیا کرتے تھے مسٹر بوڈمین نے مارچ میں لکھا۔ کوتھابیو نے میری ملاقات ایک معزز کیرن سے کرائی۔ جو مرگوئی کے علاقہ میں اپنی قوم کا سردار ہے۔ وہ کہتا ہے کہ مرگوئی اور تناسرم کے ایرن لوگوں نے ہماری بابت سنا۔ اور وہ صرف ہمارے ملنے ہی کی خاطر اتنی دور گھر سے آیا۔ تھوڑی دیر تک انجیل سننے کے بعد وہ یہ کہتا رخصت ہوا۔ کہ میں پھر شام کو واپس آؤنگا

کوتھابیو نے ہماری منظوری سے کئی ہفتے کے لئے مشنری دورے پر جانے کا فیصلہ کیا۔ یہ ایک حیرانی بخش امر ہے۔ کہ کیونکر کمزور آدمی بھی جب مسیح کی روح اور روحونکی محبت

اُن کی تحریک کرتی۔ تو کیسے دلیر اور پرہمت ہو جاتے ہیں سیغ رہب کیرن جسے داغی لیاقت اور بڑی
انسانی علم حاصل ہے۔ لوگوں کو فائدہ پہنچانے کی نئی نئی عمدہ تجویزیں کرتا رہتا ہے یہ کہتا ہے
کہ پیلٹ اور بیکو اور دریا کے منبع کے آس پاس کیرن لوگوں کی بہت سی بستیاں ہیں جہاں وہ
جانا چاہتا ہے مرگوئی کے صوبہ میں بہت سے کیرن ہیں جنہیں انجیل کی خوشخبری سنانا
چاہتا ہے۔ کہ سیام اور پھر بیبین اور پھر اپنے وطن جونگون کے نزدیک ہے۔ جائے
وہاں بہت کیرن رہتے ہیں۔ الغرض اس بوڑھے آدمی کی ایسی ہی تدبیریں ہیں آج شام ایک ایسا واقعہ
ہوا جو گویا مشیت ایزدی کا پیغام معلوم ہوتا ہے۔ اسی کیرن سردار نے خواہش ظاہر کی۔ کہ کوتھابیو
اس کی کشتی میں مرگوئی تک چلے اور یہ بھی وعدہ کیا۔ کہ اس کے سارے سفر میں کوئی نہ کوئی
ضرور اُس کے ساتھ رہیگا۔ کوتھابیو جانے پر مائل ہے اور شائد پانچ چھ ہفتے باہر رہے +

چند روز بعد مسٹر بوڈمین لکھتا ہے "کیرن لوگوں کی ایک خاصی تعداد دیہات پاس
ہے۔ اور کوتھابیو حیات ابدی کے کلام سنانے اور سمجھانے میں دن رات لگا رہتا ہے معلوم ہوتا ہے
کہ ان لوگوں کی قبولیت کا وقت آپہنچا ہے +

کوتھابیو کی بیوی ماری نے مارچ ۳۸ ۱۸ء کو بپتسمہ پایا مسٹر بوڈمین اس کی آزمائش
کی نسبت یوں لکھتا ہے "وہ پہلے بڑی نادان اور بدمعاش تھی لیکن اسکے خاوند اور مسٹر
بوڈمین کی زیر تعلیم اور حفاظت وہ چند ہی مہینوں میں ایک ہونہار متلاشی بن گئی ہے اور ہمیں
یہ یقین کرنے کا حوصلہ ہو گیا ہے۔ کہ اُس کا دل سچ مچ بدل گیا ہے تین مہینے ہوئے کہ اُس نے بپتسمہ کی
خواہش ظاہر کی +

اپنی بیوی کے بپتسمہ کے بعد ہی کوتھابیو جنوب کی طرف روانہ ہوا تاکہ مرگوئی تک جائے۔
وہ کیرن سردار کے ہمراہ نہ گیا جس کا ہم اوپر ذکر کر آئے ہیں اس سردار کی نسبت یہاں صرف
اتنا لکھنا ہی کافی ہوگا۔ کہ اُس نے ۳۰ ۱۸ء میں اس سرگذشت کے راقم کے ہاتھ سے بپتسمہ پایا
وہ کلیسیا کا بڑا مفید ممبر ثابت ہوا۔ اور اُس کی اولاد جو یعقوب کی اولاد کی طرح جب وہ مصر میں

گیا مشیار تھی۔ اُسی کی پیروی کرتی رہی ہے۔ اِس سفر میں کوتھا بیو کے ساتھ مونگ مکینی
گیا جو لکھتا ہے "ہم ٹونگ بیونات اور خلیج منتما میں گئے جہاں ہم نے سو کو کلے اور سو کو بھی
سے کلام اللہ کی منادی کی۔ اور پھر ہم بیوٹ ٹانلٹ میں گئے۔ جہاں ہم نے سو کو کلے
اور خاندان سے منادی کی۔ یہ جگہیں ٹانٹ بیوگ کی گرد نواح میں ہیں۔ اور متذکرہ بالا اشخاص
نے کئی برس بعد بپتسمہ پایا۔ پھر ہم پے اور بیلوٹ میں گئے۔ اور تکوس اور سگوس سے
منادی کی لیکن کسی کسی نے نہ سُنی۔ پولوک میں کوتھا بیو بیمار ہو گیا۔ یاں اجنبیوں اور
بے اعتقادوں میں بیمار پڑ کر وہ ہمراہی کو چھوڑ نہ سکتا تھا لیکن انجیل کی منادی اُس کے نزدیک
اس کے اپنے آرام سے کہیں بڑھ کے تھی۔ اِس کے لئے سکی لکھتا ہے "اُس نے مجھے
مجبور کیا کہ میں پیچھا میں منادی کرنے جاؤں اور اُسے پیچھے اکیلا چھوڑ جاؤں اُس کی صحت ایسی اب گر گئی کہ وہ
بالکل قابل نہ رہا جب وہ سفر کرنے کے قابل ہوا۔ تو مجبوراً ٹیوا کا راستہ لیا۔ اور آہستہ آہستہ سفر
کرتے اور تمام کیرن بستیوں میں منادی کرتے آئے جس شخص کے پاس کوتھا بیو بیماری کی
حالت میں شہر پولوک میں ٹھیرا تھا۔ وہ اس بستی میں پہلا مسیحی ہوا۔ اس کا بپتسمہ ۱۸۳۱ء میں
ہوا اور اب وہ کلیسیا کا ایک رکن ہے مئی میں مسٹر بوڈ مین لکھتا ہے "کوتھا بیو سات ہفتے
جنگل میں گذار کر اپنے ہموطنوں کو انجیل کی منادی سُنا کر واپس آیا۔ اُس کے سفر کا بیان دلچسپ
و ہمت دلانے والا ہے ہمیں افسوس ہے کہ اس کی صحت اچھی نہیں۔ خدا اُسے زندہ و سلامت رکھے
کہ وہ اپنے بدنصیب لوگوں میں اور مفید کام کر سکے"۔

دوسرا موسم برسات اِس نے تھسکیو کے نزدیک ایک اسکول پڑھانے میں صرف کیا
وہ پہلے بھی کام کر چکا تھا۔ مونگ کیا لکھتا ہے۔ "وہ اپنی بیوی کے ساتھ آیا۔ دونو میرے پاس
ٹھیرے۔ اور اُسی نے مجھے سکھایا کہ خدا کی پرستش کس طرح کرنی چاہئے جب موسم برسات
ختم ہو چکا۔ تو اُس نے مجھے کہا۔ بھائی تیرے ساتھ رہنے کو جی چاہتا ہے لیکن میری بیوی
تھسکیو جانا چاہتی ہے۔ سو وہ اپنی بیوی کو تھسکیو پہنچا کر کو تھالو میں چلا گیا۔"

کرنے میں وقت گذارتے رہے۔ وہ محوش تھے۔ کہ انہوں نے یہ غیر قوموں کے کام چھوڑ دئے ہیں +

کوتھابیو کی آمد کے دوسرے سن اُس نے سیام جانے کی تجویز پیش کی۔ مسٹر بوڈمین لکھتا ہے۔ کہ ہم نے فیصلہ کر لیا ہے۔ کہ کوتھابیو کے سیام جانے میں اس کا حوصلہ بڑھائیں۔ یہ سفر چھ سات دنوں میں طے ہوگا۔ اُس کا ارادہ ہے۔ کہ کل روانہ ہو اور سات آٹھ ہفتہ غیر حاضر رہے۔ اور دوسرے دن یوں لکھتا ہے۔ کوتھابیو کی دیر سے خواہش تھی۔ کہ پہاڑوں کے پار جا کر سیام کے کیرنوں میں انجیل کی بشارت دے۔ پچھلے دنوں اُسے وہاں کے چند شخص ملے جنہوں نے اُسے مدعو کیا۔ اس نے ہمارے صلاح مشورے اور فیصلہ کے لئے یہ امر ہمارے پیش کیا۔ تیسرے دن وہ یوں لکھتا ہے کیرنوں اور خصوصاً کوتھابیو کو الٰہی برکت کے سپرد کر کے آج صبح ہم نے سفر پر روانہ کیا۔ میں نے وہاں کے لوگوں اور حاکموں کے نام ایک پُر محبت خط اُس کی ملاقات کرانے کو دیا ہے +

مونگ سیکی جو اُس کے ہمراہ گیا لکھتا ہے۔ جب ہم سیام میں پہنچے۔ تو وہاں کے حاکم نے کوتھابیو کو آگے بڑھنے کی اجازت نہ دی۔ اس نے کہا۔ کہ اگر ہم دوسرے شہر جائیں۔ تو بادشاہ اُس سے نیکالنے میں بلا بھیجیگا۔ کیونکہ وہ بزرگ تھا۔ اِس لئے اُسے واپس جانا پڑا۔ اور میں آگے بڑھا۔ اور منادی کرتا رہا +

جب اپریل ۱۸۳۰ء میں مسٹر بوڈمین مل مین میں ہاں کا اہتمام لینے کو گیا۔ تو وہ اس کے ہمراہ ہو لیا۔ اور آتے ہی ایک ٹیلنگ مددگار کو کوتھابیو کے ہمراہ شہر میں چھوڑ گیا۔ کہ کیرن جنگلوں میں منادی کرے۔ جیسے وہ ٹیوے میں کیا کرتا تھا۔ جولائی میں مسٹر بوڈمین لکھتا ہے "ایک مہینہ کا عرصہ گذرتا ہے۔ کہ یہی شخص جو کیرن خوب بولتا ہے۔ کوتھابیو کے ہمراہ گیا۔ کہ دریا کے اُس پار کے کیرنوں میں کام کرے۔ میں نے انہیں بہت سی کتابیں اور رسالے تقسیم کرنے کو دئیے۔ چار دن گذرتے ہیں۔ کہ وہ خوشی خوشی دورے سے واپس آئے۔ لوگوں نے اُن کی ویسی ہی خاطر تواضع کی۔ جیسے ٹیوے میں کوتھابیو کی ہوئی تھی۔ بہتوں نے بکمال کرنوالی محبت" کے پیغام کو کمال توجہ سے سُنا۔ جو پڑھ سکتے تھے انہوں نے بڑے شوق سے کتابیں

لیں۔ اور جو پڑھ نہیں سکتے تھے اُنہوں نے بھی یہ کہکر مانگیں کہ ہم اوروں سے پڑھوا لینگے
دورے کے ختم ہونے سے پیشتر اُن کی کتابیں ختم ہوگئیں اور کوتھابیو کو اپنی ذاتی کتابیں
دینی پڑیں۔ اُن کی واپسی پر پانچ شخص اُن کے ہمراہ ہولئے۔ اِن میں سے چار کہتے ہیں کہ ہم نے
انجیل کو قبول کر لیا۔ اور بپتسمہ کی درخواست بھی کی۔ اور اگرچہ مجھے یقین ہے کہ ساری دیسی کلیسیا
اُنکے حق میں رائے دیگی۔ میں چاہتا ہوں۔ کہ اُن کی سچائی اور ثابت قدمی آزمانے کیلئے اُنکے بپتسمہ
میں دیر کی جائے +

جب مسٹر بوڈمین نومبر میں نیوئے واپس آیا تو کوتھابیو بھی اُس کے ساتھ تھا۔ اور آمد کی
تھوڑی دیر بعد کیرن بستیوں میں چلا گیا۔ تاکہ واپسی کی خبر دے +

مسٹر بوڈمین اپنے آخری روزنامچے مورخہ ۱۶ دسمبر میں یوں لکھتا ہے۔" دوپہر کے وقت
کوتھابیو واپس آیا اور چالیس اُس کے ہمراہ تھے۔ اُن کی بابت اُس نے کہا۔ کہ یہ سب بپتسمہ
لینے آئے ہیں۔ ان میں سوائے دو کے اور تمام شاگرد تھے۔ جو ہم سے پہلے ہی ملنے آئے تھے۔
اس لئے سب شاگرد اور بہت سے اور لوگ بھی آ ملے ہیں۔ جو بپتسمہ کے خواہاں ہیں۔ ہماری ملاقات
کیسی دلچسپ ہے لیکن مجھ میں اتنی ہمت نہیں۔ کہ اس کا بخوبی بیان کر سکوں +

مبارک وہ جو پاک دل ہیں۔ متی ۵-۸

ایک چھوٹی لڑکی نے اُستانی کو انجیل متی کے پانچویں باب کی پہلی ۱۲ آیتیں پڑھ کر سنائیں
اُستانی نے پوچھا کہ تم اِن الٰہی برکتوں میں سے کسے ترجیح دیتی ہو اُس نے تھوڑی سوچ
کے بعد شرماتے ہوئے مسکرا کر کہا میں پاک دل کو ترجیح دیتی ہوں۔ اُس کی اُستانی نے پوچھا کس طرح؟
اُس نے جواب دیا کہ اگر میرا دل پاک ہے تو یہ سب برکتیں جن کا اِس باب میں ذکر ہے خود بخود
حاصل ہونگی +

ہمارے مشن اور سوسائٹیاں

یہودی

کنعان میں یہودیوں کی تعداد قریب پچاس ہزار کے ہے جنمیں سے قریب ۵۰۰۰ کے یروشلیم میں رہتے ہیں یروشلیم یہودیوں کے درمیان کام کرنیوالی سوسائٹیوں کا صدر مقام بنتا جاتا ہے۔ انیسویں صدی کی شائستگی کنعان کے ملک میں بڑی بڑی تبدیلیاں پیدا کر رہی ہے۔ ریلیں جاری ہوتی جاتی ہیں اور بحری دریاؤں میں سٹیمر چلنے شروع ہو گئے ہیں۔ کل دنیا میں یہودیوں کی تعداد قریب ستر لاکھ ہے۔ داؤد کے زمانہ میں اس قوم کی تعداد اسکے نصف تھی۔ انمیں ۸۰۰۰ یورپ میں رہتے ہیں ۲۶۰۰۰۰ روس میں اور ۱۸۶۰۰۰۰ آسٹریا میں۔ باقی دنیا کے طبقے پر منتشر ہیں۔ انمیں انجیل پھیلانیکے لئے قریباً پچاس سوسائٹیاں ہیں۔ اور ان پچاس سوسائٹیوں نے ایک سو تیس سٹیشن کھول رکھے ہیں۔ ان سٹیشنوں میں قریباً تین سو کام کرنیوالے ہیں۔ مریدوں کی تعداد ایک لاکھ پچاس ہزار ہے اکثر دیکھا جاتا ہے کہ یہودی مسیحی انجیل کا اعلےٰ منادی ہوتا ہے۔

جاپان میں مسیحی سپاہی

جاپانی سپاہ کے ایک بت پرست افسر نے وہاں کے مسیحیوں کی نسبت جو سپاہ میں داخل ہیں یہ رائے ظاہر کی۔ میں بھی بڑا بت پرست ہوں اور گو میں مسیحی نہیں ہوں تاہم میں نے بڑی خوشی سے معلوم کیا ہے کہ وہ سپاہی جو مسیحی ہیں بہت ہی اچھا چلن رکھتے ہیں۔ لڑائی میں وہ خاموشی لڑتے ہوئے اور دل جمعی کے ساتھ جاتے ہیں۔ میرا خیال ہے کہ اگر سب سپاہ مسیحی ہو جائے تو بہت اچھا ہوگا۔

مس ٹیلر صاحبہ نے گورنمنٹ اوف انڈیا کی اجازت سے تبت میں مشن کھولا ہے۔

مقام فوچو واقع چین میں مشنریوں نے گیارہ برس محنت کی اور ایک شخص مسیحی ہوا ۱۸۶۱ء میں تین آدمیوں نے بپتسمہ پایا۔ آجکل دن خدا کے فضل سے وہاں تیس ہزار مسیحی ہیں۔ انمیں چرچ مشنری سوسائٹی کے متعلق دس پادری ہیں اور کلیسیاؤں کی تعداد ایک سو ستر ہے۔

وعظ

داؤد کے گناہ کے نتائج

داؤد بادشاہ نے اپنا چہرہ ڈھانپا اور بادشاہ بڑی آواز سے چلایا ای میرے بیٹے ابی سلوم ای ابی سلوم میرے بیٹے میرے بیٹے! ۲ سموئیل ۱۹-۴

گذشتہ وعظ داؤد اور ناتن کے مقابلے کی بابت تھا۔ اس میں ہمنے ان حالات کا ذکر کیا تھا جنکے درمیان داؤد کا بڑا گناہ سرزد ہوا۔ اس امر پر بھی غور کیا گیا تھا کہ داؤد کی شمشیر زنی میں کیسی کامیابی ثابت ہو چکی تھی۔ گویا اس وقت داؤد کا ستارہ عین غایت عروج پر تھا۔ بنی اسرائیل میں سے کسی نے اسکے پیشتر ایسی کامیابی حاصل نہ کی تھی اور نہ اسکے بعد کوئی بڑا جو اٹھا کہ ثانی کہلا سکتا اس لاثانی کامیابی کے مقابلے میں **داؤد** کا گناہ اور اسکی خاکساری نہایت ہی عجیب معلوم ہوتی ہے۔ یہ سوچ کر کہ میں اپنے ہر کام اور اپنی ہر کوشش میں کامیاب ہو چکا ہوں اسکو مطلق تسلی نہ دیتا تھا۔ یہ کڑوا اور دردناک خیال اسکے دل کو چھیدے ڈالتا تھا۔ کہ میں نے خدا کے حضور گناہ کیا ہے [illegible] تھا وہ اپنے فعل کے نتائج کی طرف غور نہ کر رہا تھا۔ وہ اپنے سارے دل سے اپنے گناہ پر سوچ رہا تھا۔ اسکی توبہ سب کا پچھتاوا درجہ کمال کو پہنچا ہوا تھا ٭

اور نہایت جو معافی اسکو دی گئی وہ بھی کامل تھی۔ اسکا خدا کے حضور سب سے دل اور ساری جان سے حاضر ہونا۔ اسکا اپنے تئیں بالکل خاک میں ملا دینا۔ اسکا چیخ چیخ کر معافی کے لئے التجا کرنا حاصل تھا جواب بہت جلد دیا گیا۔ اور وہ جواب پورا تھا۔ وہی نبوی آواز جسنے اس پر گناہ قائم کیا تھا اسکو معافی بخشتی ہے "خدا نے تیرا گناہ دور کیا ہے"۔ اسکا دل پاک کیا گیا۔ ایک مستقیم روح اسکے باطن میں داخل کی گئی٭

لیکن داؤد کے گرجانے سے جو سبق ہمیں حاصل ہوتا ہے ادھورا رہتا ہے جب تک کہ ہم بعد کی سرگزشت پر غور نہیں کرتے۔ اگرچہ گناہ دور ہو گیا تاہم اسکے نتائج باقی رہے۔ گناہ دور ہوا لیکن جرمانہ باقی رہا۔ اس وعظ میں ہم اسی امر پر غور کرینگے۔ ہم داؤد کی آئندہ زندگی کے سب سے بڑے غم پر غور کرینگے۔ یعنی ابسلوم کی بغاوت اور موت پر۔ یہ موت داؤد کے گناہ کا نتیجہ ہے۔

یہ قصہ نہایت دلچسپ ہے۔ بائبل دنیا کی سب کتابوں سے زیادہ دلچسپ ہے۔ لیکن اس دلچسپ کتاب میں یہ قصہ نہایت ہی دلچسپ ہے۔ بار بار بیان کئے جانے سے اسکی تازگی جاتی نہیں رہتی۔ داؤد کے بھاگنے کا بیان بڑے طول کے ساتھ بیان کیا گیا ہے۔ یہ سچ کہا گیا ہے کہ اس ایک دن کا بیان اتنا طویل ہے کہ کسی اور ایک دن کا بیان بائبل میں اسکی طوالت کو نہیں پہنچتا۔ ہم گویا اپنی آنکھوں سے دیکھ سکتے ہیں کہ بادشاہ چلا جاتا ہے اور اسکے پیچھے جلاوطنوں کی ایک بڑی بھیڑ جا رہی ہے ہم دیکھ سکتے ہیں کہ اُسنے یروشلیم کی طرف سے اپنا مُنہ پھیر لیا ہے۔ اس یروشلیم کی طرف سے جس میں اسنے بڑے بڑے معرکے مارے تھے جس میں اس سے بڑی بڑی بہادریاں ظاہر ہوئیں تھیں۔ ہم دیکھ سکتے ہیں کہ وہ قدرون کے نالے کو عبور کرکے کوہ زیتون پر چڑھ رہا ہے۔ ”سارا ملک بلند آواز سے رویا اور تمام آدمی نالے پر سے گزرے“۔ جاتے وقت داؤد روتا تھا اور اس کا سر ڈھنپا ہوا تھا اور اُسکے پاؤں ننگے تھے۔ اور تمام لوگ جو اسکے ساتھ تھے اپنے سر ڈھانپے ہوئے تھے۔ اور چڑھتے وقت روتے تھے۔ اسکو اس حالت میں جاتے ہم دیکھتے ہیں۔ آخرکار اسکی حالت کی دیوانگی اور وہ نتائج جو اس سے پیدا ہوتے ہیں انکی سنجیدگی درجہ غایت کو پہنچتی ہے جب اسکا دشمن شمعی میدان میں نمودار ہوتا ہے اور گالیوں اور لعنتوں سے گرے ہوئے بادشاہ کا تختک کرتا ہے وہ دل شکستہ بادشاہ کے زخمی دل پر اپنے بیرحمی کے پاؤں رکھتا ہے اور کہتا ہے آ اے خونی مرد۔ آ اے بلعامی مرد۔ دیکھ تو اپنی شرارت میں پھنسا ہے۔ دیکھ تو خون کا آدمی ہے۔ اس وقت بادشاہ کی دلی توبہ اور اُسکا دلی رنج ظاہر ہوتا ہے۔ افسوس صد افسوس

شمعی [illegible]

شمعی بھی پوری طرح آگاہ نہ تھا۔ بادشاہ نے بڑی الوالعزمی سے اپنے پیروؤں کو اس کمینے شریر کو سزا دینے سے باز رکھا۔ اور کہا کہ اسے دل بھر کے لعنت کرنے اور پتھر اور خاک پھینکنے دو۔ کیونکہ ممکن ہے کہ وہ اپنی ان باتوں سے میرے غم کو زیادہ کرے۔ میرا غم تو حد کو پہنچ چکا ہے وہ مجھے زیادہ خاک میں ملا نہیں سکتا۔ میں تو پہلے ہی سے خاک ہو چکا ہوں۔ دیکھو میرا بیٹا میری جان لینے کے درپے ہے۔ اور کیا یہ بنیامینی اس سے بڑھکر کچھ کوئی زیادتی کر سکتا ہے اسکی گالیاں۔ کیا وہ فی الحقیقت وہی نہیں ہے جو خدا نے خود گناہ کے لئے مقرر کی ہیں۔ اسکی زیادتی۔ کیا وہ خدا نے خود مقرر نہیں کی تاکہ اُسکے وسیلے سے گنہگار کا دل درست اور پاک کیا جائے۔ اسلئے مزاحمت نہ کرو۔ اسے گالیاں دینے دو۔ کیونکہ یہ خدا کی مرضی ہے۔ شائد اسکی گالیوں کے بدلے میں خدا مجھ سے نیکی کریگا ؞

آخر کار معاملہ بدل گیا۔ بغاوت فرو کی گئی۔ باغی مارا گیا۔ بادشاہ اور اُسکے ہمراہی اپنے گھروں کو واپس گئے۔ ہمیں خیال ہوتا ہے کہ اب تو ضرور بادشاہ کا دل خوش ہؤا ہوگا۔ اس نے ضرور اس بڑے چھٹکارے کے لئے خدا کا شکر خوشی سے کیا ہوگا۔ مطلق نہیں۔ اسکا واپس آنا اُسکے بھاگنے کی نسبت زیادہ دردناک ہے۔ فتح نے پہلے حقارت کی نسبت زیادہ رنج پیدا کیا۔ اس دن سب لوگوں کے نزدیک فتح غم سے مبدّل ہو گئی۔ کیونکہ اس دن لوگوں میں چرچا تھا کہ بادشاہ اپنے بیٹے کے لئے کس قدر غمگین ہے۔ اور لوگ چوری چوری شہر میں داخل ہوئے جیسے کہ شکست کے بعد لوگ شرمندہ ہو کر غائب ہو جاتے ہیں ؞

ابسلوم کا جرم چنداں نرالا نہ تھا۔ بڑے بڑے خاندانوں کی تاریخ میں کئی ایسے ماجرے ہو چکے ہیں۔ تخت کا وارث بے صبر ہو جاتا ہے اور قدرت کی آہستہ رفتار کو تیز کرنا چاہتا ہے۔ بے صبری سے اس شے کو جو اسکو ملنے والی ہے وہ جلد لینا چاہتا ہے۔ معمولی آدمیوں کے خاندانوں میں بھی ایسی بات دیکھی گئی ہے۔ والدین کسی بچے کو بہت ہی پیار کرتے ہیں۔ اسکی عادات انکو نہایت عزیز معلوم ہوتی ہیں۔ اسکے چہرے کے نور سے

انکا گھر روشن رہتا ہے۔ لیکن وہ لڑکا بڑا ہو کر اپنی خودغرضی اور ناشکرگزاری سے انکے دل
اور انکی دلی محبت کے پرزے پرزے کرتا ہے۔ داؤد کے اس ماجرے کا لکھنے والا بڑی
محبت سے ابسلوم کی خوبصورتی اسکی لیاقتوں اور اسکی پیاری عادات کا پورا پورا بیان کرتا ہے
گویا وہ خود اس پر اوروں کی طرح عاشق ہے لیکن ابسلوم کی قابلیتوں اور خوبصورتی اور اسکی
نالائق خصلت کے درمیان ایک عجیب اور افسوسناک تناقض ہے۔ اسکی زندگی بڑی امیدوں
سے شروع ہوتی ہے۔ اسکا انجام تاریکی میں ہوتا ہے۔ اسکا جسم از حد خوبصورت اسکا دل اور
اسکی خصلت از حد نالائق۔ وہ جسکی طرف داؤد کا دل بڑی نفگی کے موقعہ پر بھی دوڑتا تھا۔ وہ
جسکی بابت یہ کہا جاتا تھا کہ تمام اسرائیل میں کوئی اور ایسا خوبصورت نہیں۔ جس کے جسم میں
سر کی چاندی سے لیکر پاؤں کے تلوے تک کوئی نقص نہ تھا۔ وہ جسنے اپنی خوش خلقی
سے تمام اسرائیل کا دل لے لیا۔ ایسے آدمی کی نسبت ہمارا گمان ہوتا ہے کہ وہ بار دل بھی لے لیتا*
یروشلیم کی دیواروں کے باہر قدرون کے نالے پر ایک قدیم قبر ہے جو ابسلوم
کے نام سے مشہور ہے۔ جنہوں نے اس قبر کو دیکھا ہے وہ کہتے ہیں کہ وہ قبر چاروں طرف سے
قریباً پتھروں میں دبی ہوئی ہے اور روائت ہے کہ یہ پتھر نفرت کے باعث یہودیوں نے
وقتاً فوقتاً اس پر پھینکے ہیں۔ ان دنوں میں بھی ہر یہودی کا یہ مذہبی فرض ہے کہ اس شاہزادے
پر لعنت کرے۔ یہ وہی شاہزادہ ہے جسنے انکے باپ دادوں کے دل موہ لئے تھے۔ یہ ایک
تبدیلی ہے :-

جو سبق اور عبرت اس قصے سے حاصل ہوتی ہے وہ چنداں عجیب یا نرالی نہیں
تاہم بڑی اندوہناک ہے۔ گہرا اور نفرتی فریب جو ظاہری کشادہ دلی کے نیچے پنہاں
ہے۔ انتہا درجے کی خودغرضی جو ایک خوش خلق چہرے کے نیچے چھپی ہوتی ہے۔ تمام ...
جو ایک خوبصورت جسم سے پوشیدہ ہوتا ہے۔ کیا اس وعظ کے پڑھنے والوں میں کوئی
ہے جسکو خدا نے ابسلوم کے سے جوہر عنایت کئے ہیں۔ جو جانتا ہے کہ مجھے اسی طاقت

عنایت ہوئی ہے کہ وہ دوسروں کے دلوں کو آسانی سے اپنا مطیع کر لیتے ہیں۔ شاید یہ طاقت جسمانی خوبصورتی میں ہے۔ شاید یہ فصاحت ہے۔ ایسے آدمی ہمیشہ خبردار رہیں۔ یہ لیاقتیں اور قابلیتیں بڑی بیش قیمت ہیں اگر درستی سے استعمال کی جائیں۔ ایسے لوگ وہاں پہنچ سکتے ہیں جہاں معمولی آدمی کی پہنچ نہیں۔ زندگی کی بڑی بڑی مشکلات انکے سامنے سے دور ہو جاتی ہیں زندگی کا تاریک راستہ ان کی جسمانی یا ذہنی روشنی سے منور ہو جاتا ہے۔

لیکن ایسے لوگوں کے واسطے خاص خطرے بھی ہوتے ہیں وہ آسانی جس کے ساتھ ایسے لوگ زندگی میں سے گذرتے ہیں ان قیمتی آزمائشوں کو جن سے بڑے بڑے سبق سیکھے جاتے ہیں دور کرتی ہے جب وہ دیکھتے ہیں کہ ہر شخص ان کا مائل ہے اور دوسروں پر بااثر ڈال سکتے اور انکو اپنے قابو میں لا سکتے ہیں وہ بدمست ہو جاتے ہیں اور ان کا دل سخت ہو جاتا ہے انکو کوئی تربیت نہیں ملتی۔ کوئی خود انکاری انکو زیادہ ضرورت نہیں ہوتی اسطرح سے اگر وہ اپنی خوب حفاظت نہ کریں تو وہ انتہا درجے کے خود غرض ہو جاتے ہیں۔ رحم اور ہمدردی ان میں سے بالکل نکلجاتی ہے۔ بعض لوگوں کو بڑی عقل اور حکمت عنایت ہوتی ہے وہ انہیں کی وجہ سے وہ اپنے ہر کام میں کامیاب ہوتے ہیں۔ لیکن اسکا نتیجہ یہ ہوتا ہے وہ اپنی کوششوں اور ارادوں کی نیکی یا بدی کی طرف سے بے پروا ہو جاتے ہیں۔ کامیابی انکو اندھا کر دیتی ہے۔ حق پر وہ اپنی عقل اور چالاکی سے غالب آتے ہیں۔ ایسے آدمی آخرکار بے کامیاب تر ہو جاتے ہیں۔ لاڈلا لڑکا بگڑ جاتا ہے۔ ایسے لوگ ایک شہر یا خاندان یا برادری کے لاڈلے لڑکے ہوتے ہیں۔

ابسلوم کی آزمائشیں ایسی ہی تھیں۔ اسکا بگڑ جانا بھی ایسا ہی تھا۔ لیکن اس وعظ میں بیٹے کے گناہ سے ہمیں اتنا کام نہیں جتنا باپ کے غم سے ہے۔ ہم غور کریں گے کہ داؤد کے بعد کی زندگی اسکے گناہ کے باعث کیسی ہو گئی۔

خدا کے انتظام میں دنیوی معاملات روحانی معاملات کے ساتھ ہمیشہ متوازی نہیں ہوتے۔ روحانی طور سے گناہ کا دور ہو جانا ہمیشہ اسبات کی دلیل نہیں کہ جسمانی طور سے اسکے نتائج بھی دور ہو جائینگے۔ پانی جو زمین پر گرایا گیا ہے پھر اٹھایا نہیں جا سکتا۔

گناہ کا فعل جب سرزد ہو چکا تو ہو چکا جو کچھ ہو گیا پھر واپس نہیں ہو سکتا۔ معافی تو ملتی ہے۔ لیکن نتائج دور نہیں ہوتے مفسروں نے بیان کیا ہے کہ کس طرح داؤد کی زندگی کی ہر ایک آفت اُسکے کسی نہ کسی گناہ کا نتیجہ تھی۔ مثلاً یہ بتلایا گیا ہے کہ امنون کا شرمناک فعل جس کے باعث ابسلوم نے خونی انتقام لیا اور جسکے باعث وہ اپنے باپ سے ناراض اور باغی ہوا اور آخر کار مقتول بھی ہوا ان بد تربیتوں کا نتیجہ تھا جو کثرت ازدواج کے باعث پیدا ہوتی ہیں یہ بھی بتایا گیا ہے کہ اخی طوفل ابسلوم کا فریبی صلاحکار بنت سبع کا دادا تھا۔ اور اغلب ہے کہ اسکا داؤد کو چھوڑ دینا اور اسکا دشمن ہو جانا داؤد کے گناہ کے باعث تھا علاوہ اسکے یہ بھی صاف ظاہر ہے کہ وہ غابہ جو یواب داؤد پر رکھتا تھا اور جسکے باعث داؤد نے بڑی تکالیف اور مشکلات اٹھائیں اور پیچیدگیوں میں پھنسا اسکی یہی وجہ تھی کہ وہ حتی اوریاہ کے معاملے میں داؤد کا ہمراز تھا۔ اغلب ہے کہ جب داؤد کا گناہ کسی قدر لوگوں کو معلوم ہو گیا اور اسکا چرچا پھیل گیا تو رعایا کے دلوں میں داؤد کی عزت کم ہو گئی۔ شائد بغاوت کی بھی کسی قدر یہ وجہ تھی۔ باپ کے گناہ نے ضرور سارے خاندان پر اپنا برا اثر ڈالا ہوگا اور اسکے بیٹوں کو بغاوت کی جرأت ہوئی ہوگی۔ کیونکہ ایسے گناہ متعدی مرض کی طرح پھیلتے ہیں۔ بہرصورت وہ شخص جسنے خود اپنے وفادار سپاہی کی جورو سے زنا کیا تھا۔ اس بات کی جرأت نہ رکھتا ہوگا کہ اپنے بیٹے امنون کے نفرتی گناہ پر بہت خفگی ظاہر کرے وہ جسنے خود اپنے ایک وفادار سپاہی کو مروایا تھا ابسلوم پر بہت ناراض نہ ہو سکتا ہوگا جب کہ اُسنے امنون سے ایسا خونی انتقام لیا۔ حالانکہ امنون نے ابسلوم کو بہت ہی رنج پہنچایا تھا۔

یہ سب خیالات صحیح ہیں۔ اسی نبی نے جسنے داؤد کو اسکے گناہ کی معافی بخشی اسکے گناہ کے نتائج کی پیشنگوئی بھی کی۔ "اِس لئے تلوار تیرے خاندان سے کبھی جُدا نہ ہوگی"۔ "خداوند فرماتا ہے دیکھ میں تیرے ہی گھر میں سے تیرے خلاف بدی برپا کرونگا"

تونے یہ چھپکے کیا۔ لیکن میں یہ بات تمام اسرائیل کے سامنے کرونگا۔ اور آفتاب کے سامنے
خدا کے قانون اور اُسکے مقرر کئے ہوئے نتیجے ملتوی یا موقوف نہیں ہوسکتے۔ دھوکا نہ کھاؤ
جو کچھ آدمی بوتا ہے وہی کاٹیگا۔ جیسا بیج ہے ویسی ہی فصل ہوگی +

مقدس آگسٹین کا قول ہے کہ بعض تمام آدمیوں ہیں جنکے لئے گرنا ہی فائدہ مند
ہے۔ وہ سب کا یہ قول ہے اپنی جوانی میں بڑے بڑے گناہ کر چکا تھا۔ وہ گر چکا تھا۔ لیکن وہ
گر کر اُٹھ بھی چکا تھا۔ اسکے اندر جیسا کہ داؤد کے اندر خدا نے ایک پاک دل پیدا کیا
تھا۔ اور اسکو ایک مستقیم روح از سر نو بخشی تھی۔ اسی طرح پاک ہوکر اور نئی پیدائش حاصل
کر لینے سے اجازت ملی کہ پردے کے پیچھے جو کرتا ہے روحانی تجربے سے خدا کے بھیدوں
کو بیان کرے۔ تاہم داؤد کی مثال اور ہماری اپنی روحانی تجربہ ہمیں اس بزرگ کا
قول تسلیم کر لینے سے منع کرتی ہے۔ ممکن نہیں کہ کسی کا گرنا اچھا ہو +

نہیں گرنا اچھا نہیں۔ کیونکہ عام عادت ہے جیسے ہم گرجانے کا ذکر کرتے ہیں
اصل میں ہمارا مطلب گرنے سے نہیں ہوتا۔ جب کوئی آدمی گرتا ہے تو وہ فعل جس
سے خاص طور پر اسکی حالت ظاہر ہوتی ہے اسکا حقیقی گرنا نہیں ہوتا۔ اصل گرنا
پہلے ہی ہو چکتا ہے۔ وہ افسوس اور تعجب دلانے والا فعل جس میں گناہ گویا منجمد ہوتا ہے
خواہ وہ فعل ہو یا خیال یا کلام دل کی بری حالت کا بیرونی ظہور ہوتا ہے۔ وہ تنزل کا
سب سے نچلا درجہ ہوتا ہے۔ اصلی گرنا اس میں ہوتا ہے کہ آدمی گناہ کو پسند کرنے لگتا ہے
و اسکی روح دن بدن بوسیدہ ہوتی جاتی ہے۔ اصل گرنا اسی کو کہتے ہیں۔ خاص فعل
محض ایک بیرونی ظہور ہوتا ہے۔ آدمی کے لئے اچھا ہے کہ وہ معلوم کرے کہ میں گر گیا
ہوں۔ لیکن گرنا از خود کبھی اچھا نہیں ہوسکتا +

گرنا اچھا نہیں۔ کیونکہ ممکن ہے کہ خدا کی طرف سے کسی آدمی کو پاک دل حاصل
ہو۔ اور مستقیم روح اسکے باطن میں داخل ہو تاہم اسکا گناہ اپنے پیچھے امتحان کا کڑوا

بقیہ چھوڑ جاتا ہے تکالیف کا بھاری بوجھ۔ جو صرف زندگی کے ساتھ ہی دور ہو سکتا ہے۔ داؤد کی حالت میں ایسا ہی ہؤا۔ کیا کوئی ایسا شخص ہے جو یہ معلوم کرکے کہ مجھ میں سے گناہ کی پہچان جاتی رہی ہے جو اپنے دل کی مُردگی سے مُتنفر ہوکر کوئی بڑا گناہ کرتا ہے تاکہ مجھے بڑی توبہ کرنیکا موقعہ ملے۔ جو یہ کہتا ہے کہ میں گناہ کرتا ہوں تاکہ فضل زیادہ ہو۔ کیا داؤد کا حال ایسے خیال کی تردید نہیں کرتا۔ اگر وہ روحانی سُستی کا بوجھ اُتارنیکی طاقت نہیں رکھتا تو کیا اس میں یہ طاقت ہے کہ کسی بڑے گناہ کے نتائج کا بوجھ اپنی گردن پر لیوے۔ جب داؤد پر بڑے بڑے صدمے گذر رہے تھے جب وہ اپنے خاندان کی خرابیاں پر رو رہا تھا۔ جب اسکے دوست اُس سے بیوفائی کر رہے تھے۔ جب اسکا عزیز بیٹا باغی ہوکر مارا گیا۔ اس وقت ضرور اسکے دل میں یہ خیال پیدا ہوگا۔ کہ یہ سب آفتیں میرے گناہ کا نتیجہ ہیں۔ بڑے رنج کے ساتھ وہ معلوم کر رہا ہوگا کہ میرے بیٹوں کے گناہ میرے اپنے گناہ کا عکس ہیں وہ کہتا ہوگا کہ یہ ورثہ میں نے ہی اُنکو دیا ہے۔ البتہ اسکا گناہ خدا کے رحم کی ندی میں دھویا گیا لیکن اسکے لئے ضرور تھا اپنے گناہ کے نتائج کو اپنے ہی آنسوؤں کی ندی میں دھوئے اس سے بڑھکر اسکو یہ بھی معلوم ہوگا کہ اپنے آنسوؤں سے میں انکو اپنی ساری عمر میں دھو نہ سکونگا۔

ایسے آنسوؤں کے ساتھ۔ غم اور رُوحانی تمیز کے آنسوؤں کے ساتھ۔ اُس نے اپنے شہر کو چھوڑا۔ خوبصورت نوجوان کو۔ جبکہ بغاوت بھڑک اٹھی [illegible] کوہ زیتون پر چڑھ گیا۔ اور چڑھتے وقت روتا تھا۔ اور اپنے سر کو ڈھاپتے تھا۔

ان لفظوں کو پڑھکر ہمیں ایک اَور موقعہ یاد آتا ہے۔ ایک اَور شخص تھا جو اس پہاڑ کے اُتار پر کھڑا ہوکر اس یروشلیم پر روتا تھا۔ انجیل نویس لکھتا ہے " جب وہ نزدیک آیا اُسنے شہر کو دیکھا اور اُسپہ رویا۔ اور کہا اگر تو اپنے اس دن میں ان باتوں کو جانتا جو تیرے امن کی ہیں۔ لیکن اب وہ تجھ سے چُھپی ہیں "۔

یہ وہی جگہ ہے۔ یہ وہی معاملہ ہے۔ لیکن ان دونوں آدمیوں کے ان دونو عمدہ والے کے خیالات اور حالت میں کتنا بڑا فرق ہے۔ ایک بڑا گہرا گڑھا ان دونو کو جدا کرتا ہے یہ گڑھا گزشتہ گناہ کی یادداشت ہے۔ ابن داؤد نے داؤد کی مانند باغی شہر پر اپنے آنسو بہائے۔ وہ شہر بڑے عمدہ موقعے اور بڑی عمدہ بخششیں ہاتھ سے کھو رہا تھا اسکی بابت تمام چمکیلی امیدیں فوت ہو رہی تھیں۔ لیکن ابن داؤد کے غم میں شرم یا اپنی بابت افسوس نہ تھا۔ وہ اپنی کسی خطا کو یاد نہ کر رہا تھا۔ اسکا غم پاک تھا۔ اس کے غم میں تسلی تھی۔ ایسا غم اسی شخص کو ہو سکتا ہے جو بڑی روحانی بلندی پر سے گنہگاروں پر نظر کرے۔ وہ روتا تھا۔ لیکن وہ اپنے سر کو ڈھانپے نہ تھا۔

جب بغاوت موقوف ہوئی تو بادشاہ کے آنسو زیادہ بہنے لگے۔ اسکا غم زیادہ تلخ ہو گیا۔ اسکا دل اور بھی ٹوٹ گیا۔ اور وہ پہلے کی نسبت زیادہ غم کرنے اور رونے کے لئے بیٹھ گیا۔ وہ اپنی دولت اپنی بادشاہت بلکہ اپنی جان دینے کو تیار تھا تاکہ اُس کا عزیز بیٹا اسے حاصل ہو۔ لیکن کیا وہ خود اس تمام ماجرے کے لئے ذمہ وار نہ تھا۔ کیا اُسکے بیٹے کے گناہ اسکی بغاوت اسکی موت اس کے عزیز دلربا بیٹے کے گناہ اسکی یعنی داؤد کی اپنی تقصیر اور بُری زندگی کا نتیجہ نہ تھے۔ فی الحقیقت داؤد اپنے ہی گناہ میں پکڑا گیا۔ کیا وہ خون کا آدمی نہ تھا۔

ضرور ہے کہ ہر آدمی اپنی زندگی کے غم اُٹھائے۔ کسی کے لئے اچھا نہیں کہ وہ زندگی کے غموں سے بچے۔ ابن آدم بھی مصیبتوں سے کامل کیا گیا تھا ضرور ہے کہ غم کے مدرسے میں ہم داخل ہوں۔ ابن آدم اس میں داخل ہوا۔ لیکن ہمارے لئے یہ بہتر ہے کہ ہم داؤد کی طرح اپنی خطاؤں کا بوجھ کاندھے پر لیکر اس مدرسے میں داخل نہ ہوں۔ بلکہ مسیح کی طرح بہادرانہ غم کے ساتھ۔ وہ غم جو اوروں کے گناہ سے پیدا ہوتا ہے جس سے ہم خود پاک ہیں۔ ہمارے لئے بہتر ہے کہ ان

تکالیف کو اٹھائیں جو داؤد کے گناہوں کا نتیجہ ہے ۔

لیکن اگر ایسا ہو کہ جب ہم پر تکلیف آتی ہے اور ہم ابن داؤد کی طرح نہیں بلکہ ابن یستی کی طرح ہیں ۔ اگر ہم نے گناہ کیا ہے ۔ اور ہماری تکلیف صاف صاف طور پر ہمارے گناہ کا نتیجہ ہے ۔ اگر ہمارا اپنا دل شمعی کی طرح ہم پر الزاموں کے پتھر اور خاک پھینکتا ہے اور کہتا ہے کہ تو اپنی شرارت میں پھنسا ہے ۔ یہ ہمارے لئے اچھا ہے ۔ شمعی کی لعنتوں کے ساتھ خدا کی برکت چمٹی ہوئی تھی ۔ جس طرح کہ زرخیز کرنے والی بارش سیاہ خوفناک بادل میں ہوتی ہے ۔ اس کی مزاحمت نہ کرو ۔ اسے لعنت کرنے دو ۔ شاید خدا میری مصیبت پر نظر کرے ۔ اس سے یہ نہیں معلوم ہوتا کہ خدا کا بازو اٹھا ہو گیا ہے کہ خدا کی معافی ادھوری ہے ۔ بلکہ اس کی گالیاں خدا کی حضوری کا نشان ہیں ۔ یہ اس کی محبت کا پیام ہے ۔ یہ اس کی تربیت ہے ۔

توبہ کرو ۔ متی ۳ باب ۲ آیت

سچی توبہ کے یہ معنی ہیں کہ دل گناہ کے لئے اور گناہ سے شکستہ ہو جائے ۔

ایک ربی نے اپنے شاگردوں کو سمجھایا کرتے تھے ایک دن پیشتر نہیں توبہ کرنی چاہئے ایک نے جواب دیا کہ موت کا دن نہ معلوم کب آئے ۔ تو ربی نے کہا پھر تمہیں ہر روز توبہ کرنی چاہئے ۔

کسی شخص نے فلپ هنری صاحب سے پوچھا کہ جناب آدمی کو کب تک توبہ کرنی چاہئے اور آپ کب تک توبہ کرتے رہیں گے بوڑھے فلپ هنری نے جواب دیا کہ جناب میں آسمان کے دروازے تک توبہ کرتا جاؤں گا ۔ ہر روز میں اپنے آپ کو گنہگار پاتا ہوں اور ہر روز ہی مجھے توبہ کی ضرورت معلوم ہوتی ہے ۔

گناہ کیا هی ؟ گناہ کسی خاص جرم یا بدی کا نام نہیں بلکہ اس دلی حالت کا نام ہے جس سے گویا خدا کا مقابلہ کرتے اور اس کی حکومت کو ناپسند کرتے ہیں (رڈیل)

انیسویں صدی کا ایک سچّا اُپسیلی

یہودیوں۔ محمدیوں۔ مسیحیوں کے

لئے سچّی حکائت۔ ریلیجس بُک ڈپو

امرتسر سے ایک آنہ پر ملسکتی ہے۔

THE MASIHI
A MONTHLY. PAPER.
SUBSCRIPTION Rs 1-8-
ALL COMMUNICATIONS TO BE.
ADDRESSED TO
THE MANAGER
MASIHI.
No 3
AMRITSAR.
Mission Press. Amritsar

مسیحی

امرتسر

نمبر چہارم اپریل ۱۸۹۶ء

فہرست مضامین

مشن پریس امرتسر

مسیحی

ہر مہینے امرتسر سے شائع ہوتا ہے

قیمت سالیانہ ایک روپیہ آٹھ آنہ پیشگی۔

تمام مضامین بنام ایڈیٹر و دیگر خط و کتابت

بنام منیجر مسیحی امرتسر ہونی چاہیے

مسیحی

مسیح نہ صرف اس لئے آیا کہ ہم زندگی پا سکیں بلکہ اِس لئے کہ ہم اُس کی زندگی حاصل کریں اور نہ اِس لئے کہ ہم گناہوں کی معافی اور ابدی خوشی حاصل کریں بلکہ اِس لئے کہ اُس کی ہستی مبارکہ میں شریک ہو سکیں۔ اے مسیحی اپنے اِس نصیب پر غور کر! +

ابھی تک آرمینیا کی خوفناک اندوہگین غارتگری کا خاتمہ ہوتا نظر نہیں آتا لیکن خاتمہ ہوگا ضرور۔ ہاں دُعا کرو کہ وہ جلد ہو۔ کسی قوم کا ایسا سختی و ظلم کرنا عموماً اس بُرائی کا اظہار کرتا ہے جو اُس کی عدالت سے پیشتر واقع ہوا کرتی ہے۔ کیونکہ خدا اپنے علم پر نہیں بلکہ اُن کھلے واقعات کے مطابق کام کیا کرتا ہے جو عالمگیر کانشنس (نورِ فطرت) سے اپیل کرتی ہیں +

جناب بشپ صاحب کلکتہ مارچ میں پنجاب میں تھے۔ ۲ تاریخ بمقام امرتسر آپ کی زیرِ صدارت ایک کانفرنس ہوئی مضمون زیرِ بحث (۱) دیسیوں کے کام کا خود بخود ترقی پانا (۲) انگریز مشنریوں کا مسیحیوں و غیر مسیحیوں کو تعلیم دینا" تھا۔ افسوس ہے کہ دوسرے مضمون پر بحث کے لئے وقت نہ رہا البتہ پہلے مضمون پر اچھے اچھے خیالات پیش کئے گئے۔ باتیں تو وہی تھیں جو اکثر سنڈوں و دیگر موقعوں پر کی جاتی ہیں اور جن کو عمل میں لانے کا کبھی بھی خیال نہیں ہوتا۔ تو بھی اس موقعہ پر صاف ظاہر ہو رہا تھا کہ زمانہ کی ہوا کا رُخ بدل رہا ہے۔ دیسیوں اور انگریزوں کے خیالات میں بڑی بڑی تبدیلیاں آ رہی ہیں۔ اب تو دونوں اپنی غلطیوں اور کمزوریوں کو دیکھنے لگے ہیں۔ دونوں کے دل گواہی دینے لگ گئے ہیں کہ ہمیں اپنے طریقے کو بدلنا پڑیگا۔ ہاں جو ہو سو ہو۔ ایک دوسرے سے محبت کے رشتے کو زیادہ مضبوط کرنا چاہئے ابھی تو ہم میں خود ایثاری اور روحانی قوت کی بڑی ضرورت ہے۔ لیکن آئندہ کی بابت دونوں پُر امید تھے۔ ایک دیسی مسیحی نے کہا کہ ہندوستانی کلیسیا بالکل اونگھ رہی ہے۔ اسے ابھی بیدار ہونا ہے۔ رُوح القدس کا کام ابھی باقی ہے۔ یہ ہو لینے دو۔

• دعا کرو کہ وہ جلد ہو۔ پھر دیکھنا مشن ورک کیونکر ترقی پاتا ہے پھر اُسی دیسی نے کہا کہ ایک اور رکاوٹ ہے دیسیوں اور انگریزوں میں غلط فہمیاں بہت ہیں۔ دونو ایک دوسرے سے اتنے الگ رہتے ہیں کہ ایک دوسرے کو سمجھ نہیں سکتے پھر دیسیوں اور انگریزوں میں اگر خدانخواستہ کوئی جھگڑا ہو تو دیسیوں کی کوئی نہیں سُنتا۔ یوں کہئے کہ دیسی مٹی کے برتن ہیں۔ انگریز لوہے کے یہ صورت عین خرابی پہلے ہی کی ہے۔ اُس نے کہا کہ ان باتوں کا علاج ہمارے اپنے ہی ہاتھوں میں ہے لیکن فکر کی بات نہیں۔ جب انگریز و دیسی فضل میں بڑھتے جائینگے۔ اور شاید دیسیوں کو بڑھنے کی زیادہ ضرورت ہے۔ تو یہ باتیں آپ ہی رفع ہو جائینگی +

ایک نوجوان مشنری نے فرمایا کہ دیسی ہم خدمت نہیں سمجھے جاتے انہیں ہمیشہ اپنے نگہبین سمجھا جاتا ہے ہر حالت میں یورپین ان کے افسر مقرر کئے جاتے ہیں۔ ہمارا ہرگز مطلب نہیں کہ سب دیسیوں کو بڑی بڑی جگہیں ملیں۔ لیکن ہمارا زور اس پر ہے کہ انہیں اپنے ہم خدمت سمجھا جائے۔ نہ ملازم۔ دیسی کو اعلیٰ جگہ نہ دیں کیونکہ وہ دیسی ہے۔ اور انگریز کو افسر نہ بنائیں اس لئے کہ وہ انگریز ہے +

جناب بشپ صاحب نے آخر کی نصیحت پر بڑا زور دیا +

بشپ صاحب کے یہ الفاظ جو آپ نے گارڈن پارٹی میں اپنی تقریر میں [illegible] یاد رکھنے کے قابل ہیں۔ آپ نے فرمایا۔ کلیسیا میں ہر طرح کے کام کی ضرورت ہے۔ اگر ہر ایک [illegible] کا کام کچھ ہی ہو [illegible] چال چلے تو منادوں اور مبشروں کی ذرا بھی ضرورت نہ [illegible] +

ہمارے بعض ناظرین کو معلوم ہوگا کہ پچھلے سال پریزبٹیرین نے چرچ کونسل [illegible] [illegible] کانفرنس [illegible] کی ایک جائنٹ کمیٹی مقرر کی تھی کہ ایسی تجاویز بتائیں [illegible] کونسل اپنے کام کو بہتر صورت میں نبھا سکے۔ جائنٹ کمیٹی نے سفارش کی ہے کہ چرچ کونسل [illegible] کانفرنس ایک ہی جائیں جس میں یورپین [illegible] پادری صاحبان اور دیسی ڈیلیگیٹ شامل ہوں۔ اس کے اور بھی نہیں [illegible] ضرور ہوگی [illegible] انگریز اکٹھے [illegible] کام کرنا اور ایک دوسرے سے ملنا جلنا سیکھینگے۔ اگلے نمبر میں [illegible] بحث کرینگے +

کو مقدم اور ضروری سمجھیں لیکن خدا کا ارادہ کچھ اور ہی ہو اس لئے موجودہ حالت میں اس پر زیادہ زور دینا بے سود ہے اول تو اسے ہوا پر ہی رہنے دو۔ ابھی آگ روشن ہے۔ دیکھو دیکھنا ہے خدا کیا کچھ کر کے دکھاتا ہے۔ ہم بعض دفعہ اپنے گردونواح کی حالت دیکھ کر دل ہی دل میں مضطرب ہو جاتے ہیں اور کسی کو یقین نہیں کہ آیا یا کبھی یا جلدی لوگ کب خطرہ جو روح القدس سے معمور ہو کر ہم کو پنجاب کی حدود میں لے آئیگا۔ ہاں ہم آج کل افق پر ایسے نشانات دیکھ رہے ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ وقت بہت دور نہیں کہ کوئی انقلاب عظیم ہماری حالت میں ہونے والا ہے۔ ہم اپنی مردہ دلی سے بیزار ہو چکے ہیں۔ وہ دن آ رہا ہے کہ انشاء اللہ ہم مشنری صاحبان پر ثابت کر دینگے کہ جب خدا پنجاب کے ناقص ہتھیاروں سے کام لینا شروع کرتا ہے تو وہ کس قدر مفید ثابت ہوتے ہیں۔ مشنری صاحبان بے صبر ہو کر دریافت کرتے ہیں کہ اے خداوند یہ کب ہوگا؟ جواب آتا ہے کہ صبح کا ستارہ نمودار ہو رہا ہے اور پو پھٹتی ہے۔ اے پنجاب کی کلیسیا بیدار ہو کہ تیری روشنی آ پہنچی اور وہ وقت نزدیک ہے کہ قومیں تیرے طلوع کی تجلی میں چلینگی۔ +

ختم کرنے سے پیشتر ہم دریافت کرتے ہیں کہ الفاظ "مشن" میں "ملازمت" کس معنے میں استعمال کئے جاتے ہیں؟ بقول پادری آئنسٹ صاحب ان الفاظ کو بالکل اڑا دینا چاہئے۔ اور ان کے بجائے "کلیسیا کے نوکر" قائم کرنا چاہئے۔ کیونکہ مشن کے ملازم میں آقا اور نوکر کا خیال مقدم ہے اور ان ہر دو میں بڑا بھاری فاصلہ ہے جس کو معدوم کرنا چاہئے۔ یہ رائے معقول معلوم ہوتی ہے تاکہ غلط فہمی رفع کرنے کے اس سے کلیسیا کی فضیلت مترشح ہوتی ہے۔ اور دنیاوی آقاؤں کا خیال بھی گم ہو جاتا ہے۔ خیر یہ کوئی اہم معاملہ نہیں۔ چند روز کے لئے عارضی اصطلاحات ہیں جن کا تعلق فقط درم و دینار کے ساتھ ہے۔ جس روز ہم مشنری صاحبان کو واپس انگلستان کی طرف رخصت کر کے خیر باد کہینگے۔ تو ہم کو ناموں کا ایک بالکل نیا سلسلہ قائم کرنا ہوگا۔ اور پھر اس قسم کے سوالات کسی کونسل میں پیش کرنے کی ضرورت نہ ہوگی کہ "دیسی مسیحی مشن میں کیوں ملازمت پسند نہیں کرتے"؟

کچھ عرصہ بعد کنعان نے بھی روم کے آگے اپنا سرنگوں کیا۔ پومپی اعظم سپہ سالار رومن تھا جو یروشلم میں فاتح کے طور پر داخل ہوا۔ اور قدس الاقداس میں داخل ہوکر اس کو ناپاک کیا +

تاہم سلطنت کا عصا کلیۃً طور پر اسرائیل سے چھینا نہ گیا۔ کیونکہ ادومی انتی پیٹر کا بیٹا ھیرودیس روم کا مطیع سمجھا جاکر اسرائیل کا بادشاہ بنایا گیا۔ وہ اسرائیل کے سب سے مضبوط بادشاہوں میں سے ایک تھا بلکہ اسرائیل کا آخری بادشاہ کہلا سکتا ہے۔ انہیں دنوں میں روم کی سلطنت تمام اندرونی لڑائیوں اور جھگڑوں سے خلاصی پاکر اگستس قیصر کے عہد میں اپنے نہایت عروج کو پہنچی۔ اگستس اپنے تمام دشمنوں پر غالب آیا اور روم کی عظیم الشان سلطنت کا اکیلا حاکم بنا +

لیکن روم میں آزادی کا نام ونشان باقی نہ رہا۔ بادشاہت جمہوری سلطنت کو نگل گئی۔ ایک آدمی کل شائستہ دنیا پر حکمران ہوا۔ یونان کا ملک اپنی قدیم بہادری اور جلال کو بھول کر علم وفلسفہ میں مشغول ہوا۔ مصر اپنے فرعون اور خاندان بطلیموس کو کھو بیٹھا۔ اور ایک رومی حاکم کے سامنے سرنگوں ہوا۔ دریائے دجلہ سے لے کر آبنائے جبرالٹر تک۔ کوہ اطلس سے لے کر آبنائے دوور تک روم اور رومی تو ہی فتحیاب کامیاب اور حکمران تھے جبکہ سلامتی کا شاہزادہ پیدا ہوا +

رومی شائستگی ایک عظیم شائستگی تھی۔ دنیا نے ایسی رونق پیشتر کبھی نہ دیکھی تھی۔ اور شاید ایسی رونق اس دن سے آج تک پھر ظہور میں نہیں آئی۔ اگرچہ موجودہ زمانہ کی طرح وہ لوگ اشیائے ایجادات پر قابض نہ تھے۔ تاہم ان کے پاس عیش کے ایسے سامان موجود تھے جو شاید ہمارے پاس موجود نہیں سنگتراشی اور خوبصورت عمارات کے بنانے میں وہ لوگ بڑے ماہر تھے۔ ہر اقسام کے فن ان کی ترقی کرتے تھے۔ ان کا ملکی انتظام ایسا پختہ تھا کہ اس کو کامل کہنا درست ہے۔ دور کے ممالک اور صوبے ایسی ترتیب اور ارزانی میں بحال رکھے جاتے تھے کہ تھوڑی سی فوج سے امن قائم رہتا تھا انہیں ملکوں میں آج کے دن بڑے لشکر بمشکل امن جاری کرتے ہیں۔ ان کی پولیس ایسی کامیابی پہنچی ہوئی تھی کہ اگر بادشاہ کسی شخص کو جلاوطن کرنا چاہتا تھا تو اس کو فقط اتنی ضرورت تھی کہ

۲

مسیحیوں کے لئے قدسیت کے اس طرف کوئی حقیقی جائے قرار نہیں۔ جب تک ہم اس درجہ کو نہیں پہنچتے ہمارے روحانی تجربے میں ایک قسم کی روحانی ناکامیابی کی چوٹ رہتی ہے۔ ہمارے دل میں خیال رہتا ہے کہ ہم نئے عہدنامے کے درجہ کو نہیں پہنچے۔ ہمارے دلوں میں شکوک باقی رہتے ہیں۔ ہمیں دودھ اور شہد کا مزہ نہیں آتا بلکہ بیابانی تلخی اور پیاس ہمیں ستاتی رہتی ہے۔ ہمارے دل میں فتح کی نسبت خوف زیادہ رہتا ہے۔ پرانی خواہشیں غلبہ کرتی رہتی ہیں۔ نیکی کی طرف دل پوری طرح نہیں جاتا۔ ہمیں رہنے کے لئے کوئی جگہ نہیں ملتی۔ روحوں کو کوئی جائے قرار حاصل نہیں ہوتا۔ ہم بغیر ترقی کئے سرگردان رہتے ہیں۔ ہم سفر کرتے چلتے ہیں اور راہ کا خاتمہ نہیں ہوتا۔ زمین خشک اور ویران نظر آتی ہے۔ آسمان سیسے کی طرح بھاری نظر آتا ہے۔ اور اس میں سے تپش نکلتی ہے۔ بےایمانی کے خیالات کان میں آنکر بڑبڑاتے ہیں۔ دل کی نسیں کھچی رہتی ہیں مذہبی کوششوں میں فقط ناکامی نظر آتی ہے قدسیت کے کنعان کے اس طرف روح کے لئے کوئی جائے قرار نہیں۔ خدا کے جلیل وعدے اور برکت کی روشن امیدیں ہمیشہ آگے کی طرف اشارہ کرتی رہتی ہیں۔ مسیح کا ارادہ ہماری نسبت فقط یہ نہیں کہ وہ صرف ہمارے گناہ معاف کرے۔ ہمارے گناہ معاف کرکے اس کا ارادہ ہے کہ وہ ہمیں آرام بخشے۔ ہماری زندگی میں طاقت ڈالے۔ اپنے میں شامل کرکے ہمیں فتحیاب کرے۔ بعض آدمیوں کا خیال مسیحی مذہب کی نسبت یہ ہے کہ اس سے صرف گناہ معاف ہوتے ہیں۔ کہ اس سے صرف گناہ کا ڈنک ٹوٹتا ہے۔ یہ ایک بڑا

دھوکا اور کمزوری ہے۔ ایسا خیال شیطان کی طرف سے آتا ہے۔ یہ خدا کے حضور گستاخی ہے۔ میں نے خدا کی صورت مطابق نہیں دیکھی اگر میرے دل میں فی الحقیقت گناہ کی طرف سے نفرت۔ اور پاکیزگی کے لئے گہری آرزو پیدا نہیں ہوئی کیا ممکن ہے کہ میں مسیح کو صلیب پر دیکھوں اور اُس شے سے نفرت نہ کروں جسنے جلال کے بادشاہ کو مصلوب کیا۔ گناہ کے رنگ کا چھوٹنا کافی نہیں۔ گناہ سے سخت عداوت پیدا ہونی چاہیئے۔ چاہیئے کہ مسیح کے اثر سے ہمارے دل میں ایک نئی روحانی پہچان۔ فرائض کا نیا اندازہ اور گناہ کے نفرتی پن کی نئی شناخت پیدا ہو +

پھر کنعان وہ جگہ ہے جہاں پر بنی اسرائیل کاملیت کو پہنچے۔ خدا کے وعدے کنعان سے باہر پورے نہ ہو سکتے تھے۔ جب وہ لوگ وہاں مقیم ہو گئے اُسکے بعد دُنیا نے نئی قدر پہچانی "تو ایک انگور کے درخت کو مصر سے نکال لایا۔ تو نے غیر قوموں کو دور کیا۔ اور اسکو لگایا۔ تو نے اُسکے لئے زمین طیار کی۔ اور اسکی جڑ لگائی اور اُسنے زمین کو بھر دیا۔ پہاڑ اُسکے سایہ سے چھپ گئے۔ اور اُسکی ٹہنیوں سے دیودار پوشیدہ ہوئے اُسنے اپنی شاخیں سمندر تک پہنچائیں اور اپنی ٹہنیاں دریا تک"۔

قدسیت مسیحی زندگی کی چوٹی نہیں ہے۔ مسیحی زندگی قدسیت سے شروع ہوتی ہے بعض قدسیت کے نام ہی سے گھبراتے ہیں۔ وہ سمجھتے ہیں کہ یہ تو ایک اونچے پہاڑ کی چوٹی ہے اور صرف بڑی کوششوں سے حاصل ہو سکتی ہے۔ لیکن یاد رہے کہ ہم بڑھکر فضل کو حاصل نہیں کرتے بلکہ فضل کے ذریعے سے ہم بڑھتے ہیں۔ خدا کا فضل وہ زرخیز زمین ہے جس میں ہم بیج کی طرح ڈالے گئے ہیں۔ مسیح میں قائم رہنا ہماری کوشش کا نتیجہ نہیں۔ بلکہ یہ تو ہماری کوششوں کی جڑ اور شرط ہے۔ جس طرح کہ ڈالی آپسے میوہ نہیں لاسکتی مگر جبکہ وہ انگور کے درخت میں قائم ہو اسی طرح تم

بھی نہیں مگر بلکہ مجھ میں قائم ہو ۔ انگور کا درخت میں ہوں ۔ تم ڈالیاں ہو۔ ۵ جو مجھ میں قائم رہتا اور میں اُس میں وہی بہت میوہ لاتا ہے ۔ کیونکہ مجھ سے جدا تم کچھ نہیں کرسکتے ۔ اگر کوئی مجھ میں قائم نہ ہو تو وہ ڈالی کی طرح کاٹ ڈالا جاتا ہے اور سوکھ جاتا ہے ۔ قدسیت مسیح میں قائم رہنے کی زندگی ہے ۔

مصر سے کنعان کا راستہ

نقشے کی طرف غور کرو جس طرح کنعان ہم کو مسیح میں ہماری فتح کا نشان بتاتا اسی طرح مصر دُنیا کا نمونہ ہے ۔ مصر میں انکی ذلالت نہیں بلکہ غلامی سے پیدا ہوئی تھی ۔ کنعان خدا کا احاطہ کیا ہوا تاکت ملک تھا ۔ باقی قوموں سے وہ جدا تھا ۔ گو اُنکے درمیان تھا ۔ یردن نے اُسکو اسور سے جدا کیا ہوا تھا ۔ ریگستان نے اُسکو مصر سے جدا کیا ہوا تھا ۔ شام سے کوہ لبنان اُسکو جدا کرتا تھا ۔ یونان اور روم سے سمندر اسکو جدا کرتا تھا خدا نے اس ملک کو باقی تمام ملکوں سے جدا کیا ہوا تھا ۔ "وہ ایک زمین ہے جس کو خدا نے اپنے لئے ...... کیا " ایک زمین جو آسمان کا پانی پیتی ہے ایک زمین جسکی خدا پرورش کرتا ..... خدا کی نگاہیں ہمیشہ اُسپر ہیں ۔ سال کے شروع سے لیکر اُسکے اخیر تک ۔

مصر سے کنعان کو جانے کے لئے تین راہیں ہیں ۔

۱

مصر سے کنعان کو تین رستے جاتے ہیں ۔ شائد اس سے زیادہ ہوں لیکن ہم صرف تین بڑے رستوں پر غور کرینگے ۔ خدا سے جدائی کے ملک سے خدا شناسی کے ملک کو تین رستے جاتے ہیں ۔ ان رستوں پر بہت آدمی چلتے ہیں ۔ اکثر جو اُن میں سے فقط ایک سے واقف ہوتے ہیں دوسروں کی حالت سے جو باقی دو میں سے کسی پر چلتے ہیں ...... حیران ہوتے ہیں ۔ وہ حیران ہوکر کہتے ہیں کہ قدسیت کو

میں سے نزدیک رستے سے نہ لے گیا۔ کیونکہ خدا نے کہا کہ کہیں ایسا نہو کہ لڑائی اور جنگ دیکھکر وہ پچھتانے لگیں۔ اور مصر کو واپس ہوں۔ لیکن خدا ان کو قلزم کے بیابان کی راہ لے گیا +

ہم یاد رکھیں کہ بحر قلزم کا رستہ ہی فقط مصر سے کنعان کا رستہ نہیں ہے بلکہ بعض شخص ایسے ہیں کہ جنکے لیئے اس رستے پر چلنا اپنے اصلی رستے سے مڑجانا ہے۔ ایسے لوگ غازا کے رستے سے جاسکتے ہیں +

دوسرا رستہ مصر سے کنعان کو وہ ہے جس میں بحر قلزم تو آتا ہے لیکن دریاے یردن نہیں آتا۔ اس میں قادس برنیا کا شہر آتا ہے۔ بنی اسرائیل کے لیئے اس رستے سے جانا بھی ممکن تھا۔ اگر وہ سب لیشوع اور کالب ہوتے تو ضرور اسی رستے سے جاتے۔ اور یردن سے ناواقف رہتے +

تیسرا رستہ وہ ہے جس سے بنی اسرائیل کنعان میں داخل ہوئے۔ یعنی قلزم سے عبور کرکے یردن کو۔ اور یردن کو عبور کرکے یریحو کو۔ یہ تین رستے ہم کو سکھاتے ہیں کہ دور دراز عرصے تک بیابان میں سرگردان رہنے کی کچھ ضرورت نہیں۔ کچھ ضرورت نہیں کہ ہمارے روحانی تجربہ میں بڑے بڑے اچھے شامل ہوں جیسے کہ قلزم اور یردن پر ظہور میں آئے۔ خدا سست اعتقاد۔ بے سمجھ ڈھیلے دل والے آدمیوں کو اپنے آسمانی آرام میں لانے کے لیئے بڑی برداشت اور بڑا صبر رکھتا ہے +

ہم خوب یاد رکھیں کہ قدسیت کے حاصل کرنے کے لیئے کوئی خاص قسم کا روحانی تجربہ ضروری نہیں۔ رستہ ہمارے ہادی کی مرضی اور ہدایت پر موقوف ہے۔ اپنی چال پر شک نہ کرو اگر اس میں اور کسی دوسرے کی چال میں فرق ہے وہ جو قلزم کے رستے سے آتا ہے اسکو جو غازا کی راہ چلتا ہے حقیر نہ سمجھے۔

وہ جو یردن کو عبور کر چکا ہے حیران نہ ہو اگر باقی لوگ اس رستے سے نہ آئیں وہ جو غلامی سے آتا ہے بحر قلزم کے عظیم معجزے سے محروم رہتا ہے لیکن کچھ مضائقہ نہیں۔ وہ چھوٹے رستے سے آرام میں داخل ہوتا ہے۔ وہ جو قادس برنیا کے رستے سے آتا ہے یردن کے معجزے سے محروم رہتا ہے لیکن کچھ مضائقہ نہیں۔ وہ چالیس برس سرگردان رہنے سے بچتا ہے۔ ہمیں رستے سے کچھ غرض نہیں۔ منزل مقصود سے غرض ہے ✦

سچے مسیحی کی خوشی

پیارے عیسیٰ نے چن لیا مجھ کو — اس سے بڑھ کر مجھے خوشی کیا ہو
رستہ گو ہے تنگ و تاریک — اور ہیں مشکلیں ہزار ہزار
پر مجھے فکر کچھ نہیں اس کی — کیونکہ کرتا ہے وہ نگہبانی
دیکھ کر مجھ کو خوش وہ ہوتا ہے — کیونکہ اس کے دکھوں کا ثمرہ ہے
بے بہا گنج ہے سمجھتا مجھے — کہ خریدا ہے خون سے اپنے
اس سے بڑھ کر مجھے خوشی کیا ہو — میرا غمخوار رب کہ عیسیٰ ہو

سچے مسیحی کی خواہش

اپنی خدمت میں لے لیا مجھ کو — کاہن اور بادشاہ کیا مجھ کو
اور ساتھ اس کے فخر یہ بخشا — ورثہ میں اپنے بھی شریک کیا
اور فرزند نور کا بھی بنا — نور پھیلانے کے لئے بھیجا
کاش میں بھی ہمیشہ کام اس کا — جان و دل سے کیا کروں پورا
ایک دم بھر نہ اس سے غافل ہوں — رات دن اس کی فکر ہی میں رہوں
تاکہ جب وہ جلال میں آئے — کام میں مجھ کو مستعد پائے

مسیحی زندگی

اِس وقت ہم مسیحی زندگی پر غور کرنا چاہتے ہیں۔ چاہیئے کہ ہم اپنے جوتے اُتار کر اِس مقدس زمین پر آ کھڑے ہوں۔ اے روح پاک تو ہی ہمارا ہادی ہو کیونکہ ہم بغیر تیری مدد کے اِس میدان میں ایک قدم نہیں چل سکتے ؀

جب ہمارے خداوند نے اِس مبارک زندگی کے راز کو منکشف کرنا چاہا۔ تو اُس نے انگور کے درخت کی مثال سے سادہ طور پر اِس کو ایسا واضح کیا کہ جس کو ایک دہقانی مبتدی بھی بآسانی سمجھ سکتا ہے۔ انگور کا درخت میں ہوں تم ڈالیاں ہو۔ یعنے زندگی کی جڑ میں ہوں میری زندگی سے تم زندہ رہوگے لیکن شرط یہ ہے کہ تم مجھ میں قائم ہو۔ خشک ڈالی بظاہر قائم تو معلوم ہوتی ہے مگر اُس میں زندگی نہیں۔ اُس کا انجام یہی ہے کہ وہ کاٹ کر آگ میں ڈالی جائے۔ لیکن زندہ ڈالی کی یہ علامت و صفت ہے کہ وہ میوہ لائے۔ اگرچہ میوہ زندگی کا نشان ہے۔ تو بھی زور اِس پر ہے کہ شاخ کا زندہ تعلق جڑ کے ساتھ ہو۔ کوئی کہیگا کہ یہ تو اظہر من الشمس ہے اِس پر طول کلام کیا فائدہ لیکن اِس پر زور دینا اِس لئے ضرور ہے کہ دنیا کے اور کسی مذہب میں اِس کا ذکر نہ پاؤگے ہر طرف سے یہی آواز آتی ہے کہ نیک اعمال کرو تو بچوگے لیکن کوئی نہیں بتاتا کہ نیک اعمال کے لئے زندگی اور طاقت کہاں سے ملے۔ مسیحی کے لئے نیک اعمال ضرور تو ہیں لیکن نہ ثواب کی امید پر اور نہ جہنم کے عذاب سے بچنے اور جنت کو حاصل کرنے کی غرض سے پولوس رسول ان اعمال کو روح کا پھل قرار دیتا ہے۔ جہاں اور مذاہب کا خاتمہ ہوا مسیحی مذہب وہاں شروع ہوتا ہے۔ جہاں اَور ہادی اعمال سے زندگی پکارتے گذر گئے مسیح نئی خلقت کا سر بنا اور کہا کہ مجھ میں قائم ہو کر پھلو اور بڑھو۔ اِس سے یہ ہرگز مطلب نہیں کہ اب ہم کو اعمال درکار نہیں بلکہ یہ کہ جس طرح ڈالی کو بار آور ہونے کے لئے کوشش نہیں کرنی پڑتی صرف درخت کے ساتھ زندہ تعلق ضرور ہے اِسی طرح ہم کو بذریعہ ایمان

اپنی شاخوں کے پھل دیکھ کر وہ خوش ہوتا ہے۔ اور یہی دنیا کے سامنے اس کے شاگرد ہونیکا نشان ہے ؎

اے مسیحی برادر! اپنے اس عجیب رتبہ پر غور کر جب تک کہ تیری روح خدا کی بارگاہوں میں مگن نہ ہو جائے

مسیحی دین کی اصولی باتیں

تھیالوجی (علم الٰہیات) ایک ایسا وسیع مضمون ہے جس کو کامل طور پر تحصیل کر لینا انسانی زندگی میں دشوار ہے۔ اس کے کسی ایک حصہ پر غور کرنے سے اس کی وسعت کی نسبت قیاس کر سکتے ہیں۔ مثلاً الوہیت مسیح یا کفارہ کی بابت مختلف کتب مطالعہ کرنے کے لئے ایک مدت مدید چاہئے۔ یہ خیال دلوں پر کچھ ایسا جاگزین ہوا ہے کہ بہتوں کو تھیالوجی کے مطالعہ سے باز رکھتا ہے۔ دوسری قسم کے وہ لوگ بھی کلیسیا میں موجود ہیں جو تھیالوجی کو محض سردردی سمجھتے ہیں۔ گویا ان کی رائے میں مسیحی دین کی اصولی باتوں پر بحث کرنا ان کے قیمتی ایمان کو خطرہ میں ڈالنا ہے۔ ان ہر دو قسم کے اشخاص کے لئے یہ مختصر رسالہ ایک نعمت غیر مترقبہ ہوگا۔ اور شاید بہتوں کے دلوں میں کتاب مقدس کے مطالعہ کا شوق از سر نو قائم کریگا۔ ہمارے مسیحی لٹریچر کی توجہ خصوصاً غیر مسیحیوں کی طرف رہی ہے لیکن حال میں مسیحیوں کی روحانی زندگی کو تازہ کرنے کے لئے چند رسالے ترجمہ کئے گئے ہیں۔ تھیالوجی کا مطالعہ جو اب تک ڈیوینٹی کالج کے طلبا کا حصہ سمجھا جاتا تھا۔ اب اس نئے طرز کے رسالہ کے ذریعہ عام شائقین میں مروج ہونے لگا ہے ؎

اس رسالہ کو مشہور مسیحی عالم و مصنف پادری مول صاحب نے تصنیف کیا جن کی پاکیزہ تحریروں سے بفضل خدا ایک عالم مستفیض ہو رہا ہے۔ صاحب موصوف نے اپنی باقی تصانیف کی طرح اس رسالہ میں بھی مسیحی سادہ ایمان کو مدنظر رکھا ہے گویا کمزور دلوں کو ثابت کر دکھایا ہے کہ علم الٰہیات مسیحی ایمان کا دشمن نہیں ہے۔ صاحب موصوف نے ہر ایک اصول کو کتاب مقدس کی آیات سے ثابت اور واضح کیا ہے۔ اس لئے یہ رسالہ ہر ایک مسیحی کے لئے ایک گنج بے بہا ہے۔ ترجمہ عموماً عام فہم ہے۔ چند ایک مقامات پر لفظی الجھن میں پڑ کر ذرا دقیق ہو گیا ہے۔ ہماری رائے میں ترجمہ جہاں تک ممکن ہو (معنوی) ہونا چاہئے۔ رسالہ کے شروع میں فہرست مضامین بحیثیت مجموعی آئندہ ابواب کا خلاصہ ہے اگر اخیر پر بھی ایک فہرست مختلف مضامین کی ردیف وار ترتیب دی جائے تو مضامین کی تلاش میں بہت سہولت ہوگی ؎

کبیر لوگوں کا رسول

چوتھا باب

بورڈمین صاحب کے کام کرنے کے بالکل ناقابل ہو جانے کے وقت سے راقم کے شن میں شامل ہونے تک ایک برس بعد تک کمیسیا کا تمام انتظام اور متعدد شعبوں کی تعلیم کو تھابیو کے ذمہ رہی اور جن لوگوں نے اس عرصہ میں بپتسمہ پایا وہ آپ کی محنت کی کافی شہادت ہیں۔ مسز بورڈمین صاحبہ البتہ بڑی مدد کرتی رہیں +

۱۸۳۱ء کے موسم برسات میں وہ قصبہ توکے قریب جہاں بہت مسیحی رہتے تھے پچھلے سال کی طرح سکول میں تعلیم دیتا رہا اور محنت کے اس مہینے میں اس کی جانفشانی ایسی ہی نمایاں تھی جیسے اگلے دورکاموں میں اس کے بعض شاگرد بھی حوالے نوک زبان سنا سکتے تھے +

۱۸۳۲ء کے شروع میں راقم نے کو تھابیو کو ساتھ لے کر اس صوبہ کا دورہ کیا۔ پہلے دن دوپہر کے وقت ہم مشین مرکتی ایک قدیمی شہر میں جس کے چاروں طرف دیواریں تھیں لیکن اب وہ ایک معمولی گاؤں سے بڑھ کر نہ تھا ٹھہرے یہ قصبہ ایک نامی بت کے لئے مشہور ہے۔ کہتے ہیں کہ وہ میل کے تنے پر دریا میں بہتا ہؤا اس قصبہ کے سامنے آن ٹھہرا۔ یہ تنا ایک بڑا پیپل کا درخت بن گیا اور اس کے سائے تلے یہ چار انچ کا پیتل کا بت پورے آدمی کے قد کا بن گیا۔ روایت ہے کہ جب لڑائی یا وبا آنے والی ہوتی۔ تو یہ رویا اور ماتم کیا کرتا تھا۔ ایسی ہی اور روایات کے سبب اس صوبے کے بدھ دھرمی تیرتھ کے لئے آتے ہیں۔ اور ہر سال پانچ دن تک ایک میلا لگا رہتا ہے جس میں جاتری دور دور سے آتے ہیں۔ جب ہم یہاں پہنچے تو یہ میلا ختم ہو چکا تھا لیکن تو بھی بعض بدھ دھرمی ابھی تک وہیں تھے اور جب میں اپنے برمی مددگار کو لے کر کتابیں بانٹنے گاؤں میں گیا تو کو تھابیو کو اس خیال سے ایک زیارت میں چھوڑ گیا کہ دلیسیوں کے دستور کے

موافق سوریگا۔ اپنی واپسی پر میں نے تعجب سے دیکھا کہ برہمنوں کی ایک بڑی جماعت اُس کے گرد اکٹھی کمال توجہ سے سُن رہی ہے۔ پہلا فقرہ جو میں نے آ نے پر سُنا یہ تھا کہ تمہارا معبود ایک گولا ہے۔ یہ الفاظ یوں منہ بنا کے کہے زبارہ برس ہو چکے۔ اُس کا نقشہ میری یاد میں جوں کا توں ہے۔ ایک بھائی نے گفتگو میں یوں کہا کہ اگر کسی شخص نے بُت پرستی سے نفرت کی تو وہ کوتھابیو ہے۔ اگر میں کوتھابیو کے چہرے کو جو اس وقت تھا رقع پر ایسے کھینچ سکوں جیسا وہ میرے دل کے مرقعے پر کھنچا ہے تو جو شخص اُسے دیکھے یہی کہہ اُٹھے گا۔ اگر کسی نے بُت پرستی سے نفرت کی۔ تو وہ کوتھابیو تھا۔"

چوتھے دن کی شام کو ہم پہلی دفعہ کنین کے کیرنوں کی نواحی میں پہنچے۔ اور اگرچہ ہم بڑے تھکے تھے۔ کوتھابیو نے اجازت چاہی کہ جاکر اپنے ہموطنوں کو دیکھے۔ اسی طرح جب ہم بیلی پہنچے۔ تو وہ مرھمی گاؤں میں سبت کے دن آرام نہ کرسکا۔ بلکہ دریا پار جاکر کیرن لوگوں میں منادی کرتا رہا۔ سفر بھر اُس کا یہی حال رہا۔ جہاں کہیں کیرن اُس کی پہنچ میں ہوتے وہاں کسی قسم کی تھکاوٹ یا رکاوٹ اُس کی سدِ راہ نہ ہوسکتی۔ ورنہ وہ برہمنوں اور اُن کی بُت پرستی پر سخت حملے کرتا اور اُن کے تمسخر کی ذرا بھی پرواہ نہ کرتا تھا۔ ہمارے سفر کی جنوبی سرحد کے نزدیک مقام بلاؤ میں اُسے اپنی بیماری اور کمزوری کے سبب دو ایک دن ٹھیرنا پڑا۔ لیکن واپسی پر مجھے معلوم ہوا کہ اُس نے اپنا سارا وقت پجاریوں سے گفتگو کرنے میں جو اُسے ملنے آئے تھے۔ گذارا۔ المختصر کوتھابیو کو منادی کا ایک خاص شوق اور دلچسپی تھی۔ ایک دفعہ کا ذکر ہے۔ کہ ملمین میں ایک پادری کے ساتھ کشتی میں ڈوب جانے کے خطرے میں تھا۔ تو اُس نے یہ دُعا نہ کی جیسی کہ اُمید کی جاتی ہے۔ کہ اے خدا میری جان پر رحم کر۔ بلکہ یہ تاسف کا کلمہ اُس کی زبان سے نکلا کہ "آہ! میں ڈوب جاؤنگا۔ اور کلام اللہ کی منادی کیرن لوگوں میں اور نہ کرسکونگا"۔

بوڈمین صاحب نے اُس کی منادی کا یہ نمونہ قلمبند کیا ہے۔ کوتھابیو دُنیوی چیزوں اور دُنیوی طبیعتوں کی بیوقوفیوں کا ذکر کر رہا تھا۔ یوں کہنے لگا "دُنیوی آدمی کو کبھی بھی چین و

اطمینان نہیں وہ یہی پاتا ہے کہ مکان زمینیں۔ مویشی۔ غلام۔ کپڑے۔ بیویاں۔ بچے۔ بیٹے۔
پوتے۔ چاندی۔ سونا۔ چاول گیہوں اور کشتیاں جو میں نے جمع کی ہیں یہی باتیں اُس کی ورد زبان
رہتی ہیں۔ اُسے سوائے دنیوی اسباب جمع کرنے کے کسی اور بات کا خیال ہی نہیں۔ خدا اور
مذہب کی اُسے پرواہ ہی نہیں لیکن یہ آدمی بڑا خود غرض ہو کر دفعتاً اس کا دم نکل جاتا اور وہ معلوم کرتا
کہ اُس کے تمام منصوبے ٹوٹ گئے ہیں وہ چاروں طرف دیکھتا ہے اور اُس کی کوئی چیز اُسے
نظر نہیں آتی۔ حیران ہو کر وہ چلا اٹھتا ہے کہاں ہیں میرے مویشی میں ایک کو بھی نہیں دیکھتا
میرے مکان اور میرے بیٹوں کے صندوق ہائے وہ کہاں گئے میرے چاول اور گیہوں
کا ڈھیر جو کھتے میں جمع کیے تھے کیا بنا اور میری عمدہ عمدہ پوشاکیں کدھر گئیں۔ مجھے ایک بھی
نہیں ملتی۔ میری بیویاں اور میرے بچے ہائے وہ کہاں ہیں۔ آہ! مجھے کسی کی صورت نظر نہیں آتی۔
مجھے روٹی بھی نہیں ملتی میں بالکل بیکس اور ناچار ہوں میرے پاس کچھ نہیں لیکن یہ سب کیا۔
اس پر منادی نے اس طرح ان مصیبتوں کا جو گم ہوگئی ہو بیان کرنا شروع کیا اور پھر امیر آدمی کے
بڑے کو یوں سنانا شروع کیا آہ! میں کیسا بیوقوف رہا ہوں میں نے خدا اور اپنے نجات
دہندہ سے غفلت کی ہے۔ میں نے دنیا میں صرف دنیوی چیزوں کی تلاش کی اور اب بیکس ہوں۔ جس وقت
کو تھا بیو یوں منادی کر رہا تھا۔ ہر ایک آنکھ آنسو ریز تھی اور لوگ گویا کان مجسم کھڑے تھے
پھر اُس نے یوں کہنا شروع کیا "اس دنیا میں دکھ ہی دکھ ہے بیماری و تکلیف۔ خوف و فکر۔
جنگ اور تباہی بڑھاپا اور موت سبھوں کے سر پر جھوم رہے ہیں"۔ لیکن سنو۔ خداوند اُوپر سے فرماتا
ہے "بچو تم کیوں اس فنا کے گاؤں۔ کانٹوں اور خاروں کی جھاڑی میں خوش ہوتے اور
خوشی کی تلاش کرتے ہو میری طرف دیکھو میں تمہیں چھڑاؤنگا۔ میں تمہیں آرام دونگا۔ جہاں تم
ہمیشہ تک مبارک اور خوش رہو گے"۔

مشرقی کیرن بستیوں میں پہنچکر جہاں صرف کو تھا بیو ہی کام کر رہا ہے۔ اور بورڈمین
صاحب صرف دو تین دن کے لئے ایک دفعہ گئے راقم نے اپنے خیالات ان لفظوں میں لکھے۔

"اب میں غیر مذاہب کے خوف کا نہیں بلکہ مشنوں کی برکتوں کا ذکر کرتا ہوں۔ میں اب کوئی غیر سرزمین میں نہیں۔ غیر مذاہب تو ان کناروں سے بھاگ گئے ہیں۔ میں چاول اور گیہوں اور پھل کھاتا ہوں جن کی سیچی انہوں نے زراعت کی۔ میری نگاہ مسیحیوں کے کھیتوں پر پڑتی ہے اور چاروں طرف مسیحیوں کے مکان نظر آتے ہیں۔ میں ایک مسیحی گاؤں میں بیٹھا ہوں۔ جہاں چاروں طرف ایسے لوگ آباد ہیں جو مسیحیوں کی سی محنت کرتے۔ مسیحیوں کی طرح گفتگو کرتے۔ مسیحیوں سے کلام کرتے اور مسیحیوں کی طرح کھائی دیتے ہیں"+

۲۲ ۱۸۱۶ء کے موسم برسات میں وہ نیا آ۔ ۔ کے گاؤں میں جو پہاڑوں کے مغرب میں سمی بستی ہے۔ منادی کرتا اور سکول میں تعلیم دیتا رہا اور سال کے آخر میں اس نے جاکر اُس کے شاگردوں کی ایک بڑی جماعت کو بپتسمہ دیا جنہیں وہ صداقت کی تاثیر تلے لایا +

ہر ایک تصویر کے ساتھ سایہ بھی ہوتا ہے۔ اور اس میں ذرا بھی شک نہیں۔ کہ کوتھا بیو معمولی لیاقتوں کا آدمی تھا۔ یہ بھی مدنظر رکھنا چاہئے کہ اُس نے خاصی عمر میں پڑھنا شروع کیا اور اسی لئے کلیسیا کی بڑی جماعت خصوصاً نوجوان تھوڑے ہی عرصہ میں اپنے اُستاد سے زیادہ تعلیم حاصل کر گئے۔ اور اس لئے وہ اُن میں زیادہ کام نہ کر سکا۔ وہ ایک خاص طور سے رہنما بننے کے قابل تھا اور مشیت ایزدی سے بغیر کسی قسم کی تدبیروں کے وہ اضلاع تیوے ملمین۔ رنگون اور اراکان میں اپنے ہموطنوں کا پہلا کیرن منادی ہوا۔ تو بھی اُس کی ذہنی لیاقت کی تعریف میں یہ کہنا واجب ہے کہ وہ اُس علم کی جو اُس نے خود حاصل نہ کیا تھا۔ بخوبی قدر کرنا جانتا تھا +

ٹیوے میں اُس کے ہاں ایک لڑکا پیدا ہؤا۔ اور جب اس سے نام کی بابت پوچھا گیا تو اُس نے اپنے ملکی رواج کے مطابق یہ جواب نہ دیا کہ سنہلا پھول۔ زریں برنبہ۔ چاندی کمر وغیرہ لیکن یوسف +

ایک بھائی جو رنگون میں کوتھا بیو کے ساتھ تھا لکھتا ہے کہ اس بچے کے تولد کے دن سے اُس کی یہی خواہش رہی۔ کہ اُس کا لڑکا کیرن لوگوں کا منادی ہو۔ اُسے یہ خیال بھی لگا رہا کہ وہ نہ صرف برھمی اور کیرن زبان ہی سیکھے۔ بلکہ ہو سکے تو انگریزی میں بھی اچھی مہارت حاصل کرے

کیونکہ پہلی دو زبانیں جاننے سے پوری پوری واقفیت اور قابلیت نہیں حاصل ہو سکتی۔ یہ بات کچھ عجیب سی معلوم ہوتی ہے کہ وہ خود نادان ہو کر یہ خواہش رکھے کہ اس کا میاں اور داماد اور لڑکے جو اس کے پیدا ہوتے ملک کے اور لڑکوں کی نسبت اچھی تعلیم حاصل کریں۔ غیر ملکوں میں روشنی پھیلنے کی ایک بڑی کاوش ہے کہ لوگ علمی اور انگریزی اور مذہبی تعلیم سے بڑی نفرت ظاہر کرتے ہیں۔ اور اگرچہ وہ ان کی کما حقہ قدر نہیں کر سکتا تھا تو بھی اسے یہ دریافت کرنے کی قابلیت تھی کہ غیر ملکوں کے استاد اگرچہ بعض وقت مذہب کی کچھ بھی تاثیر نہیں رکھتے لیکن زندگی کی متعلقہ چیزوں میں کہیں بڑھ کر ہو سکتے +

اس کی قدرتی طبیعت بڑی غراب تھی اور اگرچہ وہ انجیل کی تاثیر تلے آ گیا تھا۔ تو بھی بعض اوقات اس میں پرانی طبیعت کے آثار پائے جاتے تھے۔ ہمیں اس کی کمزوریوں کا مقابلہ ایسے شخصوں سے نہیں کرنا چاہئے جو مسیحی تعلیم میں پیدا ہوئے۔ اور مہذب سوسائٹی کی بندش میں رہے ہوں لیکن اس جوانی سے جو ایسے طریق سے کاٹی گئی ہو جس کے خیال ہی سے آدمی چونک اٹھتا ہے اس لئے بعض اوقات غصے اور غضب میں ایسی ایسی باتیں کہہ بیٹھتا جو ہم اور تم ہرگز ہرگز معاف نہیں کر سکتے +

ریفارمروں (مصلحوں) کا انجام

خوش ہو اور خوشی کرو کیونکہ آسمان پر تمہارے لئے بڑا اجر ہے اس لئے کہ انہوں نے ان نبیوں کو جو تم سے آگے تھے اسی طرح ستایا ہے متی ۵-۱۲ +

ایک بوڑھے لاما نے ولبر فورس سے کہا کہ نوجوان تم لوگوں کے اخلاق کے ریفارمر ہوا چاہتے ہو اور ایک صلیب کی تصویر کی طرف اشارہ کر کے کہا یہ ہے ریفارمروں کا انجام۔ میں نے ایک پرانی کتاب میں پڑھا ہے کہ میں زندہ ہوں اور میں مُوا تھا اور دیکھ میں ابد تک زندہ ہوں آمین۔ اور عالم غیب اور موت کی کنجیاں مجھ پاس ہیں۔ دنیا کے سب سے بڑے ریفارمر کا یہ انجام ہوا موت نہیں بلکہ حکومت اگر ہم بھی وفادار ہوں اور اپنا فرض ادا کرتے جائیں اور انجام اسی کے ہاتھوں میں سونپ دیں تو ہمارا انجام بھی نیستی و نابودی نہ ہوگا بلکہ میرے ساتھ میرے تخت پر بیٹھیں۔

ہمارے مشن اور سوسائٹیاں
یوگنڈا مشن کی مختصر تاریخ

نمبر ۳

نومریدوں میں سے وہ جسکا نام فلپ رکھا گیا تھا اپنی بیوی کو لایا یہ عورت ابتدا میں بڑی تیز مزاج اور متعصب تھی اور مسیحیوں کے ہاتھ کی روٹی کھانے سے انکار کرتی تھی تاہم مشنری صاحبان کی نیکی اور محبت نے اسکے دل پر ایسا اثر کیا کہ تھوڑے ہی عرصہ کے بعد اس نے خوشی سے بپتسمہ کے لئے التجا کی۔

بادشاہ کے خاص خانگی نوکروں میں دو جوان تھے جو بپتسمہ پانیوالے تھے اور ۱۲ جولائی ۱۸۸۲ء کا روز انکے بپتسمہ کے لئے مقرر تھا لیکن خدا کی مرضی سے اس روز سے دو دن پہلے یہ دونوں جوان مرض طاعون میں مبتلا ہوئے اور یوگنڈا کے دستور کے مطابق لوگ انکو بستی میں سے نکالکر باہر ڈال آئے تاکہ وہ علیحدہ مر جائیں۔ انہوں نے فوراً مشنری او فلے صاحب کو بلایا۔ جب مشنری او فلے صاحب انکے پاس گئے تو انہوں نے دیکھا کہ بجز ان بیچاروں کے کوئی شخص ان دو مریضوں کے پاس نہیں۔ انہوں نے ایک شخص کو بھیجا کہ دریا سے پانی لاوے اور پاک تثلیث کا نام لیکر چھڑککر ایک کو انمیں سے بپتسمہ دیا۔ دوسرے کی نوبت نہ آئی کیونکہ وہ پہلے مرچکا تھا۔ کچھ شک نہیں کہ خدا کے اس بندے نے اپنے آسمانی باپ کے ہاتھ سے بپتسمہ پایا۔

یہ دو سال یعنی ۱۸۸۲ء اور ۱۸۸۳ء مشنریوں کے لئے بڑی برکت اور جرأت کا باعث ہوئے متعلموں کی تعداد اس قدر بڑھ گئی کہ تین دیسی مسیحیوں سے مدد لیجاتی تھی۔

ان ہی دنوں بادشاہ کی بیٹیوں نے تعلیم کے لئے درخواست کی۔ انمیں سے وہ شاہزادی جو بادشاہ کو سب سے زیادہ عزیز تھی سخت بیمار ہوگئی اور یوگنڈا کے حکیموں پجاریوں اور منتر پڑھنے والوں نے اسکے لئے بڑی کوشش کی لیکن کامیاب نہ ہوئے بعد ازاں مشنری او فلے صاحب طلب کئے گئے۔ انہوں نے جاتے ہی تمام جادوگروں کو نکال باہر کیا اور اس لڑکی کا علاج کامیابی کے ساتھ کیا۔ کچھ عرصہ

بعد ایک اور شاہزادی مسٹر او فلیہرٹی کے پاس آئی اور تعلیم کی خواہش ظاہر کی۔ ستمبر کے مہینہ میں اسکو بپتسمہ دیا گیا۔ اسکے ساتھ پانچ اور شاہزادیاں شامل ہوگئیں۔

اکتوبر ۱۸۸۲ء میں یوگنڈا کے ایک سو مسیحی پاک رفاقت کے لئے جمع ہوئے۔ دوسرے سال مٹیسا کی ایک بیٹی نے بپتسمہ پایا۔ ۱۸۸۳ء میں چیچک کی مرض نے بہت زور کیا۔ اس مرض سے ایک مسیحی نام فلپ مر گیا اس کے بھائی آئے تا کہ اسکی لاش کو لیجا کر بت پرستی رسم سے دفن کریں۔ اور فلیہرٹی نے انسے کہا کہ تمہاری نسبت وہ میرا زیادہ رشتہ دار تھا میں ہی اسے دفن کرونگا۔ کچھ گفتگو کے بعد وہ لوگ راضی ہوئے اور مسیحیوں کے ساتھ لاش کو دفن کرنے کے لئے لے گئے۔ بعد دفن کی نماز کے وہ علیحدگی میں مسٹر لٹس کے پاس آئے اور کہنے لگے کہ ہم بھی تمہارے بھائی بننا چاہتے ہیں۔

۱۸۸۴ء کے اخیر میں بپتسمہ یافتہ اشخاص کی تعداد ۸۸ کو پہنچ گئی۔ جماعت ہماری محنتوں کا ثمر تھا

مصیبتوں کا شروع

جبکہ یوگنڈا میں کلام کے پھل نمایاں ہو رہے تھے چرچ مشنری سوسائٹی اپنے فاصلہ والی ضروریات کی طرف سے غافل نہ تھی۔ ۱۸۸۲ء کے مئی مہینہ میں چھ مشنری یوگنڈا کو روانہ ہوئے۔ جنکے نام یہ تھے پادری جیمس ہینگ ٹن۔ پادری آر پی ایشی۔ پادری صاحبان بلیک برن۔ گارڈن۔ ایڈمنڈز اور مسٹر وائز۔

سر گونڈ سمتھ اور اونیل کی موت کا حال سنکر مسٹر ہینگ ٹن کے دل میں خواہش پیدا ہوئی کہ میں جاکر اس کام کو جو ان بہادروں نے ادھورا چھوڑا ہے پورا کروں۔ یہ چھ بہادر ۱۹ جون کو زنگبار پہنچے۔ اور اپنی منزل شروع کی مسٹر ہینگ ٹن رستے میں سخت بیمار ہو گئے۔ باقی نیانزا تک گئے لیکن تھوڑے ہی عرصہ بعد سبکو واپس آنا پڑا کیونکہ رستے میں جو قومیں آباد تھیں وہ بہت بڑا خراج مانگتی تھیں۔ کچھ عرصہ بعد وہ پھر دوسرے رستے سے روانہ ہوئے اور مسٹر ہینگ ٹن ایک

ڈولی میں بیٹھ کر ان کے ہمراہ چلے۔ لیکن وہ دوبارہ واپس آنے پر مجبور ہوئے۔ کچھ عرصہ بعد مسٹر ایڈمنڈسن بھی بیمار ہو کر واپس گئے۔

نئے مشنریوں کے یوگنڈا میں پہنچنے کا زمانہ بڑی خوشی کا زمانہ تھا۔ کئی آدمی بپتسمہ کے لئے طیار تھے لیکن تھوڑے ہی دنوں میں حالت بدل گئی۔ اکتوبر ۱۸۸۴ء میں بادشاہ متیسا نے انتقال کیا۔ قدیم سے دستور تھا کہ بادشاہ کی موت کے وقت قتل عام کیا جاتا تھا۔ جس روز متیسا مر گیا اسی روز آدھی رات کے وقت ایک شخص مسٹر اوفلے ہیرتھ کے پاس آیا اور انکو کہا کہ طیار رہیے کیونکہ وقت قریب ہے خونخوار عربوں نے اپنے ہتھیار اٹھا لئے اور ہر شخص اپنے ہمسایہ پر شک کی نظر سے دیکھتا تھا۔ وہ امیروں کی سازش سے تھی کہ مشن پر حملہ کرنا چاہئے۔ تمام رات خوفناک ڈھولوں اور نقاروں کی آوازیں آتی رہیں اور وقتاً فوقتاً آدمیوں کے چیخنے کی آواز آتی تھی۔ دوسری صبح کو مسٹر ایلیق اور مسٹر اوفلے ہیرتھ بادشاہ کے کفن کے لئے کچھ کپڑا لیکر محل کی طرف گئے جس میں مرد اور عورتیں بکثرت گریہ زاری کر رہی تھیں۔ تمام رعایا کو حکم ہوا کہ میلے کپڑے پہنیں۔

موانگا جو متیسا کا سب سے چھوٹا بیٹا تھا تخت کے لئے چنا گیا۔ اس نوجوان کی عمر صرف اٹھارہ برس کی تھی۔ اور وہ مشنریوں کا دوست اور شاگرد تھا۔ لیکن اسکی طبیعت میں تلون اور چھچھورا پن بہت تھا۔

موانگا نے مشنریوں کے لئے چنداں بہت عزت ظاہر نہ کی۔ تخت نشین ہونے کے چند ہی روز بعد اس نے مسٹر میکے کو طلب کر کے حکم دیا کہ جا کر اور سفید آدمی اپنے ساتھ لاؤ۔ مسٹر میکے کو خیال تھا کہ انگلینڈ سے ضرور نئے مشنری آئے ہونگے اور جھیل کے دوسرے کنارے کسی شہر میں ہونگے۔ یہ خیال کر کے وہ کشتی میں روانہ ہوئے لیکن انہوں نے تھوڑے سے اسباب کے علاوہ جو ان کے واسطے بھیجا گیا تھا اور کچھ نہ پایا اور اکیلے یوگنڈا کو واپس گئے۔ موانگا ان کو اکیلے دیکھ کر ناراض ہوا اور ان کو چڑانے کے لئے اس نے چند رومن کیتھلک پادری بلوا لئے۔ چند اور وجوہات پیش آئیں جن کے باعث موانگا کا دل مشنریوں سے پھر گیا۔ یہ دیکھ کر عربوں نے بڑی دلیری کی اور بادشاہ سے کہنا شروع کیا کہ مشنری مجرموں کو اپنے مکان میں چھپا رکھتے ہیں حقیقت یہ تھی کہ ایک دیسی مسیحی کے مکان میں ایک مجرم چھپا ہوا پکڑا گیا تھا

اب حکم نکلا کہ جو شخص مشنریوں کے مکان کے پاس دیکھا جائیگا قید کیا جائیگا +

جنوری ۱۸۵۸ء میں مسٹر ہیکے نے بادشاہ سے رخصت چاہی۔ اور اجازت پاکر روانہ ہونے کی ہی تھی کہ جمعہ کی رات کو انہوں نے بہت سے ڈھولوں کا شور سنا اور دریافت کرنے پر معلوم کیا کہ سپہ سالار مجاس آدمی جمع کر رہا ہے کہ مسٹر ہیکے کو گرفتار کر لے۔ دوسرے روز مسٹر ہیکے روانہ ہوئے وہ تھوڑی دور جانے پائے تھے کہ کئی سو آدمی تلواریں بھالے اور ڈھالیں لئے ان پر آن پڑے اور کہنے لگے کہ واپس جاؤ واپس جاؤ۔ ان کو مجبوراً واپس جانا پڑا۔ وہ سب لوگ جو ان سے محبت رکھتے تھے ان سے جدا کر دئے گئے۔ کئی قید میں بھی ڈالے گئے۔ واپس جا کر انہوں نے اس ظلم اور زیادتی کی وجہ دریافت کی لیکن سوائے دھکوں اور بےعزتی کے ان کو کوئی جواب نہ ملا۔ انکے چند دوست جان سے مارے گئے تین شخص کے جو مسیحی تھے بڑی بے رحمی سے جلائے گئے جب وہ جل رہے تھے ان کے دشمن یہ پکار پکار کر ان کو چڑاتے تھے۔ تم یسوع مسیح کو جانتے ہو۔ تم پڑھنا بھی سیکھ گئے ہو۔ تمہارا ایمان ہے کہ تم دوبارہ زندہ ہو جاؤ گے ہم تمہیں جلا دینگے اور دیکھینگے کہ تم کس طرح زندہ ہو جاتے ہو۔ جلانے سے پیشتر ظالموں نے انکے ہاتھ اور پاؤں کاٹ ڈالے اور رسیوں سے پھانسیوں پر لٹکا دیا۔ یہ تکلیفوں کا شروع تھا +

تھوڑے دنوں کے بعد بادشاہ کا دل تبدیل ہو گیا۔ لوگوں کو تعلیم پانے کی اجازت دوبارہ مل گئی۔ اور کئی آدمیوں نے بپتسمہ پایا۔ لیکن اور مشکلات پیدا ہو گئیں۔ چند امیروں نے ارادہ کیا کہ ہم منگا کو تخت پر سے برطرف کر دینگے کیونکہ وہ سفید آدمیوں کا دین قبول کرنا چاہتا ہے۔ انہوں نے ایک ضیافت میں اس کو قتل کر دینے کا انتظام کیا لیکن کامیاب نہ ہوئے۔ ان لوگوں کا ارادہ اگر پورا ہو جاتا تو ایک مشنری زندہ نہ بچتا۔ بغاوت شروع تو ہوئی لیکن فوراً فرو کی گئی اور کئی امیر ہلاک یا معزول کئے گئے ان کی جگہیں مشنریوں کے دوستوں کو دی گئیں لیکن یہ معلوم نہ تھا کہ کب تک مشنریوں کی جانیں سلامت رہینگی۔ ان کو صاف نظر آتا تھا کہ ہم کو کسی روز دفعتاً ملک سے نکلنا پڑیگا۔ اس لئے انہوں نے رخصت ہونے کا انتظام کرنا شروع کیا۔ پہلی بڑی بات جس کی ضرورت تھی وہ یہ تھی کہ دیسی عیسائیوں کے درمیان ایک چرچ کونسل مقرر کی جائے۔ چنانچہ بستیوں میں بزرگ مقرر کئے گئے

ان کی تعلیم کے لئے صبح و شام کی نماز بپتسمہ کی ترتیب متی کی انجیل اور چند مختصر رسالے چھاپے گئے
بار جود ہر قسم کے خطروں کے متلاشیوں کی تعداد کم نہ ہوتی تھی۔ اور اُن کے بیٹھنے کو جگہ مشکل ملتی تھی +

مسٹر ھے منگٹن صاحب کا ذکر اوپر آچکا ہے ۱۸۸۳ء میں باعث بیماری کے وہ انگلینڈ واپس گئے تھے لیکن ان کی نظر دن رات یوگنڈا کی طرف تھی۔ ۲۴ جون ۱۸۸۴ء کے وہ انہوں نے بشپ کا تقرر پایا یا دہ مشرقی افریقہ کے بشپ مقرر ہوئے انہوں نے اپنی میم صاحب اور بچوں کو انگلینڈ میں چھوڑا اور اکیلے افریقہ کی طرف روانہ ہوئے۔ افریقہ پہنچ کر ۲۳ جولائی ۱۸۸۵ء کو وہ یوگنڈا کی طرف روانہ ہوئے لیکن اُنہوں نے پُرانے رستے کو چھوڑ دیا اور ارادہ کیا کہ شمال مغرب کو جاکر جھیل کے شمال مشرقی کونے سے یوگنڈا میں داخل ہوں وہ چاہتے تھے کہ اپنے ماتحتوں کے لئے نیا رستہ دریافت کریں لیکن اس رستے میں بڑے خطرے تھے اس لئے انہوں نے اپنے ساتھ فقط ایک افریقی پادری بنام ولیم جونس کر لیا اور روانہ ہوئے۔ وہ بہت سے خطروں سے تو وہ آگاہ تھے لیکن ایک کی اُن کو خبر نہ تھی۔ وہ یہ تھا کہ موانگا ان لوگوں سے بہت ڈرتا تھا جو اُس کے ملک میں مشرق سے داخل ہوتے تھے اس خطرے سے کسی نے اُن کو آگاہ نہ کیا۔ ۲۳ جولائی کو [illegible] صاحب [illegible] سے روانہ ہوئے۔ ۱۲ اکتوبر کے دن اسوگا میں پہنچے۔ یاں ان کو [illegible] کے چند [illegible] سپاہی ملے دوسرے روز جبکہ وہ ایک پہاڑی پر چڑھ رہے تھے [illegible] تھے چند آدمیوں نے پیچھے سے آکر ان کو بڑی بے دردی سے گرفتار کر [illegible] جھونپڑی میں لے گئے اور یاں انہیں قید کر دیا +

بہشت کا خیال مجھے ایسا پیارا نہیں جیسے اس دُنیا میں مسیح [illegible]
اور غیر قوموں میں اس کے نام کی بشارت دینے کا خیال +

کیونکر ہو سکے۔ یہ ایک بڑا مشکل سوال ہے بلکہ اس زمانہ میں اس کو مشکلات کا مرکز کہنا چاہئے۔ اگر ہم غور سے خطوط حوارین کا مطالعہ کریں۔ اور ساتھ ہی اس کے اسباب کا خیال رکھیں تو ہمیں معلوم ہوگا کہ ابتدائی مسیحی کلیسیا میں بھی یہ مشکل معلوم کیگئی تھی۔ اور اس کے حل کرنے کے لئے کیا کیا کوشش کی گئی۔ اس خاص آئت میں مقدس پولس ان کا ذکر کرتا ہے۔ جو کلیسیا کو ظاہری رسموں سے مقید کر کے اس کی آزادگی کو بالکل زائل کرنا چاہتے تھے۔ پس یا پڑ وہ بھی کلیسیا کی آزادی کا اصول بیان کرتا ہے لیکن دوسرے مقامات میں وہ برخلاف اسکے کوشش کرتا ہے کہ کلیسیا کی مدد کرے تاکہ وہ آزادگی کے اصول کو کام میں لائے۔ لیکن ساتھ ہی اس کے اس بات کا خیال رکھے کہ کلیسیا کو خیالات اور افعال میں یگانگت کو مدنظر رکھنا چاہئے۔ تاکہ ہمیشہ کل کلیسیا کی بہبودی ہو۔ اس امر میں وہ جسم اور اعضا کی مثال دیکر بار بار کہتا ہے (رومیوں ۱۲-۳ سے ۸ + ۱ قرنتیوں ۱۲ + افسیوں ۴-۱۱ سے ۱۳) کہ ہر شخص کا ایک خاص کام ہے لیکن نیت سب کی یہ ہونی چاہئے کہ کل جسم کی بہتری پیدا ہو۔ گو مناسب ہے کہ بہترین نعمتوں کی دلی خواہش رکھے (۱ قرنتیوں ۱۲-۳۱) لیکن نیت یہ ہونی چاہئے کہ مسیح کے بدن کی ترقی ہو (افسیوں ۴-۱۲) وہ ظاہر کرتا ہے کہ اس جسم میں بعض اعضا زیادہ عزت کے اور بعض کم۔ کے ہیں تاہم سب کی اعلےٰ عزت اس میں ہے کہ سب ملکر کل کلیسیا کی بہتری ڈھونڈیں۔ اس کوشش میں ہر عضو ہمہ تن مصروف ہے +

مقدس پطرس بھی اپنے پہلے خط میں (باب ۲-آئت ۱۶) ظاہر کرتا ہے کہ ہمیں قوانین اور احکام کے تابع رہنا چاہئے۔ آزادوں کی طرح نہ اپنی آزادی کو برائی کا پردہ بناکر بلکہ خدا کے بندوں کی طرح +

یہ سوال فقط کلیسیا ہی کے ساتھ نہیں۔ بلکہ کل بنی آدم سے تعلق رکھتا ہے۔ اور خاص اس ملک سے جہانکہ ان دنوں میں تعلیم اور شائستگی کے بڑھنے سے یہ سوال نہایت ہی قریب آگیا کہ کس طرح ہر فرد کی آزادی بنی رہے اور سوسائٹی کی بہبودی بھی ممکن ہو۔ اس کے متعلق ہم یہ سوال پوچھتے ہیں۔ کہ کیا ایک درخت خود مختار ہے کہ جس طرح چاہے بڑھے شاخیں پھیلائے نئے نکلے

درخت کہہ سکتا ہے کہ اگر مجھ میں حرکت کی قابلیت ہوتی۔ تو میں کس قدر زیادہ کارآمد ہوتا لیکن اس کو
کاٹ کر آزاد کر دو۔ تو وہ زمین پر پڑا رہتا ہے بالکل آزاد نہیں ہوتا۔ اس کی اصلی آزادی
اس میں ہے کہ وہ زمین میں مضبوطی سے جڑ پکڑے۔ اسی طرح ہم بھی اس بات کی خواہش رکھیں کہ اپنی طاقتوں
سب سے عمدہ طور پر استعمال کریں۔ خود نمائی ضروری نہیں بلکہ کل کے فائدہ کے لئے اپنی
طاقتوں کو محدود یا مردہ نہ کریں۔ بلکہ ہر ایک اپنی لیاقتوں کو ترقی دے اور جہاں ان کی زیادہ ضرورت
ہو وہیں ان کو استعمال کرے ✦

مشورے کی مجلسوں میں بھی ایسا ہی ہونا چاہئے۔ اکثر اوقات یہ ہوتا ہے کہ شخص اپنی رائے
دل میں قائم کر کے آتا ہے اور چاہتا ہے کہ سب اس کو منظور اور قبول کر لیویں۔ ایسا نہیں ہونا چاہئے
بلکہ ہر ایک کو چاہئے کہ اپنی رائے کو محبت سے پیش کرے تاکہ جو نتیجہ ہو وہ گویا سب کی رائے کا
خلاصہ ہو ✦

گو ہر شخص علیحدہ ہستی رکھتا ہے تاہم کوئی اکیلا نہیں رہ سکتا۔ ترقی اور مضبوطی کے لئے اتحاد
ضروری ہے۔ اسی طرح اگرچہ ہم غلام نہیں ہیں تاہم ہمیں قواعد کی تابعداری لازم ہے شیطان ہم کو
سکھا دیتا ہے۔ کہ جس طرح چاہو زندگی بسر کرو۔ ہمیں خدا کی پاک روح کی ضرورت ہے کہ ہمیں
سکھائے کہ ہم اپنی آزادی کو کس طرح خدا کے جلال کے لئے اپنے قابو میں رکھیں۔ وہ چاہتا
ہے کہ ہم اپنے تئیں اس کے حضور زندہ قربانی پیش کریں۔ وہ ہمیں اپنی پستی کرنے والی سطح سے بلاتا ہے
اور ہمارا فرض یہ ہے کہ اپنے تئیں محبت کی تابعداری سے اس کے حوالہ کریں کہ وہ جس طرح چاہے
ہمیں کام میں لائے۔ وہ ہمیں محبت کی رسیوں سے باندھتا ہے۔ کہ ہم اتحاد اور مضبوطی کو زائل
نہ کریں بلکہ اس طرح اپنی زندگی بسر کریں اور اس کی خدمت بجا لائیں کہ درخت کی سی شاخیں بڑھیں
اور پھیلیں تاکہ لوگ آکر اس کے سایہ میں آرام پائیں ✦

پس ہم آزاد ہو کر فرمانبرداری سے اس دنیا میں خدا کی مرضی بجا لائیں تو آخر کار اس سے
زیادہ خدا کی خدمت میں ہم اپنی اس دنیا کی زندگی پر نظر کر کے معلوم کرینگے کہ اس کی بندگی

کمال آزادگی ہے۔ جب تک کہ وہ آئے ہم آزاد دل سے اُس کی خدمت کریں۔ تاہم ہمارے دل اُس کی محبت کی رسیوں سے بندھے رہیں۔ آمین

بچوّں کے لئے

ایک چھوٹی لڑکی نے جب دیکھا کہ نوکر روٹی کا چور چار آگ میں پھینک رہا ہے۔ تو کہنے لگی "کیا تم کو معلوم نہیں۔ کہ خدا چڑیوں کی بھی خبر رکھتا ہے"؟ اس نے بے پرواہی سے جواب دیا "اگر خدا ان کی خبر رکھتا ہے تو کیوں ہم ان کے لئے کیوں تکلیف اٹھائیں" چھوٹی لڑکی نے کہا "نہیں میں چاہتی ہوں کہ خدا کی مانند بنوں اور چھوٹی چڑیوں کی خبر لینے میں اُس کی مدد کروں۔ میں یہ بہتر سمجھتی ہوں کہ وہ ٹکڑے جو خدا نے ہمیں دیئے ہیں آگ میں ڈالنے کے بدلے چڑیوں کو دیئے جائیں"۔ تب اُس نے خبرداری سے جو کچھ چور چار بچ رہا تھا۔ بٹور کے باہر پھینک دیا تھوڑے عرصے میں کئی چڑیاں بڑے شوق سے اس جگہ اُڑ آئیں۔ اور اُس چور چار کو چگنے لگیں بعد اس کے وہ لڑکی ہر روز ایک چھوٹی ٹوکری میں چور چار یا روٹی کے ٹکڑے جو میز پر سے گرتے تھے بٹور کے باہر چھوٹی چڑیوں کے لئے پھینک دیتی تھی۔ اور اس جاڑے بھر ہر روز یہ چھوٹی چڑیاں کھانے کے بعد آکے اپنا حصہ اس طور سے لیتی رہیں۔ اے پیارے بچّو۔ کیا تم بھی اسی طور سے خدا کی مدد نہیں کر سکتے؟

رسیدزر

سیلی .... دس روپیہ

مسٹر سیوا سنگھ سب پوسٹماسٹر مادھوپور .... ڈیڑھ روپیہ

پادری ملائم الدین صاحب - ڈیرہ اسمٰعیل خاں .... "

پادری ودھاوا مل صاحب بھیروال .... "

مسٹر اسے جوزف ملائم الدین ہیڈ کلرک پولیس - وانوں .... "

مسٹر آئی - سی - سنگا ہیڈ ماسٹر بینگ ہائی سکول - بٹالہ .... "

پنڈت بشن داس صاحب مختار عدالت - اجنالہ .... "

پادری میاں صادق صاحب - اجنالہ .... "

مسٹر اے - ایس ملائم الدین تحصیلدار - ٹانک .... "

ڈاکٹر احمد شاہ صاحب - لشائق - لداخ .... "

مسٹر پی - ایل سنگھ - بی - اے - ہزاری باغ .... "

پروفیسر ایڈگر مترے لاہور .... "

منشی وحید الدین صاحب لاہور .... "

پادری ایچ گولکھ ناتھ صاحب لاہور .... ایک روپیہ

میزان انتیس روپیہ

Mission Press, Amritsar

مسیحی

امرت سر

نمبر پنجم مئی سنہ ۱۸۹۶ع

فہرست مضامین

مشن پریس امرتسر

مسیحی

ہر مہینے امرتسر سے شائع ہوتا ہے

قیمت سالیانہ ایک روپیہ آٹھ آنہ پیشگی -

تمام مضامین بنام ایڈیٹر و دیگر خط و کتابت

بنام مینیجر مسیحی امرتسر ہونی چاہیے

زبردستی آگھسے تھے۔ آج سب نے چپ چاپ قطع تعلق کر لیا۔ یہاں تک کہ پھر ایک ہندوستانی ہی کو سکرٹری مقرر کیا۔ ضرور اس اس میں کوئی پالیسی (حکمت عملی) ہوگی۔ کسی نوجوان نے چپکے سے کہا کہ بزرگو بیفائدہ فکر کیوں کرتے ہو۔ آج ہم نے سن جوانی میں پہلا قدم رکھا ہے۔ غرضیکہ جتنے منہ اتنی باتیں۔

چرچ کونسل دا الله بیلی۔

جناب بشپ صاحب لکھنؤ نے سی۔ایم۔ایس سنٹرل چرچ کونسل ممالک مغربی شمالی اودھ اور ممالک متوسط کے سالانہ جلسہ کی تقریب پر اپنی تقریر میں فرمایا۔ بیس برس گذرتے ہیں کہ لوگوں میں ذرا بھی بے چینی نہ تھی کیونکہ ہر ایک مطمئن تھا کہ کلیسیا جس حالت میں ہے اسی میں بغیر اپنے پاؤں پر کھڑے ہوئے اور بغیر آزادی حاصل کئے قائم رہے جب لوگ اپنی ضرورتوں سے واقف ہونے لگیں تو یقیناً یہ ایک بڑی بات ہے۔ ان ضرورتوں کے پورا کرنے میں یہ ایک پہلا قدم ہے۔ اس لئے میں یہ دیکھ کر خوش ہوں کہ لوگ اپنی ترقی کی کمی سے بے چین اور غیر مطمئن معلوم ہوتے ہیں اس سے پایا جاتا ہے کہ ترقی دور نہیں۔ اس سے یہ بھی پایا جاتا ہے کہ لوگ اپنی کمزوریوں کو دیکھنے اور ان کی اصلاح کرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ بشپ صاحب نے یہ بھی فرمایا کہ میرا یہ افسوسناک تجربہ ہے کہ یورپین اور ہندوستانی مسیحی ایک دوسرے کو بے اعتباری کی نظروں سے دیکھتے اور روشن پہلوؤں کی بجائے اکثر ایک دوسرے کے تاریک پہلوؤں پر نظر ڈالتے ہیں۔ بیشک نقص دونوں طرفین میں پائی جاتی ہیں۔ یورپین مسیحی ناتراشیدہ بے درد۔ متکبر اور دبانے والے ہوتے ہیں اور ہندوستانی مسیحی کمزور۔ زود رنج۔ تنگ مزاج اور حیلہ جو بھائیوں کو چاہئے کہ ہر ایک دوسرے کے مقاصد اور آرزوؤں پر بھروسہ رکھیں۔"

مسٹر پی۔ ایل۔ سنگھ (سابق سیکنڈ ماسٹر بیرنگ ہائی سکول بٹالہ) دوسرا دیسی مسیحی ہے جس نے پنجاب یونیورسٹی کی ایم۔ اے ڈگری (بزبان انگریزی) حاصل کی۔ مسیز [illegible] جونا داس [illegible] نے اس سال بی۔ اے کی ڈگری حاصل کی ہے۔ ایف۔ اے۔ میں مسیحی طلبا کامیاب ہوئے [illegible] کالج لاہور) دیوان سوہن لعل۔ منگت رائے۔ ایڈون ٹوس۔ ایس ناتھ۔ چونی لعل [illegible] [illegible] (سینٹ سٹیفن کالج دہلی) جوئیل واعظ لعل۔ ایس چارلس۔ نتھانیل تھمیاہ۔

مسیحی

مئی ۔ ۱۸۹۶

سی ۔ ایم ۔ ایس چرچ کونسل پنجاب

اس کونسل کا اول اجلاس [illegible] میں منعقد ہوا ۔ اور ہوا سے [illegible] کے اس کا سالانہ اجلاس متواتر ہوتا چلا آیا ہے ۔ چند سال تک کارروائی بڑے جوش سے جاری رہی اور ہمیشہ ثابت ہوا کہ ایسی کونسل کی ہستی ضروری ہے ۔ لیکن مدت نہ گذرنے پائی تھی کہ حالات تبدیل ہونے لگے اس کا انتظام شروع ہی سے مشنریوں کے ہاتھ میں تھا لیکن [illegible] اپنے دلی بخار [illegible] نکال دیا کرتے تھے اب وہ صورت بھی نہ رہی جس [illegible] پادری صاحب نے شروع میں [illegible] دیا تھا کہ ہمارے ہاتھ اب تک [illegible] بعد مدت ہوئے ہیں ۔ تو بھی ہمارے [illegible] گئے ہیں ہم نے [illegible] سال کے بعد [illegible] یہ بھی کہتے سنا کہ " جب چرچ کونسل شروع ہوئی ہمارے پاس باتیں [illegible] تھیں ۔ لیکن اب وہ بھی نہیں رہیں ۔ " ادھر شخصی حکومت [illegible] ہاتھ میں ۔ ادھر غلط فہمی [illegible] ہاتھ میں [illegible] انتظام میں خلل ۔ غرض روز بروز معاملات ڈھیلے ہوتے گئے ۔ آخر نوبت یہاں تک پہنچی [illegible] کونسل کی خوشنما عمارت لڑکھڑانے لگی ۔ کیوں نہ ہو بنیاد خام تھی دیواروں کو کیسے تھامتی ۔ [illegible] باوجود ایک بھاری نقص کے یہ کونسل [illegible] سال تک کیسے کھڑی رہی ۔ لیکن اب [illegible] اس کو خواہ کسی ملکے نام سے نامزد کریں ۔ لیکن خلاصہ یہی ہے کہ چرچ کونسل کے ایام کا شمار پورا ہو چکا ہے اور اب ضرور ہے کہ یا تو یہ کسی دوسری صورت میں قائم ہو اور یا جیسا کہ بعض کی رائے ہے [illegible] کی کانفرنس کے ساتھ یہ بھی انگلستان کی پیرنٹ کمیٹی کی گود میں جا بیٹھے ۔

پنجاب چرچ کونسل کے حالات بذریعہ کارسپانڈنگ کمیٹی کے انگلستان کی پیرنٹ کمیٹی

کے سامنے پیش ہوتے رہتے ہیں۔ اب جو اس کونسل کی نسبت میں سخت کمزوری محسوس ہونے
لگی تو انگلستان کی کمیٹی نے گذشتہ سال کے آخر میں مشنری کانفرنس اور چرچ کونسل سے
استدعا کی کہ دونوں کی مشترک کمیٹی اس کی تشخیص کرے اور کوئی ایسا علاج تجویز ہو جس سے آئندہ
کارروائی خاطر خواہ چلے۔ بدیں غرض ۱۰ جنوری سنہ رواں کو ایک جائنٹ کمیٹی منعقد ہوئی۔
جس میں چرچ کونسل کے سکرٹری پادری وائٹ برنٹ صاحب نے ایک مسودہ بدیں
مضمون پیش کیا "کہ ایک عام کونسل ہونی چاہئے جس کے ممبر کارسپانڈنگ کمیٹی کے لے ممبر مشنری
صاحبان۔ دیسی پادری صاحبان اور کلیساؤں کے لئے ڈیلیگیٹ ہوں تو سوائے کارسپانڈنگ
کمیٹی کے تعلق کے باقی قریب اس سارے مسودہ پر ممبروں کا اتفاق تھا۔ آخر یہ رزولیوشن پاس
ہوا کہ چونکہ اس کمیٹی کی رائے میں سی۔ ایم۔ ایس کا موجودہ انتظام بلحاظ چرچ کونسل کے پورا
قابل اطمینان نہیں اس لئے ہم مندرجہ ذیل صاحبان کو ایک سب کمیٹی مقرر کرتے ہیں۔ کہ
وہ کوئی سکیم (طریق کارروائی) تجویز کر کے آئندہ اجلاس میں پیش کریں" سب کمیٹی پادری
کلارک صاحب۔ بابو سنگھ صاحب اور پادری گرے صاحب منتخب کئے گئے۔ اس کمیٹی
کا اجلاس ایک ہفتہ کے بعد یعنی ۱۷ جنوری کو ہوا اور اگرچہ بہت سی باتوں میں سب متفق
تھے تو بھی کسی خاص سکیم پر سب کا اتفاق نہ تھا۔ آخر پادری کلارک صاحب نے پیش کیا
کہ ایک مسودہ اپنی رائے کا وہ خود چھپوا کر مشتہر کریں اور پادری گرے صاحب بھی ایسا ہی کریں۔
پادری گرے صاحب نے اپنے مسودے میں پادری وائٹ برنٹ صاحب کے اس مسودہ
کے ساتھ اتفاق کیا۔ جو ۱۰ تاریخ جنوری کے جلسہ میں پیش کیا گیا تھا (حقیقت میں وہ خود ہی
کی رائے کا اظہار تھا)۔ ضرور ہے کہ پہلے موخرالذکر مسودے کا مختصر ذکر کیا جائے۔ پادری
وائٹ برنٹ صاحب نے اس سوال کے جواب میں کہ کیا موجودہ چرچ کونسل کے انتظام نے
اپنے مقاصد کو پورا کیا ہے یا نہیں؟ فرمایا کہ اول چرچ کونسل کے مقاصد پر غور کرنا چاہئے
وہ مقاصد مفصلہ ذیل ہیں۔

بالکل علیحدہ رہتے ہیں۔ دوئم پنجاب میں چرچ کونسل بالکل پیش از وقت ہے۔ ابھی اس کو
ماں سے پکڑ کر چلانا چاہئے۔ سوئم اس کا انتظام بالکل پیچیدہ ہے۔ چنانچہ بعض پادری سی۔ ایم
ایس سے متعلق ہیں اور بعض چرچ کونسل سے۔ آپ کی رائے میں اس کا یہی سہل علاج ہے
کہ ایک سپرنٹنڈنٹ مشنری کے متعلق چند ڈسٹرکٹ کمیٹیاں ہوں اور وہ اُن کا پریذیڈنٹ ہو
اس مشنری کے ماتحت ولایتی اور دیسی پادری ایک ہی پایہ پر سمجھے جائیں اس سے یہ فائدہ
بھی مقصود ہے کہ نووارد مشنری صاحبان ایک تجربہ کار مشنری کے نیچے کام کریں گے خفیف
معاملات کا فیصلہ ڈسٹرکٹ کمیٹیاں خود کریں اور عام انتظام دیسی اور ولایتی ممبروں کی مشترک
جماعت کے متعلق ہو۔ اس طور پر یورپین اور ہندوستانی مل جل کر کمیٹیوں میں کام کریں گے۔
اور جُوں جُوں ہندوستانیوں کو تجربہ حاصل ہوتا جائے وہ کمیٹیوں میں زیادہ جگہ حاصل کرینگے
اور سپرنٹنڈنگ مشنری بن سکیں گے۔ اس طرح وہ کلیسیا کے آیندہ بشپ بننے کے لئے
تیار ہو جائیں گے۔

بزرگ پادری کلارک صاحب کی رائے کا رُخ چرچ کونسل کے موجودہ انتظام کو قائم رکھنے
کی طرف ہے اور کیوں نہ ہو۔ اپنے ہاتھ کا لگایا ہوا پودا ہر ایک کو عزیز ہوتا ہے۔ آپ نے لائق
اشخاص کے حوالجات اور گذشتہ کارروائی میں سے اقتباسات دیکر ظاہر کیا کہ اس قسم
کی کونسل کا ہونا ضروری ہے اور کہ اس سے کچھ نہ کچھ فائدہ ضرور نکلا ہے۔ اپنے مسودہ کے
خاتمہ پر آپ نے چرچ کونسل اور مشنری کانفرنس کے الحاق کی تائید اور تردید کے پہلو [illegible]
صاف دکھلا دیا ہے۔ ایک پہلو کا ہم نے اُوپر بہت سا ذکر کیا ہے۔ دوسری جانب [illegible]
کے سوالات ہو سکتے ہیں کہ کیا دیسیوں کو یقین ہے کہ اس نقار خانہ میں طوطی کی آواز [illegible]
دیگی؟ کیا معاملات کے فیصلہ میں دیسیوں کو دخل ہوگا؟ کیا یورپین لوگوں کی شکایات [illegible]
کی موجودگی میں پیش کی جائیں گی؟ کیا ایک بیس سال کے انتظام کو [illegible]
سراسر ترک کردینا قرین مصلحت ہے؟ چند اور بھی اسی قسم کے اعتراضات [illegible]

ہونے میں وہی طاقتیں اور لیاقتیں کام میں لانی پڑتی تھیں۔ جن سے اب ہم کام لیتے ہیں۔ انکو بھی وہی مشکلات درپیش ہوتی تھیں جو ہمارے سامنے آتی ہیں اور یہی حال ہمیشہ رہیگا ”ایمان سے حنوک اٹھایا گیا کیونکہ اسکے اٹھائے جانے سے پہلے اس کی بابت یہ گواہی دی گئی تھی کہ اس نے خدا کو خوش کیا۔ لیکن ایمان کے بغیر خدا کو خوش کرنا یا اس کے ساتھ چلنا ناممکن تھا۔ کیونکہ اس کے لئے جو خدا کے پاس آتا ہے ضرور ہے کہ ایمان لائے کہ خدا ہے اور کہ وہ اُن کا جو اُسکو ڈھونڈتے ہیں اجر دینے والا ہے۔ عبرانیوں ۱۱: ۵ و ۶۔ اگر خدا کی ہستی کا ثبوت از روئے منطق کامل اور کافی ہوتا تو اس سے انکار کرنا فقط بے وقوفوں یا ناواقفوں کی حالت میں ممکن ہوتا۔ اس حالت میں ہم خدا کی ہستی کے منکر کو اسی نظر سے دیکھتے جس سے ہم اس شخص کو دیکھتے ہیں جو اس انیسویں صدی میں شک کرے کہ زمین گول ہے اس کی سادگی یا اس کی بیوقوفی پر ہم ہنسیں گے یا رحم کریں گے لیکن برعکس اس کے ہم دیکھتے ہیں کہ خدا کی ہستی کے منکر باریک بینی اور بحث کی لیاقت میں ایمانداروں سے ہرگز کم نہیں ہیں۔ اس کے خلاف بعض وقت زبور ۱۴ کی پہلی آیت اور ۵۳ کی پہلی آیت پیش کی جاتی ہے یعنی کہ ”بے وقوف نے اپنے دل میں کہا ہے کہ خدا نہیں ہے“ لیکن اس سے یہ نتیجہ نہیں نکلتا کہ جو کوئی خدا کی ہستی کا منکر ہے وہ ضرور بے وقوف ہے۔ زبور نویس سکھاتا ہے کہ جو شخص بے وقوف تھا۔ یہ بے وقوفوں کے سے کام ارادۃً کرنا چاہتا ہے وہ مجبوراً کہنے لگتا ہے کہ خدا نہیں ممکن ہے کہ زبان سے وہ خدا کی ہستی کا اقراری ہو لیکن اپنے دل میں اسکو یہی ٹھان لینا پڑتا ہے کہ خدا ہستی نہیں رکھتا۔

خدا کی ہستی کے منکر کو بائیبل یہ نہیں کہتی کہ تو بیوقوف یا کم عقل ہے۔ اگر کسی کو منطق میں کامل مہارت نہ ہو تو ہم اس کو گنہگار نہ کہیں گے۔ لیکن بائیبل ایسے آدمی کو جو اپنے چاروں طرف کی چیزوں کو دیکھ کر خدا کی ابدی اور ازلی طاقت اور خدائی کا معتقد نہیں ہو جاتا تقصیروار ٹھیراتی ہے رومیوں ۱: ۲۰۔ بائیبل اسے کہتی ہے کہ تیرا فرض ہے کہ تو قائل ہو جائے۔ **فرض** کا لفظ درمیان

آتا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ خدا کو مان لینا محض عقل پر موقوف نہیں۔ بلکہ دلی اور اخلاقی حالت اور اسباب پر بھی موقوف ہے۔ یہ ضرور نہیں کہ اگر کوئی شخص کہے کہ ہم خدا کی ہستی کا قائل نہیں ہوں تو ہم اس سے فوراً یہ نتیجہ نکال لیں کہ یہ شخص بری نیت رکھتا ہے یا نفسانی خواہشوں کی طرف جھکا ہوا ہے۔ اس کے انکار سے صرف اتنا ظاہر ہوتا ہے کہ اس میں وہ بینائی اور بھروسہ نہیں ہے جس کے ذریعے سے بے شمار آدمیوں کے دلوں میں ایمان پیدا ہوتا ہے۔ بس بیبل ہمیں صاف کہتی ہے کہ اس بات کی توقع نہ رکھو کہ خدا کی ہستی تمہارے لئے کامل منطقی دلائل سے ثابت کی جائے گی ایسا کہ شک کی جگہ مطلق باقی نہ رہے۔

دلائل ہمیں خدا کے پاس یا کسی قدر نزدیک پہنچا دیتے ہیں۔ لیکن اس کا دیدار یعنی اس کی ہستی کا کامل یقین ان سے پیدا یا حاصل نہیں ہوتا۔

کلیسیا کی پیدائش کا زمانہ

(۲)

حق تو یہ ہے کہ کلیسیا کی کامیابی اور فتح پوری پوری طرح بیان ہو نہیں ہو سکتی کیونکہ اس زمانہ کی گندگیاں اور ناپاکیاں بیان سے باہر ہیں۔ اس زمانے کی بدیاں لکھی جا نہیں سکتیں اور اس لئے کلیسیا کی فتح اور اُس دشوار کام کا جو خدا نے اُس کے سپرد کیا درست اندازہ بھی نہیں ہو سکتا۔ مقدس پولوس نے الہامی قلم سے رومیوں کے ۱ باب کی ۲۱ آیت سے ۳۲ تک کچھ تھوڑا سا بیان لکھا ہے۔ تمام حکمت اور ایجاد کی طاقت جو انسان میں ہے اس بات کی کوشش میں صرف ہوتی تھی کہ عیاشی کے نئے نئے طریقے ایجاد کئے جائیں اور بدفعلی کمال کو پہنچائی جائے ایک شاہی دعوت میں ملکوں اور صوبوں کی پیداوار صرف کی جاتی تھی۔ بڑے بڑے خزانے کسی چھوٹی سی خواہش کے پورا کرنے میں صرف ہوتے تھے۔ سطح رعایا خراج اور ٹیکس کے محصلوں کے چنگل میں حیران اور سرگردان تھی۔ اس تاریکی کے ملک اور موت کے سایہ میں

انجیل کی روشنی بھیجی گئی ۔ خدا کا روح پاک نازل ہوا کہ ایک حقیر قوم کے بارہ مچھلی والوں کو اعجازی طاقتیں بخشے ۔ ان مچھلی والوں نے ایسی ہمت دکھائی کہ آخر کار ان کی کوشش سے زمانہ کا ڈھنگ ہی بدل گیا ۔ ان مچھلی والوں نے خود انکاری اور صلیب کا دشوار سبق ان لوگوں کو سکھایا جو پیشتر عیاشی اور جسمانی آرام کی زنجیروں میں جکڑ بند تھے ۔ ان مچھلی والوں نے دنیا کو سکھایا کہ کل بنی آدم ۔ کیا ادنٰے کیا اعلٰے ۔ کیا امیر کیا غریب ۔ کیا بادشاہ کیا دہقان ۔ کیا غلام کیا آزاد سب ایک ہی باپ کے بیٹے اور آپس میں بھائی ہیں ۔ انہوں نے دنیا کو سکھایا کہ معافی اور محبت اعلٰی صفات ہیں ۔ یہ وہی دنیا تھی جو بے رحم اور سخت دل تھی جس کی تمام تربیت اور تعلیم اسکو یہ سکھاتی تھی کہ دوسروں کی تکلیف سے چنداں رنجیدہ نہونا چاہئے ان مچھلی والوں نے ان مغرور سپہ سالاروں کو جو اپنے دیوتاؤں کی حمایت میں بڑے بڑے ملک فتح کرنے کو جاتے تھے اس بات کا قائل کر دیا کہ وہ دیوتا کچھ حقیقت نہیں رکھتے ۔ انہی سپہ سالاروں نے ان خونریز اور جرار دیوتاؤں کی جگہ ایک حقیر مصلوب یہودی کو اپنا خدا مان لیا ۔ اور اسی صلیب پر فخر کرنے لگے جسکو وہ پیشتر سب سے بڑی بیعزتی کا نشان جانتے تھے فی الحقیقت جو باتیں انسان کے نزدیک ناممکن ہیں خدا کے نزدیک ممکن ہیں ۔

پینتیکوست کا روز تھا ۔ ہیکل کے صحن پرستش کرنے والوں سے بھرے ہوئے تھے ۔ ابتدائی فصل کے پہلے پھل قربان گاہ پر رکھے جاتے تھے ۔ یہ پہلے پھل اس بڑی کھیتی کے پہلے پھلوں کا نشان تھے جو خدا نے اس وقت بوئی تھی ۔

ایک چوبارے میں خاموشی اور تنہائی کے ساتھ ۱۲۰ شاگرد جمع تھے ۔ ایک بڑی آندھی کی سی آواز نے خبر دی کہ خدا روح القدس زندگی کا دینے والا نازل ہو رہا ہے ۔ سیحون کے تمام شہر میں خبر پھیل گئی کہ جلیلی ہی کے حقیر شاگردوں کو عجیب گویائی کی طاقت عنایت ہوئی ہے ۔ یہ خبر پاتے ہی لوگوں نے ہجوم کیا ۔ روح القدس پطرس کے ذریعہ سے بولا اور اس کی آواز ان کے کانوں سے گذر کر ان کے دلوں میں پہنچی ۔ تین ہزار آدمیوں نے ایمان لاکے بپتسمہ

پایا۔ کلیسا کی بنیاد پڑ گئی۔

اس حیرت خیز وقت میں شہر ان لوگوں سے بھرا ہوا تھا جو پچاس روز پہلے پکار رہے تھے کہ اسے صلیب دے اسے صلیب دے۔ مسیح خداوند کا آخری حکم یہ تھا کہ یروشلم سے شروع کر کے تمام قوموں کے آگے توبہ اور گناہوں کی معافی کی منادی کرو۔ اور شروع سے یہ روایت چلی آتی ہے کہ مسیح پر شاگردوں کی منادی سے پہلے وہی لوگ ایمان لائے جنہوں نے صلیب دے صلیب دے پکار کر اس عظیم قربانی (گو بدنیتی سے) کے چڑھائے جانے میں مدد دی۔

اسوقت یروشلم میں مختلف ممالک کے یہودی موجود تھے۔ افریقہ کے ریگستان کے کناروں کے رہنے والے۔ دجلہ اور فرات کے کناروں پر بسنے والے۔ بحیرۂ روم کے خوبصورت شہروں کے باشندے۔ شاہی شہر اور تہذیب کے مرکز کے باشندے۔ یہ سب وہاں موجود تھے ان سب نے اپنی اپنی بولی میں انجیل کا پیغام سنا اور ان کو معلوم ہو گیا کہ مسیح مصلوب فی الحقیقت مسیح اور خداوند ہے۔ اس لئے باوجود سرداروں کی مخالفت کے تین ہزار آدمی ایمان لائے۔ فی الحقیقت روح القدس نازل ہوا تھا۔

یہودیوں کے ہادیوں کے خیالات اور ارادے نو پید مذہب کی نسبت نہایت ہی دشمنی اور نفرت کے تھے۔ حب الوطن اور تعصب کے باعث وہ دشمنی کرنے پر مجبور تھے۔ ان کی ملکی آزادی مفقود ہو چکی تھی۔ ان کے آخری بادشاہوں یعنی خاندان اسمونی کا جاہ و جلال سایہ کی طرح گذر چکا تھا۔ ہیرودیس کا اجنبی اور بدخاندان ان پر اپنی گندی حکومت کا سایہ ڈال رہا تھا۔ یہودی پوری طرح ذلیل ہو چکے تھے۔ اب ان کے پاس فقط ایک ہی چیز باقی تھی جس کے سہارے پر ان کی قوم ٹھہری ہوئی تھی۔ وہ [illegible] اور وہ سہارا موسوی شریعت کا تھا۔ اس بیش قیمت [illegible] حضرت [illegible] کی نظر سے دیکھتا تھا۔ وہ سمجھتا تھا کہ میں اس قوم کا عضو ہوں جس کو خدا نے [illegible] چن لیا ہے [illegible]

جلد آنے والا ہے اور کہ وہ آکر تمام قوموں کو فتح کرے گا اور لوہے کے عصا سے ان پر حکومت کریگا۔ تب تمام ہیکل بزیاں جنسے رومیوں نے اسرائیل کو بے عزت کر رکھا تھا انہیں کی گود میں واپس دیجائینگی۔ وہ نفرت بھی جس سے یونانی اسرائیل کو دیکھتے تھے قرضہ کے طور پر یونانیوں کو واپس دیجائے گی تب ہر ایک یہودی یشوع کے سپاہیوں کی طرح زمین کے بادشاہوں کی گردن پر اپنی ایڑی رکھیگا۔

(۴) بت پرست دُنیا کے سب سے نورانی اشخاص جن کی تصانیف ہم کو حیرت اور تعجب میں ڈالتی ہیں اپنے باقی ہموطنوں سے چنداں بہتر نہ تھے۔ ان میں سے چند کا مختصر ذکر کیا جاتا ہے سقراط جس کی تصنیفات میں بعض بعض جگہ ایسا نور پایا جاتا ہے کہ جس سے دل میں امید پیدا ہوتی ہے کہ اب اس شخص کے دل پر خدا کا نور چمکنے والا ہے۔ اپنے دشمن کلوڈیس کے قتل سے نہایت ہی خوش اور مسرور تھا اور ہر سال اس کے مارے جانے کے دن پر خوشی کیا کرتا تھا۔ وہ روز اس کے لئے عید ہوتا تھا۔ افلاطون جس نے سقراط سے الہام پایا تھا اور جو بت پرست دُنیا کا سب سے بڑا الہامی گذرا ہے اور جس کی الہامی دانائی کبھی انجیلی روشنی کے قریب قریب آتی معلوم ہوتی ہے۔ اتھنز کے باشندوں کو مبارکباد ہی دیتا ہے کہ تم بڑے مبارک ہو کیونکہ باقی تمام یونانیوں کی نسبت تم غیر قوموں سے زیادہ نفرت رکھتے ہو۔ غیر قوموں سے نفرت رکھنا افلاطون کے نزدیک گویا ایک خوبی تھی۔ اس زمانے میں قصور کا معاف کر دینا بجائے نیکی کے بزدلی تصور کیا جاتا تھا جس دشمن کو رومی لوگ فتح کر لیتے تھے اس کا فقط یہی حصہ تھا کہ ذلت سے مارا جائے۔ جبکہ اس کا فاتح کیپی ٹول کی چوٹی پر خوشی کرتا تھا مفتوح دشمن بیرحمی کے ساتھ قتل کئے جاتے تھے جبکہ ان کے فتح کرنے والے اپنے دیوتاؤں کے سامنے خوشبویاں جلانے میں مصروف ہوتے تھے۔

تاہم صاف نظر آتا ہے کہ یہ خدا کی حکمت اور مرضی تھی کہ اس زمانہ میں ساری مہذب دُنیا ایک عظیم قوت کے تحت میں تھی۔ اور یہ بھی تسلیم کرنا پڑتا ہے کہ اگرچہ رومی اہلکار و حاکم کبھی کبھی سخت ظلم کے مرتکب ہوتے تھے تاہم ان کی حکومت باقی تمام موجودہ حکومتوں سے بہتر تھی یہ بات نئے عہدنامہ سے بخوبی معلوم ہوتی ہے۔

وہ زمانہ جس میں ہمارا خداوند پیدا ہوا - نہایت ہی امن کا زمانہ تھا - اگسٹس ایک مطیع دنیا پر حکمران تھا - اور مانا ہوا شہنشاہ کاہن منصف اور سپہ سالار تھا - ہمارے خداوند کی عمر اٹھارہ برس کی تھی جب سلطنت کا عصا اگسٹس سے ٹائبیریس کی طرف منتقل ہو گیا - یہ شخص مطلق اس لائق نہ تھا کہ اگسٹس جیسے عالی ہمت کا جانشین ہو - اس نالائق کی سلطنت میں کلوری کا عظیم الشان حادثہ اور کفارہ وقوع میں آیا -

اس زمانہ میں کل مہذب دنیا میں ایک زبان بولی جاتی تھی - ایک ہی قانون جاری تھا - ایک ہی قسم کی تہذیب تھی - اور علم و فلسفہ کا چرچہ چشموں نے بھی کسی قدر پھیل چکا تھا - اس طرح خداوند نے جلیل کے مچھوؤں کی تعلیم کے لئے تیاری کر رکھی تھی -

لیکن افسوس بت پرستی و وہم کی تاریکی نے زمین پر اپنا سیاہ سایہ ڈال رکھا تھا - تمام قومیں بطالت کی نیند میں سو رہی تھیں -

یہودیوں کو چھوڑ کر باقی سب قومیں شرک میں مبتلا تھیں - ان کے عبادت کے دستورات بھی بڑے گھنونے اور تفرقی تھے - روم کی پالیسی یہ تھی کہ سب قوموں کو اپنے اپنے قدیم دستورات و عبادات کے مطابق عبادت کرنے کی آزادی دی جائے - اس طرح ان کے نزدیک یہوواہ اور مصر کے بت یکساں تھے - اکثر قوموں کے خدا کوئی خاص نیکی یا بدی مجسم تھے - بعض لوگ اپنے گزشتہ بزرگوں اور بہادروں کی پرستش کرتے تھے - نیچر کی بعض اشیا بھی پوجی جاتی تھیں سورج چاند ستارے دریا اور ہوائیں پوجی جاتی تھیں - مصر میں کم درجہ کے جانور اور کیڑے مکوڑے پوجے جاتے تھے - آدمی نے اپنی عقل سے خدا کو ڈھونڈا - لیکن ایک کیڑے یا بلی یا کتے یا مگرمچھ کو پایا

ان ممالک میں پرستش کو قائم رکھنے کے لئے پجاریوں اور کاہنوں کے بڑے بڑے فرقے تھے - ہر فتح یا خوش قسمتی کا وقوعہ کسی خاص دیوتا کی طرف منسوب کیا جاتا تھا - مصیبتوں اور آفتوں کے دور کرنے کے لئے بڑی بڑی بہادرانہ قربانیاں اور خود انکاریاں کی جاتی تھیں -

بُت پرستوں کے مذہب کے دو پہلو تھے۔ ایک وہ جس سے صرف جاہل واقف ہو سکتے تھے۔ اور دوسرا وہ جو صرف عالموں اور داناؤں کی سمجھ میں آسکتا تھا لیکن اس مذہب میں بدفعلی کے روکنے اور آدمیوں کو درست کرنے کی مطلق طاقت نہ تھی۔ بلکہ برعکس اس کے اکثر اوقات بدی کو بڑھاتا تھا۔ عام کھیل تماشے وغیرہ بے مزہ اور بے لطف سمجھے جاتے تھے۔ اگر ان میں خونریزی نہ ہوتی۔

تھیٹروں میں کچھ لطف باقی نہ رہا۔ سب سے بڑا دلچسپ قصہ اور دردناک حادثے کا بیان ان کے دل پر کچھ اثر نہ ڈالتا تھا۔ حقیقی کشت و خون دیکھنے کے لوگ ایسے عادی ہو گئے تھے کہ مصنوعی تماشوں کی پرواہ نہ کرتے۔ ایک رومی تماشے میں صدہا گلیڈی ایٹر یعنی مصنوعی سپاہی ایک دوسرے کا خون کرتے تھے۔ عدالتوں میں جب غلام کسی جُرم کے لئے لائے جاتے تھے تو قاعدہ تھا کہ ان پر بڑا ظلم کیا جاتا تھا اور بغیر سخت بے رحمی کے ان کے اظہار نہ لئے جاتے تھے۔ اور یہ لوگوں کے لئے روزمرہ کا تماشہ تھا۔

رومی سلطنت پر جو سب سے بڑھ سیاہ دھبہ تھا وہ غلامی اور بردہ فروشی کا تھا۔ غلاموں کی تعداد کی کچھ انتہا نہ تھی۔ یہ غریب لڑائیوں میں پکڑے جاتے تھے یا کسی اور حادثہ یا مصیبت کے باعث آزادی کو کھو چکے تھے۔ مالک ان پر پورا اختیار رکھتا تھا۔ ایک رومی مصنف لکھتا ہے کہ مال تین قسم کا ہے۔ ایک وہ جو بازبان ہے۔ دوسرا وہ جو نصف زبان رکھتا ہے۔ اور تیسرا وہ جس کو بولنے کی طاقت نہیں۔ پہلے سے مراد غلام ہے دوسرے سے گائے بیل وغیرہ۔ تیسرا لکڑی پتھر وغیرہ کی طرف اشارہ کرتا ہے۔

بڑے بڑے امیروں کے مکانوں میں عام ملکی قوانین کو مشکل سے دخل حاصل تھا۔ مالک اپنے غلاموں کے ساتھ جو سلوک چاہتا تھا کر سکتا تھا۔ اگر کسی چھوٹے سے قصور کے لئے وہ ان میں سے کسی کو مصلوب کرنا یا اس کے ہاتھ پاؤں کاٹنا یا اور کسی قسم کا عذاب دینا چاہتا تو وہ ایسا کرنے پر [illegible] تھا۔ اس سے بڑھ کر یہ بھی ایک قانون تھا کہ اگر کچہری میں کسی عذاب یا سرزنش سے

وقت کسی کا غلام ناکارہ ہو جاتا تو سرکار اس کو اس غلام کی قیمت دیتی تھی۔ غلام اپنے ہاتھ پاؤں اور اپنی گردن کا مختار یا مالک نہ تھا۔ ان سب ظلم کے انتظاموں سے کوئی حیران نہ ہوتا تھا۔ کیٹو جو کہ بڑا [illegible] اپنے وقت کا محب سمجھا گیا تھا کہتا ہے کہ اگر کوئی غلام ضعیف ہو جائے تو اسے مار ڈالنا چاہئے۔

آدمی کی جان کی کچھ قدر و قیمت نہ تھی۔ اس طرح اس زمانے کے لوگوں نے خدا کی صورت پر پیدا کئے ہوئے آدمی کو بے قدر کر رکھا تھا۔

بعض دل خواہ مخواہ پوچھتا ہے کہ کیا کوئی ایسا نہ تھا جو ان خرابیوں کے خلاف اپنی آواز بلند کرنے کی دلیری رکھتا تھا۔ کیا کسی کو یہ ایمان حاصل نہ ہوا تھا کہ ایک خدا ہے جو آدمی سے اس کے اعمال کا حساب لے گا۔ کیا کسی کو راستی پر چلنے کی مضبوطی نہ تھی۔

ہاں ایسے مستثنیٰ اشخاص تھے۔ وہ چھلکے جن سے سؤر اپنا پیٹ بھرتے تھے۔ **سقراط افلاطون۔ ارسطو** اور **سینسرو** کی بھوک بجھا سکتے تھے۔ تاہم ان لوگوں کو کامل روشنی حاصل نہ تھی۔ ان کے علاوہ اور بہت ہوشیار اور ذی عقل آدمی تھے جو جاہلوں کی غلطیوں کو دیکھ دیکھ کر ہنستے تھے اور تمام مذہبی اور روحانی مسائل کو بچوں کا کھیل سمجھتے تھے۔ اور کہتے تھے کہ ان بچوں سے ان کے کھلونے چھیننا مناسب نہیں۔ اس لئے ضرور ہے کہ ان کے لئے مندر بنائے جائیں اور ان میں پجاری مقرر کئے جائیں۔ اس زمانے میں عالموں کے تین گروہ تھے ایک گروہ وہ تھا جو **اپی کیورین** کے نام سے مشہور تھا۔ ان کا عقیدہ تھا کہ انسانی زندگی کا سب سے بڑا کام عیش ہے۔ اس لئے یہ لوگ ہر طرح کی عیاشی میں غرق رہتے تھے۔ دوسرا گروہ **سٹویک** کہلاتا تھا۔ انکا عقیدہ پہلوں کے بالکل برعکس تھا اور یہ لوگ بڑے ریاضت کش تھے۔ تیسرا گروہ **افلاطونیوں** کا تھا جو دن رات خواب دیکھتے رہتے تھے۔ اور خیالوں کے ساتویں آسمان پر سے کبھی نیچے نہ دیکھتے تھے۔ لیکن جاہلوں کو خوش کرنے کے لئے یہ تینوں گروہ بت پرستی میں شریک ہو جاتے تھے اور ایسا کرنا اپنا ملکی فرض سمجھتے تھے۔

آرام

(۱)

اے لوگو جو تھکے اور بڑے بوجھ سے دبے ہو سب میرے پاس آؤ کہ میں تمہیں آرام دوں گا۔ میرا جُوا اپنے اوپر لے لو اور مجھ سے سیکھو۔ کیونکہ میں حلیم اور دل سے فروتن ہوں۔ اور تم اپنی جانوں میں آرام پاؤ گے۔ کیونکہ میرا جُوا ملائم۔ اور میرا بوجھ ہلکا ہے۔ متی ۱۱: ۲۸، ۲۹، ۳۰

کچھ روز ہوئے میں نے ایک مشہور و معروف واعظ کو آرام کے مضمون پر وعظ کرتے سُنا۔ خیال تو نہایت عمدہ اور نفیس تھے۔ لیکن جب میں نے اپنے دل سے سوال کیا۔ بھلا واعظ صاحب نے آرام حاصل کرنے کے لئے کونسی تدبیر بتائی ہے تو کوئی جواب نہ پایا واعظ کی تو دلی خواہش تھی کہ وہ عملی ہدایات بیان کرے۔ لیکن مجھے اُس کے سارے بیان میں کوئی ایسی بات نظر نہ آئی جو عمل میں آسکتی۔ اور نہ کوئی ایسی نصیحت تھی جس کی مدد سے میں جب اپنے دنیاوی کاروبار میں مشغول ہوں اُس چیز کو حاصل کرسکوں۔ لیکن یہ کچھ اس واعظ ہی کا قصور نہ تھا کہ وہ اس گراں قدر مسئلے کو بے حل کئے چھوڑ گیا۔ نہیں۔ بلکہ اگر سچ پوچھو تو آجکل کا خود مروّجہ مذہب ہی اس امر کی بابت بالکل تاریکی میں ہے۔ کیونکہ جب اُس سے اُن روحانی تجربات کی بابت جن کے ساتھ مذہب کا تعلق ہے کوئی حقیقی اور کارآمد نسخہ طلب کیا جاتا ہے تو وہ ہچکچانے لگتا ہے اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ گویا اُس پر دھندلا اور غبارہ بادل چھا گیا۔

الغرض مذہب کی ان بڑی بڑی باتوں اور روزمرہ کی زندگی کے درمیان کسی قسم کا ظاہری لگاؤ نہ ہونے کے سبب ہم سب کے سب حیران و سراسیمہ ہو رہے ہیں۔ زبان میں جتنے الفاظ اعلیٰ اور پاکیزہ باتوں کے ظاہر کرنے والے ہیں۔ کوئی بھی ایسا نہیں جو مسیحی مذہب کی ملکیت نہ ہو۔ اس کی کتابیں اُن اصطلاحات سے جو روح انسانی کی اعلیٰ سے اعلیٰ خوشی اور شادمانی کی حالتوں کو ظاہر کرنے والی ہیں بھری ہوئی ہیں۔ آرام۔ خوشی۔ اطمینان۔ ایمان۔ محبت۔ نور۔ یہ تمام الفاظ اُسکے روحانی گیتوں اور دعاؤں میں اس کثرت سے آتے ہیں کہ پڑھنے والے کے دل میں خودبخود

یہ خیال پیدا ہوتا ہے۔ کہ یہ سب خوبیاں جو ان الفاظ سے ظاہر ہوتی ہیں۔ مسیحی تجربے کی جزو اعظم ہیں۔ لیکن اگر ہم ان لوگوں میں سے اکثر کی جو مسیحی کہلاتے ہیں واقعی حالت پر غور سے نظر کریں۔ تو بعضوں پر یہ خیال غلط اور بے بنیاد معلوم ہوگا۔ مجھے خیال ہے کہ ہم خود بھی اس امر سے بے خبر ہیں کہ کس قدر ہماری مذہبی زندگی کا حصہ فقط لفظ ہی لفظ ہیں۔ اور کہاں تک وہ سامان ہیں جن کو ہم مسیحی تجربے کے نام سے پکارتے ہیں۔ فقط گرجاگھروں کی روزمرہ بات یا یوں کہو کہ فقط مذہبی زبان کے مروجہ فقرات ہیں۔ جنکو ہماری حقیقی حسات یا معلومات کے ساتھ بہت کم لگاؤ ہے ہم میں سے بعض کو تو مسیحی تجربات بہ نسبت اس وقت کے جبکہ ہم نے پہلے پہل مسیحی زندگی میں قدم رکھا اور بھی پرے نظر آتے ہیں۔ وہ زندگی جس کے حاصل کرنے کے ہم آرزومند رہتے اب تک ہم پر ظاہر نہیں ہوئی۔ یہ تو سچ ہے کہ ہم کو یہ افسوس تو نہیں کہ ہم نے اس مذہب کو کیوں اختیار کیا۔ مگر افسوس اس بات کا ہے کہ جو ہم کو اس سے امید تھی وہ پوری نہیں ہوئی شاید کبھی کبھی بعض گھڑیاں ایسی آجاتی ہیں جبکہ کسی راگ کی مدھم سی آواز بہت عمدہ طرز سے ہوتی ہماری روح کے کانوں میں گونجنے لگتی ہیں۔ لیکن یہ اتفاق تو کبھی کبھی اور لمحہ بھر کے لئے ہوتے ہیں۔ ہم یہ جانتے ہیں کہ ان میں کچھ ہمارا حصہ بھی ہے۔ اور اس لئے جب بھی واقع ہوتے ہیں تو ناگہانی اور تعجب انگیز ہوتے ہیں۔ جب گذر جاتے ہیں تو ہم نہیں سمجھ سکتے کہ کیوں چلے گئے۔ اور جب ہم ان کے واپس پھیر لانے کی خواہش کرتے ہیں تو ہم نہیں جانتے کہ اس کی تدبیر کیا ہے۔

یہ سب باتیں اس بات کی طرف اشارہ کرتی ہیں کہ وہ مذہب جس کا یہ حال ہے محکم بنیاد نہیں رکھتا۔ اور جو زندگی اس سے حاصل ہوتی ہے لرزاں اور ٹمٹماتے چراغ کی مانند ہے۔ اور جب یہ حال ہے تو وہ تمام روحانی تجربات و آشتی و اطمینان جو مسیحی مذہب کو دنیا کی آنکھوں میں بمقدر دلکش اور دیگر مذاہب سے ممتاز ٹھیراتے ہیں ایک طرح سے نہ صرف گم ہو گئے بلکہ ان کے کسی اور طرح سے حاصل ہونے کی امید بھی فنا ہو گئی۔ اس کی مثال ایسی ہے جیسے کہ ہم کو یہ تو جب

معلوم ہو کہ صحت کیا چیز ہے۔ لیکن اُس کے حاصل کرنے کے طریق سے بالکل جاہل اور بے خبر ہیں۔

مجھے کامل یقین ہے کہ اِس مشکل کی یہ وجہ نہیں کہ لوگ اُس کے حل کرنے میں سرگرم نہیں ہیں۔ نہیں ہرگز ایسا نہیں۔ ہمارے چاروں طرف مسیحی لوگ دل وجان سے اسی کوشش میں مشغول ہیں کہ کسی طرح ہماری حالت بہتر ہو۔ دُنیا بھر میں رُوحانی شوق وتمنّا ہزارہا مرد وعورت کے دلوں میں جن کی نسبت ہمیں ایسا گمان بھی نہیں بھرے پڑے ہیں۔ اور دانا اور اہل فکر اشخاص میں نوعمر اور خوش باش لوگوں میں یہ جو اپنی پیاس کو بجھانا تو ایک طرف کبھی اُس کو ظاہر بھی نہیں کرتے۔ نہایت زور کے ساتھ یکساں طور پر پائی جاتی ہے اور یہ امر اس زندگی کی نہایت عجیب وغریب اور دلنشین حقیقتوں میں سے ہے۔ دُنیا زیادہ حرارت کی محتاج نہیں ہے۔ بلکہ زیادہ روشنی کی۔ قوت کی کچھ کمی نہیں مگر اُن تمام حقیقی طاقتوں کو جو موجود ہیں۔ دانائی اور قاعدہ کے مطابق استعمال کرنیکی ضرورت ہے

ذیل کے مضمون میں ہم نہایت فروتنی کے ساتھ اسی مسئلہ کو حل کرنے کی کوشش کرتے ہیں اس اُمید سے کہ شاید اس کے ذریعے سے اُن لوگوں میں سے بعض جو " آرام کو ڈھونڈتے پر نہیں پاتے " اُن بڑے مضبوط اور سادہ اصول پر جو نہ صرف مسیحی تجربات کی بلکہ تمام تجربے اور تمام زندگی کی بنیاد ہے استحکام اور استقلال سے اپنے قدم جمائیں۔

نئی کتابیں

مسیح آتا ہے مصنفہ بلیکسٹون صاحب میتھوڈسٹ پبلشنگ ہوس لکھنو سے موصول ہوئی۔ بڑی اعلےٰ درجے کی کتاب ہے ہم ہر ایک مسیحی سے اسکے پڑھنے کی سفارش کرتے ہیں۔

مقدس یوحنّا کی انجیل کی تفسیر رومن اردو دو حصوں میں مصنفہ پادری سی۔ جی۔ ڈیویل صاحب مرحوم مصححہ پادری ایس۔ این۔ سنگھ بی۔ اے۔ قیمت ۸ / فی حصہ۔ صاحب موخرالذکر سے مل سکتی ہے۔

مسیحی شہادتیں

مسیح کا جی اٹھنا

۱

معجزات کے وقوع یا امکان کا ثبوت تجربہ پر موقوف ہے۔ بعض دعویٰ کرتے ہیں کہ معجزات ناممکن ہیں۔ لیکن ایسا قطعی دعویٰ کرنے کے لائق انسانی عقل میں ہمت و لیاقت ہے۔ کیا ہم پوری طرح جانتے ہیں کہ خدا کیا اور کیسا ہے۔ کیا دنیا کی مختلف حالتوں اور طاقتوں کا پورا علم ہم کو حاصل ہے۔ کیا آدمی اپنے تئیں پوری طرح پہچانتا ہے۔ کیا کسی کو معلوم ہے کہ انسانی جسم اور روح میں کون کون سی طاقتیں ہیں جو آج تک پوری طرح عیاں نہیں ہوئیں۔ جس حال کہ ہمیں پورا علم حاصل نہیں تو ہم ایسا دعویٰ کبھی نہ کریں کہ معجزات کا وقوع میں آنا ناممکن ہے کیونکہ اس طرح کر سکتے ہیں۔ انسانی عقل امور واقعی کو لے کر ان سے اپنا نتیجہ نکالتی ہے۔ جیسے کہ کسی امر کا فیصلہ کرنا کہ وہ ناممکن ہے اور یہ ممکن محض جہالت کی دلیل ہے۔ مسلمانوں کا مسیح کی الوہیت اور تثلیث کو بالجبر ناممکن کہہ دینا بھی ایسا ہی ہے۔ معجزات ممکن ہیں یا نہیں۔ اس بات کا فیصلہ کرنے کے لئے ہم تحقیق کریں کہ آیا ہمارے پاس کوئی امور واقعی (جنکو انگریزی میں فیکٹ کہتے ہیں) ہیں یا نہیں۔ اگر تاریخ کی طرف غور کرنے سے معلوم ہو کہ فی الحقیقت کسی زمانے میں معجزات ظہور میں آئے ہیں تو تمام عقلی دلیلوں کو بالائے طاق رکھنا ہوگا اور مان لینا پڑے گا کہ معجزات ممکنات بلکہ واقعات کا درجہ رکھتے ہیں۔ عقل سب چیزوں پر غالب رہتی ہے لیکن امور واقعی عقل کو ہمیشہ مغلوب کرتے ہیں اور اس کے نتائج کی ترمیم کرتے ہیں۔ نیچر کیا ہے۔ کل موجودات اور ان کی خاصیتوں اور تاثیروں کا مجموعہ۔ سائنس کیا ہے۔ کل تحقیق شدہ امور واقعی کا مجموعہ۔

عقل طاقت نہیں رکھتی کہ تاریخ سے کہے کہ تو اس رستے پر نہ چل اور اس پر چل عقل کا کام یہ ہے کہ دیکھے کہ کیا ہوتا یا ہو چکا ہے۔ اور بعد ازاں اس میں سے اپنے نتائج اور قواعد استخراج کرے۔ معجزات کے گواہوں سے عقل سوال پوچھ سکتی ہے وہ ان سے ثبوت طلب کر سکتی ہے اگر گواہ سچے نکلیں تو عقل کی کچہری کا فیصلہ ان کی تائید میں ہوگا۔ جب معجزات کا وقوع ثابت ہو چکا تو باقی یہ رہے گا کہ ہم ان کے سبب دریافت کریں اور جو جو نتائج ان سے پیدا ہوتے ہیں انکو بھی تسلیم کریں۔ جس قدر کوئی امر واقعی عجیب اور نرالا ہوگا اسی قدر اس کے نتائج بھی عجیب اور نرالے ہونگے۔ اس میں سے ہم کو نئے نئے گہرے بھید دستیاب ہونگے۔

اس قاعدے کے مطابق ہم ان مضامین میں مسیحی مذہب کے سب سے بڑے مسئلے کو آزمائیں گے۔ ہم دیکھیں گے کہ مسیح کی قیامت یعنی خداوند مسیح کا مُردوں میں سے زندہ ہو جانا پایۂ ثبوت کو پہنچتا ہے یا نہیں۔ ہمیں اس بات سے کچھ تعلق نہیں کہ آیا ایسی بات ممکن ہے یا نہیں۔ ہم فقط یہ دریافت کرتے ہیں کہ آیا ایسا ہوا یا نہیں۔ اس ثبوت کے تین درجے ہونگے (۱) کہ فی الحقیقت حواریین نے یہ گواہی دی (۲) کیا حواریین کی گواہی قابل تسلیم ہے یا نہیں (۳) مسیح کے جی اُٹھنے سے کیا ثابت ہوتا ہے۔

(۱) حواریین کی گواہی

یہ ثابت کرنے کے لئے کہ مسیح خداوند مُردوں میں سے زندہ ہوا لازم ہے کہ ہم کسی یقینی بات سے شروع کریں۔ وہ یقینی بات یہ ہے کہ فی الحقیقت حواریوں نے کہا کہ مسیح زندہ ہوا ہے۔ مقدس پطرس نے یہ کہا اور مقدس پولوس کا بھی یہی ایمان تھا۔ اعمال کی کتاب میں جو وعظ ان دو بزرگوں کے پائے جاتے ہیں۔ ان میں مسیح کے دوبارہ زندہ ہونے پر سب سے زیادہ زور دیا گیا ہے۔ لیکن شائد کوئی کہے کہ یہ تقریریں اور وعظ فرضی ہیں جو اعمال کی کتاب کے مصنف نے گھڑ لئے ہیں۔ اس اعتراض کے مقابلے میں ہم یہ کہتے ہیں کہ مسیحی کلیسیا کی بنیاد

اور پہلی پشتوں کے مسیحیوں کے عقیدے کو دیکھ لو۔ ان سب باتوں پر غور کرنے سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ کلیسیا کی بنیاد ڈالنے والے ضرور اس بات کا دعویٰ کرتے تھے کہ مسیح زندہ ہو چکا ہے۔ بہرصورت اگر مسیح کے شاگردوں نے کلیسیا کی بنیاد ڈالی تو ثابت ہے کہ یہ بنیاد مسیح کے جی اُٹھنے کے دعوے پر ڈالی گئی۔ رسولوں کا یہ دعویٰ تھا۔ لیکن ہم اعمال کی کتاب کو چھوڑ دیتے ہیں۔ اب اس بات کے ثابت کرنے کے لئے ہمارے پاس خاص ان حواریوں کی تصانیف موجود ہیں۔ علاوہ اس کے چند ایسے آدمیوں کی تصانیف بھی موجود ہیں جو حواریین کے ہم خدمت تھے

ان شہادتوں میں سے سب سے قدیم پر ہم پہلے غور کریں گے۔ اس شہادت میں وہ تمام باتیں پائی جاتی ہیں جو باقیوں میں سے مل سکتی ہیں۔ یہ شہادت مقدس پولوس کی شہادت ہے مقدس پولوس اپنے تمام خطوط میں نجات دہندہ کے جی اُٹھنے کا ذکر کرتا ہے۔ لیکن اپنے ایک خط میں وہ اس دعوے پر خاص زور دیتا ہے۔ یہ خط قرنتیوں کے نام کا پہلا خط ہے۔ کوئی مخالف ایسا نہیں ہوا جس نے اس بات پر شک کیا ہو کہ یہ خط فی الحقیقت پولوس کی تصنیف ہے۔ موجودہ مخالفین بھی اس بات کے کہنے کی جرأت نہیں کرتے۔ اس خط کی تاریخ اور اس کے لکھے جانے کی جگہ بھی قریباً بطور کامل معلوم ہیں۔ یہ خط افسس کے شہر سے ۵۷ء کے موسم بہار میں لکھا گیا۔ خداوند کی موت کو چھبیس برس گذر چکے تھے۔ اقرنتیون باب ۱۵ آیات ۳ سے ۱۱ میں مسیح کے جی اُٹھنے کی بابت یوں لکھا ہے۔ پہلے میں نے تم کو وہ بات سونپی جو مجھے سونپی گئی تھی کہ نوشتوں کے مطابق مسیح ہمارے گناہوں کی خاطر موا۔ کہ وہ گاڑا گیا۔ اور نوشتوں کے مطابق وہ تیسرے دن زندہ ہوا کہ اسکو کیفا نے دیکھا۔ بعد اس کے بارھوں نے۔ بعد اس کے اسکو پانچ سو سے زیادہ آدمیوں نے یکدفعہ دیکھا۔ جن میں سے اکثر زندہ ہیں لیکن بعض سو گئے بعد اسکے وہ یعقوب کو دکھائی دیا۔ پھر سب رسولوں کو۔ اور سب سے پیچھے وہ مجھے دکھائی دیا جو گویا ادھورے دنوں کا پیدا ہوں۔ کیونکہ میں رسولوں میں سب سے چھوٹا ہوں بلکہ رسول کہلانے کے لائق نہیں ہوں۔ اس سبب سے کہ میں نے خدا کی کلیسیا کو ستایا۔ لیکن خدا کے فضل سے

ہمارے مشن اور سوسائیٹیاں

یوگنڈا مشن کی مختصر تاریخ

اب ایک سیاہ اور تاریک زمانہ آیا۔ سنہ ۱۸۸۶ء کے ابتدا ہی کو خبر ملی کہ سب مسیحی گرفتار کئے جائیں گے۔ اس خوف سے اس عہد کو بہت سے لوگ جمع نہ ہو سکے تاہم کئی ایک آدمی عشائے ربانی میں شریک ہوئے۔ ان میں سے بعض کو پھر اس مبارک رسم میں شامل ہونے کا موقعہ نہ ملا۔ کیونکہ انہوں نے اپنے مسیح کی خاطر اپنی جانیں نذر کر دیں۔ ان ہی دنوں میں ایک شہزادی نے تمام جادو کی چیزیں پھینک دیں۔ ایک درباری نوکر نے جس نے بپتسمہ لیا تھا ایک ناجائز فعل کرنے سے جس کی بابت بادشاہ نے اسے حکم دیا تھا انکار کیا۔ وہ فوراً گرفتار کیا گیا اور اس کے ہاتھ پاؤں کاٹھ میں ٹھونک دیئے گئے۔ دو اور مسیحی نوکر طلب کئے گئے۔ بادشاہ نے ان میں سے ایک پر بھالے کر حملہ کیا اور پھر اس کے قتل کا حکم دیا۔ دوسرے سے بادشاہ نے پوچھا کیا تو بھی مسیحی ہے۔ اسکا نام **کگوا اپالو** تھا۔ اس نے جواب دیا کہ میں ہوں۔ یہ جواب پاکر بادشاہ بڑی آواز سے چیخا اور کہا کہ میں تجھے تعلیم دیتا ہوں۔ اور نیزہ لاٹھی کی طرح اس کی پیٹھ پر مارا ایسے زور سے کہ وہ ٹوٹ گیا۔ اور اس کے پھل سے اس کے سر کو زخمی کیا۔ لیکن خدا کی مرضی سے وہ لڑکا نہ مرا بلکہ چنگا ہو گیا۔

بادشاہ کی بیہودگی زیادہ سخت آفتوں کی پیشرو تھی۔ دوسری صبح حکم نکلا کہ سب مسیحی گرفتار کئے جائیں مشن کی طرف سپاہی آئے۔ تاکہ جتنے وہاں ملیں ان کو گرفتار کریں۔ لیکن پادری صاحبان نے خبر پاکر سب شاگردوں کو بھگا دیا۔ تمام سرداروں کو حکم ہوا کہ اگر کسی کے پاس کوئی مسیحی نوکر ہو تو اس کو حوالے کر دے۔ تب وہ کیفیت دیکھنے میں آئی جو عبرانیوں کے گیارہویں باب میں لکھی ہوئی ہے۔

دل وجان سے دعا مانگنا نہ بھولو۔ ان کے لئے بھی دعا مانگو جو مصیبت میں اور نیز ان کے لئے جو خداوند کو نہیں جانتے۔ خدا تم کو اپنی روح اور برکت دے۔ وہ تم سب کو موجودہ مصیبت میں سے نکالے۔ وہ تم کو مسیح کے وسیلے سے ہمیشہ کی زندگی میں داخل کرے۔ سلام۔ اس خط کے لکھنے والے ہم سفید آدمی ہیں۔

صفحہ کی دوسری طرف ا پطرس ۴ : ۱۲ سے ۱۹ چھپا ہوا تھا۔

مسٹر ٹیلکے نے ان دنوں میں لکھا کہ ہماری روحیں بڑی تکلیف اور رنج میں ہیں یہ نہایت عام بڑا خوفناک حادثہ تھا۔ تاہم ہمیں معلوم تھا کہ ضرور کسی روز ایسا ہوگا۔ رہبن کا ٹھونک پادریوں کے مریدوں میں سے بھی تیس زندہ جلائے گئے۔ رات کے وقت اکثر ایسا ہوتا تھا کہ پادری جاگ سوتے تھے اور کوئی شخص آکر ان کو جگاتا تھا۔ اس کی صورت دیکھ کر وہ پہچانتے اور دل میں خوش ہوتے تھے۔ کیونکہ اس کی بابت انکو گمان تھا کہ وہ ضرور مسیح کے نام کی خاطر زندہ جلایا گیا ہے اس طرح غم کے درمیان خدا کھوئے دوستوں سے انہیں ملا کر ان کے مرجھائے ہوئے دلوں کو تازہ کرتا تھا۔ انہیں دنوں میں کئی شخصوں بلکہ چند عورتوں اور ایک شہزادی نے بپتسمہ پایا۔ رات کی خاموشی چراغ کی دھیمی روشنی میں ان لوگوں کو بپتسمہ دیا گیا۔ اور انھوں نے وعدہ کیا کہ ہم مسیح مصلوب کا اقرار کریں گے اور اس کے جھنڈے تلے گناہ دنیا اور شیطان سے مردانہ لڑیں گے اور اپنی زندگی کے اخیر تک اس کے وفادار سپاہی بنے رہیں گے۔

"دو مسیحی بنام ھنری رائٹ ڈوٹا۔ اور سموایل موکاسا مشنریوں کے مخلص دوست ہونے کے باعث موت کے مستحق سمجھے گئے تھے۔ ھنری رایٹ تو چھپا ہوا تھا لیکن موکاسا کو بادشاہ نے کہیں بھیجا ہوا تھا۔ ایک روز صبح کے وقت مونجے سموایل موکاسا دریا تین اور کو ساتھ لے کر آن موجود ہوا۔ اس کو بادشاہ نے کسی دور کے ضلع میں خراج جمع کرنے بھیجا ہوا تھا اور واپس آتے وقت رستے میں اس نے شہیدوں کی خبر پائی۔ اور اسے یہ بھی معلوم ہوا کہ میرے لئے موت کا حکم ہو چکا ہے۔ اس کے ساتھی اسے کہتے تھے کہ

تو بھاگ جا۔ لیکن اس کے پاس وہ خراج کا روپیہ تھا جس کو جمع کر کے اپنے ساتھ لایا تھا۔ اُس کو لے کر بھاگنا خیانت میں داخل ہوتا بعد مشورہ کے صلاح ٹھہری کہ ہر صورت خراج کا خزانہ میں داخل کر دینا فرض ہے اور یہ ایسے موقعہ پر کرنا چاہیئے کہ جلادوں کو خبر نہو۔ لیکن اس کام میں کامیاب ہونے کے لیئے بڑی دلیری درکار تھی۔ اس بہادر مسیحی نے اپنا فرض پورا کرنے کے لیئے اپنی جان دریغ نہ کی۔ اور علی الصباح مزدوروں پر کوڑیوں کے بوجھ (خراج کوڑیوں میں ادا ہوتا ہے) لدوا کر خزانے کو روانہ ہوا اور فوراً ان کو وہاں رکھ کر بھاگا اور نکل گیا چندروز کے بعد رات کے وقت آن کر اس نے پادری صاحبان سے ملاقات کی اور چند مذہبی سوالات پوچھے۔

انہیں دنوں میں مسٹر میکے نے بادشاہ کے گودام کے نگہدار سے بشپ ھینگ ٹن صاحب کا روزنامچہ حاصل کیا اور اس کو انگلینڈ روانہ کیا۔

انہیں دنوں میں یک روسی سیاح بنام ڈاکٹر جنکر یوگنڈا میں پہنچ گیا۔ اس نے بیان کیا کہ میں نے رستے میں کئی لاشیں دیکھیں جو بہت بُری حالت میں پڑی تھیں۔ سڑکوں پر بھی یوں ظلم کے آثار نمودار تھے۔ نو مسیحیوں کی لاشیں صلیب کو اس وحشی ملک میں نمایاں کر رہی تھیں۔ چند ہی لاشیں بپتسمہ یافتہ آدمیوں کی تھیں باقی سب وہ لوگ تھے جو پڑھنے والے کہلاتے تھے اور مشنریوں سے تعلیم پا رہے تھے۔ ان کے لیئے بھی موت کا حکم تھا۔

ڈاکٹر جنکر کی روانگی کے بعد مشنریوں نے یوگنڈا سے نکل جانے کی اجازت چاہی لیکن بادشاہ نے اجازت دینے سے بالکل انکار کیا۔ کچھ عرصہ بعد اس نے مسٹر ایشی کا روانہ ہونا منظور کر لیا۔ انہوں نے انگلینڈ پہنچ کر تمام مصیبتوں اور شہادتوں کے اندوہناک تذکرے سُنائے۔

یوگنڈا کے مسیحیوں کی تکالیف کی خبر دور دور پہنچی۔ اور لوگوں نے طرح طرح سے ہمدردی ظاہر کی۔ یعنی تنّاولی واقع مدراس کے دیسی مسیحیوں نے اسّی پونڈ یعنی قریبًا بارہ سو روپیہ جمع کر کے ان غریبوں کی مدد کے لیئے روانہ کیا۔

یہودا اسکریوطی کا گناہ

یسوع نے ان سے کہا کیا میں نے تم بارہ کو نہیں چُنا۔ اور تم میں ایک شیطان ہے۔ اُس نے شمعون کے بیٹے یہودا اسکریوطی کی بابت کہا۔ کیونکہ وُہی اسکو پکڑوانے پر تھا اور بارہ میں سے ایک تھا — یُوحنّا ۶ : ۷۰، ۷۱

فریب ۔ یہ ایک گناہ ہے جس کو انسانی سوسائٹی نہایت ہی مکروہ سمجھتی ہے۔ جسکو سوسائٹی معاف کرنا مطلق نہیں چاہتی۔ باقی گناہوں کا دُنیا چنداں خیال نہیں کرتی۔ بدفعلی پر وُہ پردہ ڈالتی ہے۔ غصہ ور اور چڑچڑے آدمیوں کے عذر قبول کرلیتی ہے۔ اگر کسی آدمی کی خواہشیں اس پر زبردست ہوں۔ اور وہ سخت گناہ میں مبتلا ہو۔ تو دنیا اپنی عدالت میں نرم ہو جاتی ہے لیکن اگر فریب پر کوئی کمزور فتوٰی دیا جائے تو ظاہر ہے کہ دنیا اور سوسائٹی میں بڑی ابتری اور بدترتیبی پھیل جائیگی۔ اپنی ذات برادری یا قوم سے دغا کرنا۔ اپنے ملک کے خلاف کسی سازش میں شامل ہو جانا۔ ایسے گناہ معاف نہیں کئے جاتے۔ انکو سوسائٹی فراموش نہیں کرتی بلکہ اگر کوئی چور اپنے ساتھیوں کے خلاف مخبری کرے تو دنیا اس کو بھی کمینہ سمجھتی ہے اور آنت میں سب سے بڑے فریبی اور بیوفا شخص کا ڈر ہے۔ اس کے سیاہ فریب کے سامنے دُنیا کے تمام تاریک کام سفید معلوم ہوتے ہیں۔ یہودا کا نام دنیا کے آخیر تک فریب اور بے وفائی کا نمونہ ہونے کے لئے زندہ رہے گا۔ کیونکہ اس نے اپنے دوست کو حوالہ کردیا۔ اس دوست کو جو دوستی اور محبّت مجسم تھا اس نے اس جماعت سے جو حالی ہ

بادشاہت جس کے ہم سب باشندے ہیں جس میں داخل ہونے کی ہم سب بڑی دلی خواہش رکھتے ہیں۔

ہمارا دل کہتا ہے کہ یہوداہ کا گناہ ایک خاص گناہ تھا۔ اس کی آزمائش ایک خاص آزمائش تھی اور ہم پر اس کے آنے کا امکان نہیں۔ ہم اس گناہ میں پھنس نہیں سکتے۔ اس لئے اس کے آجانے سے ہمارے لئے کچھ عبرت پیدا نہیں ہوتی۔ اس سے بڑھ کر اس کا گناہ ایسا خلاف فطرت اور سیاہ معلوم ہوتا ہے کہ اس کے امکان کا خیال کرنا بھی مشکل معلوم ہوتا ہے۔ یہ سمجھنا کہ کس طرح ایک شخص جو رسول بھائی ہی بن گیا۔ کہ وہ جو اس قدوس کا گویا ہمدم و ہمراز تھا۔ اس کا مخالف ہو گیا۔ ان باتوں کا پوری طرح سمجھ میں آنا بہت مشکل ہے۔ خداوند مسیح کا نمونہ انسانی خصلت کو کیسا بڑھانے والا تھا۔ اس کے شاگردوں کی سوسائٹی باوجود تمام کمزوریوں کے کیسی عمدہ تھی۔ وہ راستی کے الفاظ جو ہر دم مسیح کے منہ سے نکلتے تھے۔ اس کی پاکیزگی۔ اس کی قدسیت۔ اس کی محبت۔ وہ ان سب کو بھول گیا اس نے ان سب کو پامال کیا۔ اور کس لئے۔ فقط اس لئے کہ اسکو چند روپے مل جائیں۔ چند روپے۔ بہت نہیں۔ صرف تھوڑے۔ کیا یہ لالچ یہ ہوس انسان کے دل کے کمینہ پن کی طرف اشارہ نہیں کرتی۔ اس سے بڑھ کر اور کونسی آفت انسان کے دل پر آسکتی ہے۔ اس بڑے اخلاقی فرق پر ہمارا خداوند اس آیت میں زور دیتا ہے کیا میں نے تم بارہ کو نہیں چنا۔ تم بارہ کو ہزارہا بنی اسرائیل میں سے۔ شریفوں اور زور آوروں کو چھوڑ کر۔ ربیوں۔ فقیہوں اور کاہنوں کو چھوڑ کر تم چند کو۔ کیا میں نے تم کو اپنے خاص رسول نہیں بنایا۔ کیا تم کو بارہ تخت نہیں دیئے تاکہ اسرائیل کی عدالت کرو پھر بھی تم میں ایک ایسا ہے جو نہ فقط بے وفا ہے۔ جو نہ فقط نالائق ہے۔ فقط گنہگار ہے۔ بلکہ شیطان مجسم ہے۔ خود شیطان ہے۔

اگر ہم اپنے تجربے پر غور کریں تو غالباً ہمیں بھی کوئی شخص ایسا یاد آئیگا جس سے کوئی ایسا گناہ سرزد ہوا۔ جو اسکی حاسہ اور تعلیم کے بالکل مخالف تھا۔ ممکن ہے کہ ہم نے

کسی لڑکے کو دیکھا ہو جس کا خاندان شریف اور دیندار۔ جس کی تعلیم نہائت عمدہ۔ جس کو اس کے
والدین نے بڑی خبرداری اور محبت سے پالا۔ جس کے بھائی بہن بالکل معصوم اور دینداری اور
سچائی کا نمونہ تھے جس نے گویا بچپن سے پاکیزگی۔ دینداری اور محبت کی ہوا میں دم لیا۔ اور
جو باوجود ان تمام باتوں کے گر گیا۔ اور ایسا گرا کہ دنیا نے بھی اسے اپنی ذات سے خارج کر دیا
خدا تو اس سے ناراض ہوا لیکن دنیا بھی اس کو حقیر سمجھنے لگی۔ اس نے اپنے خاندان پر دھبہ
لگایا۔ اس نے اپنے گھرانے کی عزت کو خاک میں ملایا۔ لیکن اپنے گناہ میں مبتلا ہونے کے
عین وقت تک وہ ظاہرا اپنے باقی گھر والوں کی مانند تھا۔ وہ ان کے ساتھ رہتا تھا۔ ان کے
ساتھ کھیلتا۔ ان کے ساتھ پڑھتا۔ جسم میں ان کا ہم شکل۔ آواز میں اپنے باپ کا ہم آواز۔ اس کا باپ
اسے دیکھ کر خوش ہوتا اور کہتا تھا کہ اس کے طور طریقے اپنی والدہ کی طرح ہیں۔

ایسی حالتوں کو دیکھنے اور سوچنے سے ہمیں کسی قدر معلوم ہوتا ہے کہ یہوداہ کی حالت کیا تھی
تاہم اس کی حالت میں کچھ زیادتی تھی جو عام آدمیوں میں پائی نہیں جاتی۔ اس کی حالت میں ایک
گہری مشکل ہے جسکو ہم پوری طرح بیان نہیں کر سکتے۔ کیا ہمارے خداوند کو معلوم نہ تھا کہ یہوداہ
کیسا آدمی ہے۔

(۱) پہلی مشکل یہ ہے کہ جب ہمارا خداوند جانتا تھا کہ یہوداہ کا انجام کیا ہوگا اس نے
کیوں ایسے شخص کو اپنے خاص چیدہ گروہ میں شامل کر لیا۔ کیا وہ شروع سے لالچ کے ان
بیجوں کو جو اس کے دل میں پنہاں تھے دیکھ نہ سکا۔ کیا مسیح عالم الغیب نہ تھا۔ کیا اسکو آئندہ کی خبر
نہ تھی۔ یہ کیسا عجیب معاملہ ہے کہ جس شخص کو وہ جانتا تھا کہ یہ آخر کار بدچلے گا۔ اسی کو اس نے رسالت
کا عہدہ بخشا۔

جس وقت یہوداہ اس اعلیٰ عہدے کے واسطے چنا گیا۔ اگر اس وقت اس کا دل بگڑا
ہوا ہوتا۔ اگر اس وقت اس کی خصلت ناپاک اور کمینی ہوتی تو البتہ ہمارے سامنے ایک بڑی
بھاری مشکل درپیش ہوتی۔ ایسی حالت میں ہمارے خداوند کا اس کو چن لینا ایک بھا

غلطی ہوئی - لیکن ہمارے پاس کوئی ثبوت اس بات کا نہیں کہ یہوداہ شروع ہی سے بگڑا
ہوا تھا - جس وقت وہ چنا گیا اس وقت وہ ضرور اس اعلیٰ عہدے کے لائق ہوگا - وہ بُرا آدمی
نہ تھا اس میں ضرور نیک ہونے اور ترقی کرنے کی بڑی گہری قابلیت تھی - شاید اس میں
وہی قابلیتیں تھیں جو بعد از آں پطرس اور یوحنا میں نمودار ہوئیں - اس کی غارت ہمیں مجبور
کرتی ہے کہ اس کی بابت ایسا سمجھیں - کیا ہم کہہ سکتے ہیں کہ اس نے ہمارے خداوند کی
خاطر کچھ نہ چھوڑا تھا اور اس کے نام کے لئے کوئی مصیبت نہ اٹھائی تھی الزام نہ سہے تھے
کیا ان تین برسوں میں جبکہ طرح طرح کی مشکلات میں وہ اس کے ساتھ لگا رہا - اس پر مسیح
کے نام کی خاطر لعن طعن نہ ہوئی ہوگی - مسیح تو بالکل حقیر تھا اور اس کے پاس سردمہر نیکی
لائق کیا نہ تھی - پھر یہوداہ نے کیوں تین برس تک اپنے شخص کی شاگردی کی - ضرور
ان دنوں میں وہ ایک نیک آدمی تھا - کیا مسیح نے اس کو آزما نہ لیا ہوگا - کیا نہ تکالیف جو اکثر
شاگردوں پر آتی تھیں - اس پر نہ آئی ہوں گی - کیا وہ تیر اور صدمے جو مسیح کو ہر وقت دیا نشانہ
بنا رہے تھے - اس کو نہ چبھے ہوں گے - علاوہ اس کے اس کی موت اور باقی حالت پر غور
کرو - جب مسیح خداوند مصلوب ہوچکا اس وقت یہوداہ ایسا پچھتایا - کیسے دردناک غم نے
اس کو گرفتار کیا - ناامیدی کا کتنا بڑا پہاڑ اس پر گرا - ان سب باتوں سے معلوم ہوا ہے کہ
اگر وہ نہ گرتا تو کیسا اچھا آدمی ہوتا - اگر ایک مکروہ گناہ نے اندر سے اس کے دل کو کیڑے
کی طرح کھا نہ لیا ہوتا تو ہمارے خداوند کا کیسا وفادار شاگرد اور رسول ہوتا معلوم ہوتا ہے - کہ
ہمارے خداوند کی ساڑھے تین برس کی زمینی خدمت میں آخری مہلک گھڑی تک یہوداہ
- باقیوں نے اس پر شک کی نگاہ نہ ڈالی - وہ ان کے ساتھ چلتا پھرتا تھا اور معتبر سمجھا
جاتا تھا - اور ظاہری طور پر بالکل ان میں سے ایک تھا - آخری رات کو جب خداوند نے خبر دی
کہ میرے ساتھ بڑا فریب ہونے والا ہے تو ایک دوسرے سے غم کے ساتھ پوچھتا تھا "کیا میں ہوں" کوئی اپنی بابت
وہ خیال نہ کرسکتا تھا اور نہ اس بات کی جرأت رکھتا تھا کہ کسی اور پر شک کرے - اس تعلیم

اثنا ہیں یہوداہ کی آزمائش ہو رہی تھی۔ وہ ایک عدالتگاہ کے حضور کھڑا تھا۔ لیکن اس کو خدا سے اجازت ملی ہوئی تھی کہ اپنی انسانی فعل مختاری اور آزاد مرضی کو کام میں لائے (ہم میں سے ہر ایک اپنی تمام عمر ایسی ایک عدالتگاہ کے حضور کھڑا رہتا ہے) خدا نے زبردستی اسکو نیکی اور راستی کی راہ پر چلنے پر مجبور نہیں کیا۔ بدی اور نیکی دونوں اس کے سامنے موجود تھیں۔ اس نے نیکی کی طرف سے اپنی پیٹھ پھیری اور بدی کو ارادۃً قبول کر لیا۔

عقلی مشکل تو دور ہو گئی۔ ہم نہیں کہہ سکتے کہ کس طرح باوجود خدا کے قادر مطلق ہونے کے ہم فعل مختار ہیں۔ مسیح کی عالم الغیبی خدا کی عالم الغیبی تھی۔ اس کی عالم الغیبی انہیں شرطوں سے مشروط تھی جن سے خدا کی عالم الغیبی مشروط ہے۔ اس کے سمجھنے اور قائم کرنے میں انسان کو وہی مشکلات درپیش آتی ہیں جو خدا کی عالم الغیبی کے سمجھنے اور قائم کرنے میں آتی ہیں۔ مسیح کی چھوٹی جماعت وہ جماعت کو پہنچی تھی۔ اگر وہ دفعتاً کامل ہو چکی ہوتی۔ تو اس سے ہم کو کوئی سبق کوئی عبرت حاصل نہ ہوتی۔ اس جماعت میں ایک بزدل تھا۔ یعنی پطرس۔ اس میں ایک شکی تھا۔ یعنی توما۔ اس میں ایک دغا باز تھا۔ یعنی یہوداہ اسکریوطی

(۲) لیکن ایک دوسری مشکل باقی ہے۔ بالفرض ہم مان لیں کہ مسیح کا یہوداہ کو چن لینا بعینہٖ ایسا ہے جیسا کہ خدا کے انتظام میں [illegible] وہ ہم کو نظر آتا ہے [illegible] ہے جو اس میں نالائق نکلتے ہیں۔ لیکن جو مشکل باقی ہے وہ یہ ہے کہ یہوداہ [illegible] کیوں نہ سدھرا۔ اس نے اتنے فوائد حاصل کئے۔ اسکو ایسی [illegible] صحبت [illegible] وہ ہر وقت مسیح کی صورت دیکھتا تھا۔ پھر اس کے لئے گر جانا کیونکہ ممکن ہوا [illegible] ناممکن معلوم ہوتی ہے۔ کیا اس نے روز بروز ماہ بماہ سال بسال اس کی آواز [illegible] آواز جس کی مانند کسی دوسرے نے کبھی کلام نہ کیا تھا۔ اس کی [illegible]

کو نکت کر دیا ہے۔ اور لوگوں کی زندگیاں بدل ڈالی ہیں۔ وہ آواز جس کی گونج دو ہزار برس
کے عرصہ کے بعد آج تک ہمیں پہنچتی ہے۔ جو اب تک ایسی صاف اور پُر اثر ہے کہ لوگوں کے
دلوں میں چبھ جاتی ہے۔ جس کی اب تک بڑی بڑی قومیں مطیع ہیں۔ کیا اس نے مسیح
کی آواز نہ سنی تھی جبکہ وہ دنیا کی فکر اور دولت کے فریب کا ذکر کرتا تھا۔ جبکہ وہ کہہ رہا تھا
کہ خدا اور دولت دونوں کی خدمت انسان کے لئے ناممکن ہے۔ یہوداہ بڑے
اشتغال سے سارا دن مسیح کو سنتا رہا۔ جلیل کے بیشمار [illegible] بہتوں
نے آخری تین برس تک سب کچھ [illegible] تھا۔ باوجود اس کے بھی وہ فریبی نکلا
کیا اس نے مسیح کے عظیم کام نہ دیکھے تھے۔ وہ کام جو انسان کی طاقت سے باہر
تھے۔ وہ کام جن او معجزے [illegible] تھا جو مسیح کے گواہ تھے۔ کیا وہ حاضر نہ تھا جب
پانچ ہزار چند روٹیوں سے سیر کئے گئے۔ کیا اس نے لنگڑوں کو چلتے۔ گونگوں کو بولتے
اور کوڑھیوں کو پاک صاف ہوتے نہ دیکھا تھا۔ کیا وہ مسیح کے حکم سے [illegible] واقف نہ
تھا۔ کیا اس نے شیطانوں کو اپنی مرضی کے خلاف اس کے نام کا اقرار کرتے دیکھا تھا۔
نہ اس نے تھوڑا ہی عرصہ پہلے اپنی [illegible] کی جگہ [illegible] مسیح کا [illegible]
نہ دیکھا تھا جب کہ اس نے لعزر کو قبر سے زندہ نکالا۔ کیا اسی لعزر کو [illegible]
مسیح کے ساتھ کھانا کھاتے نہ دیکھا تھا۔ باوجود ان سب باتوں کے وہ دغا باز نکلا۔

بعض نے اس بھاری مشکل سے بچنے کی یہ راہ نکالی ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ مسیح کو پکڑوا
دینے میں یہوداہ کی نیت چنداں بہت بُری نہ تھی۔ البتہ اس سے ایک نہایت بُرا فعل
سرزد ہوا لیکن یہ برا فعل دل کی کسی بری نیت کی طرف اشارہ نہیں کرتا۔ بلکہ اس کے خیال
کی غلطی ظاہر کرتا ہے۔ اس کا ارادہ نہ تھا کہ مسیح ستایا مارا جائے بلکہ وہ تو اسکو مسیح مانتا
تھا۔ اس کا ایمان تھا کہ یہی اسرائیل کا بادشاہ ہے۔ لیکن اس کے دل میں بےصبری
تھی وہ چاہتا تھا کہ مسیح اپنے تئیں جلد ظاہر کرے۔ تین برس گذر چکے تھے۔ کئی عمدہ موقعے

ہاتھ سے گئے۔ لیکن مسیح نے باوجود بڑے معجزات کی طاقت رکھنے کے اب تک اپنے میں پوشیدہ کر رکھا تھا۔ اس نے دل میں کہا کہ میں اس شخص وسیع کا خاتمہ کر دوں گا۔ میں اپنے استاد کو مجبور کروں گا کہ بادشاہت کا دعویٰ کرے۔ اس لئے کہا کہ میں سرداروں سے سازش کر کے ان کی مخالفت کو بڑھاؤں گا۔ تب مسیح بھی صاف صاف دعویٰ کرنے پر مجبور ہو گا۔ وہ ضرور کوئی بڑا معجزہ کر کے اپنے مخالفوں کو حیران کرے گا۔ جس سے وہ اسکو مسیح برگزیدہ اور اسرائیل کا بادشاہ مان لیں گے۔

مذکورہ بالا تفسیر کے لئے ہمارے پاس ایک جواب ہے۔ انجیل میں کہیں ظاہر نہیں کیا گیا کہ یہوداہ نے جو کیا سوائے کسی ارادے سے کیا۔ بلکہ جو کچھ لکھا ہے اس سے بالکل دوسری حالت ظاہر ہوتی ہے۔ "یہ اس نے اس لئے نہیں کہا کہ وہ غریبوں کی کچھ پروا رکھتا تھا بلکہ اس لئے کہ وہ چور تھا۔ اور تھیلا اپنے ساتھ رکھتا تھا اور جو کچھ اس میں پڑتا تھا چرا لیتا تھا۔" اس نے زر کی محبت کو اپنے دل میں بڑھنے دیا تھا۔ اس چھوٹے گروہ نے اُسے اپنا خزانچی بنایا ہوا تھا۔ اور اس کو چوری کی عادت پڑ گئی تھی۔ اس عادت اس آزمائش کا مطیع ہو گیا اور اس طرح گر گیا

کیا اس خوفناک سرگذشت میں کوئی ایسی بات ہے جو ہمارے روزمرہ کے تجربے کے خلاف یا اس سے بعید ہے۔ شائد ہمارے تجربے میں اتنا سیاہ گناہ نہ آیا ہو لیکن جہاں تک ہم دیکھتے ہیں۔ ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ یہوداہ کی حالت کسی بات میں نرالی نہ تھی۔ ہمارا تجربہ ہمیں بتاتا ہے کہ انسان کی ترقی ہمیشہ اتنی نہیں ہوتی۔ جتنا اس کو موقعہ ملتا ہے۔ بلکہ اس کے خلاف صاف نظر آتا ہے۔ کہ جب کوئی شخص کسی ایسے رتبے پر پہنچا یا جاتا ہے۔ جہاں اس کے لئے روحانی اور اخلاقی ترقی کا بہت موقعہ ہے۔ اور باوجود اس کے وہ شخص اپنے تئیں کسی بدخواہش کا غلام بننے دیتا ہے۔ تو اس کا گرنا اور اس کا تنزل نہائت ہی ہولناک اور شرمناک ہوتا ہے۔ آدمی ان

نیک ذرائع کو ہر اس سے وہ محیط ہوتا ہے روک سکتا ہے اور جس قدر وہ ان کے روکنے میں کوشش کرتا ہے اسی قدر بدی میں زیادہ مضبوط ہو جاتا ہے۔ وہ دن بدن اس کے پنجے میں پھنستا جاتا ہے۔ وہ خواہش اس کے ساتھ کھیلتی ہے۔ جیسے بلی چوہے کو پکڑ کر کبھی کبھی اس سے کھیلتی ہے۔ آخر کار وہ دن آتا ہے۔ جب دفعتاً وہ گناہ اپنے سارے زور اور نتائج کے ساتھ اس پر ظاہر ہوتا ہے۔

یہ فریبی گناہ کے تنزل کا پہلا درجہ ہے۔ ایک گناہ پوشیدگی میں پیدا ہوتا ہے اور پوشیدگی میں بڑھتا ہے۔ اور اندر ہی اندر بڑھ کر اس کے دل کو گھیر لیتا ہے۔ اس کے دل کے ہر رگ و ریشہ میں اپنی جڑ پہنچا دیتا ہے۔ تمام پاک اور نیک خواہشوں کا گلا گھونٹ دیتا ہے۔ یہ رفتہ رفتہ ہوتا ہے۔ ایک قدیم قول ہے۔ کہ کوئی شخص دفعتہ بد نہیں ہو جاتا۔ پوری پوری بدی بڑی تعلیم کے بعد حاصل ہوتی ہے لیکن اکثر یہ تعلیم بڑی خاموشی کے ساتھ ہوتی ہے۔ جب ہم سے ایک گھنونا فعل سرزد ہوتا ہے تو ہم ڈر جاتے ہیں لیکن اگر اس فعل کی جڑ کی طرف غور کریں تو معلوم ہوتا ہے کہ وہ بڑی لمبی ہے۔ یہوداہ کے ساتھ بھی ضرور ایسا ہی ہوا۔ ہر شخص کی طبیعت میں کوئی نہ کوئی خاص نقص یا کمزوری ہوتی ہے۔ یہوداہ کی طبیعت میں ایک ایسی کمزوری تھی۔ اس کا امتحان کیا گیا ممکن تھا کہ وہ اس کمزوری پر غالب آتا۔ لیکن اس نے اسکو اپنے اوپر غالب ہونے دیا۔ اور اس کمزوری نے اسکو تباہی کے سمندر میں غرق کیا۔ پہلے جب وہ روپیہ کو ہاتھ میں لیتا ہوگا۔ تو اس کو ایک قسم کا لطف آتا ہوگا پھر جمع کرنے کی خواہش پیدا ہوئی۔ پھر خیرات دیتے وقت اس کا دل تنگ ہوتا ہوگا۔ پھر اس نے کبھی کبھی تھوڑا تھوڑا روپیہ چرانا شروع کیا ہوگا۔ شائد اپنے دل میں کہتا ہوگا کہ یہ میری محنت یا کسی شخصی نقصان کا معاوضہ ہے۔ پھر کبھی اس نے صاف جھوٹ بول کر یا روپیہ غبن کر کر پہلا بڑا فریب کیا ہوگا۔ اس طرح سلسلہ بندھ گیا

یہاں تک کہ وہ جو پہلے رسول تھا انجام کار دغاباز ہو گیا۔ مسیح کا رسول ہلاکت کے فرزند سے مبدل ہو گیا۔ کوئی بیرونی روک اس پر نہ تھی۔ اس سے کوئی حساب نہ لیتا تھا۔ تاہم چاہیے تھا کہ خداوند کی صحبت اس کے لئے کافی روک ہوتی۔ کوئی نہ جانتا تھا کہ کتنا روپیہ آیا اور کتنا خرچ ہوا۔ ایک دوسرے پر بھروسہ کرتا تھا۔ اپنے گرجانے کے عین وقت تک یہوداہ لالچی، کنجوس اور فریبی رہا تھا۔ انجیل نویس صاف لفظوں میں کہتا ہے کہ وہ چور تھا لیکن ابھی تک اس کے دل میں اتنی بڑی برائی نہ تھی جتنی اس سے ظاہر ہوئی اس استاد کو جسے وہ پیار کرتا تھا حوالے کر دینا اسکو تباہ کرنا اس کو مار ڈالنا جس کی اس نے اتنی مدت سے پیروی کی تھی۔ وہ جس کی بابت اسے ضرور امید ہو گی کہ یہی اسرائیل کا بادشاہ اور رہائی دینے والا ہے۔ یہ خیال ہنوز اس کے دل میں پیدا نہ ہوا ہو گا۔ ایسے خیال سے وہ ضرور نفرت کرتا اور ڈرتا ہو گا۔

اب وہ اس کی حالت کے دوسرے درجے پر پہنچے ہیں۔ اس کی آزمائش اور اس کے دل کی کشمکش کا موقعہ آ گیا۔ بارود میں آگ کی چنگاری جا لگی۔ وہ بارود جو اس کی برائی عادت نے جمع کیا تھا۔ کیا نتیجہ ہوا۔

موقعہ آ گیا۔ گرنے سے بیشتر ضرور اس نے اپنے دل میں بڑی بحث کی ہو گی۔ گرنے سے بیشتر آدمی بڑی بحثیں کرتا ہے۔ شاید اس کے دل کے خیالات یہ ہوں گے۔ یا تو مسیح موعود ہے یا نہیں۔ اگر وہ مسیح ہے تو میرے عمل سے کچھ نقصان نہ ہو گا۔ بلکہ اس کے اس سے ضرور فائدہ برآمد ہو گا۔ میرے فعل کی وجہ سے حق ظاہر ہو جائے گا۔ مسیح کا مقابلہ اپنے دشمنوں سے ہو جائے گا۔ وہ اپنی قوتیں ان کے قبضے سے زبردستی نکال لے گا۔ وہ اپنی الٰہی طاقت سے ان کو نیست و نابود کر ڈالے گا۔ وہ اپنے مخالفوں پر کامیابی سے سوار ہو گا۔ وہ اسرائیل کے تخت پر بیٹھ جائیگا۔ اگر وہ مسیح ہے تو میرا کوئی فعل اس کو نقصان نہیں پہنچا سکتا۔

یہودا نے لغزش کھائی۔ وہ گر گیا۔ اگر اس کے دل میں محبت ہوتی اور اس پر وہ
اپنا دارومدار کرتا تو ضرور بچ جاتا۔ لیکن اس نے عقل سے صلاح لی۔ اور عقل نے کہا کہ
اگر تو اپنے استاد کو بیچ ڈالے تو چنداں نقصان نہ ہوگا۔ (وہ لوگ جو عقل اور نقل کی
بحث میں پڑے رہتے ہیں۔ یہودا کی حالت پر غور کریں)۔ وہ گرا۔ اس کا گناہ اس لئے
بہت نفرتی اور گھنونا معلوم ہوتا ہے کہ اس نے روشنی پاکر تاریکی کو قبول کیا۔ اسی
رات اس کے خداوند نے اس کے پاؤں دھوئے تھے۔ اور اس کو نمونہ دکھایا
تھا۔ اسی رات وہ پہلے عشاء ربانی میں شریک ہوا تھا۔ وہاں سے اٹھ کر
وہ گیا اور جا کر اپنے استاد کو بیچ ڈالا۔ انجیل نویسوں کے دل پر اس کے گناہ کا
بڑا صدمہ تھا۔ وہ لکھتے ہیں یہودا نے اسکو حوالہ کر دیا درآں حالیکہ وہ بارہ میں سے ایک
تھا۔ مقدس پطرس کہتا ہے وہ ہم میں شمار کیا گیا۔ اور اس خدمت میں اس نے
ہمارے ساتھ حصہ پایا۔ اس نے لقمہ لیا۔ اور شیطان اس کے دل میں داخل ہوا۔ وہ
نوالہ لے کر نکل گیا۔ اور رات کا وقت تھا۔

رات کا وقت تھا۔ درآں حالیکہ مسیح کے چہرے کا نور آفتاب سے زیادہ تاباں
تھا۔ اس غریب کے لئے رات تھی۔ وہ گرا ہوا نور کو دیکھ نہ سکتا تھا۔ اس کے چاروں
طرف تاریکی تھی۔ اس کے دل میں تاریکی تھی۔ اس تاریکی میں مبتلا ہو کر اس نے وہ
تاریک اور شرمناک کام کیا جو زمانہ کے آخر تک نفرتی اور ناپاک گنا جائے گا۔

گناہ ہو چکا۔ استاد پر موت کا حکم ہو گیا۔ یہودا کو تیس روپے مل گئے۔ تب افسوس اور
حسرت نے اس کے دل پر اپنے چنگل کے تیز ناخن پیوست کر دئیے۔ اب یہ حقیر روپے کس
کام کے ہیں۔ اب وہ منطق اور وہ دلائل کچھ تسلی نہیں دیتیں۔ کیا اس وعظ کے پڑھنے والوں
میں کوئی ہے۔ جس پر ایسی حالت گذری ہے جس نے اپنی عزت اور ایمان کو لالچ

کی قربان گاہ پر ذبح کیا ہے۔ جس نے اپنے سفید مسیحی جامے کو کسی حقیر خواہش کو پورا کرنے کی خاطر میلا کیا ہے۔ ایسے پھل جب حاصل ہو چکتے ہیں جب وہ بدی کے پیڑ سے توڑے جاتے ہیں اور ہمارے قبضے میں آجاتے ہیں تب معلوم ہوتا ہے کہ وہ تو اندر سے سڑے ہوتے ہیں۔ ان سے زبان کو کچھ لذت نہیں آتی۔ آنکھ ان کو دیکھنے سے خوش نہیں ہوتی جس کسی پر ایسی حالت طاری ہوئی ہے وہ سمجھ سکتا ہے کہ یہودا کو کیسا افسوس ہوا ہوگا۔ جب کہ وہ اپنی نیند سے جاگا۔ رات کا وقت تھا۔ لیکن بعد از آں دن نکلا۔ روشنی اس کی روح پر پڑی۔ چمکتی تیز روشنی۔ اور اس کا دل ان کی شعاعوں سے تیروں کی طرح چھد گیا۔ ہائے۔ اس کی حالت کیسی مصیبت زدہ ہوگی۔

اس کے انجام سے ہم واقف ہیں۔ اس نے وہ لعنتی روپے پھینک دیئے وہ اس کے گناہ کی مہریں تھیں۔ ۳۰ میں کے لالچ سے اس نے اتنا بڑا گناہ کیا تھا۔ اب اس کو روشنی کی برداشت نہ تھی۔ زندگی تلخ بلکہ محال تھی۔ اپنے آپ سے وہ نفرت کرتا تھا۔

ایک مفسّر اس کے غم اور اقرار کی سچائی پر غور کر کے کہتا ہے۔ کہ یہودا کا خودکشی کرنا چنداں بڑا گناہ نہ تھا" میں نے گناہ کیا کیونکہ میں نے ایک معصوم کو حوالہ کر دیا"۔ اسکو بڑا غم تھا۔ اور غم نے اسکو بے صبر کر دیا۔ میرے اُستاد پر توفتویٰ ہو گیا۔ اب میں کیوں زندہ رہوں۔ میں اس سے پہلے مروں گا۔ اور اگلی دنیا میں اس سے پہلے پہنچ کر اس کی وہاں تلاش کروں گا۔ وہاں اس کے حضور اپنے گناہ کا اقرار کروں گا۔ وہاں اس کے بے انتہا رحم پر اپنے تئیں ڈال دوں گا۔ صرف اپنی سوچ کو اس کے حضور حاضر کروں گا۔ یہ ایک عجیب خیال ہے۔ ان ہاتھوں کو جنہوں نے ناپاک روپیوں کو چھوا ہے۔ یہیں چھوڑ جاؤں گا۔ ان ناپاک لبوں کو جن سے

میں اس قدوس کو چوما دمن کر جاؤں گا۔ صرف اپنی روح سے اس کے قدموں پر گروں گا۔ اور کہوں گا کہ مجھے معاف کر۔

یہ خیال البتہ عجیب ہے۔ لیکن غلط ہے۔ انجیل نویس صاف لکھتے ہیں کہ وہ ہلاکت کا فرزند تھا۔ کیا اس کی روح شروع سے خدا کے سامنے حاضر نہ تھی۔ کیا وہ اس کی نظر سے چھپی ہوئی تھی۔ کیا اس کا ٹیڑھا پن اسکو معلوم نہ تھا۔ ایسے گناہ عمر بھر میں دھل نہیں سکتے۔ تو کیا خودکشی سے دھل جائیں گے۔ خودکشی سے یہوداہ نے اپنے گناہ کو زیادہ گہرا کر دیا۔

پطرس کہتا ہے کہ وہ اپنی جگہ کو گیا۔ اس کی انجام پر پردہ ڈالا ہوا ہے۔ ہم اس پردہ کو اٹھا نہیں سکتے۔ خدا اس پر رحم کرے۔ اس کے پردہ کو اٹھانے کی کوشش نہ کرو۔ عادل منصف کے حضور جو رحیم بھی ہے اس کو رہنے دو۔ خدا کی عدالت رحم کے ساتھ ہوتی ہے۔ وہاں اسے رہنے دو۔ وہ مسیح کے حضور حاضر ہے جس کو اس نے حوالے کر دیا۔ ہمارا کام نہیں کہ اس پر عدالت کرنے بیٹھیں۔ ہمارے پاس اس کی سرگذشت موجود ہے اور اس سے ہم کو عبرت حاصل ہوتی ہے۔

---

۲۲ "اس نے یہ جو تم جواب دیکھتے اور سنتے ہو ڈھالا"۔ (اعمال ۲: ۳۳)

روح القدس کیونکر دیکھا و سنا جا سکتا ہے؟ کیا حسات روح کو محسوس کر سکتے ہیں؟ مسیح نے اس کی بابت فرمایا کہ دنیا اسے دیکھتی نہیں۔ اور اس لئے اسے قبول بھی نہیں کرتی شاگردوں کی طرح اسے ایمان سے نہیں دیکھتی۔ لیکن ایک ہی طریق ہے جس سے روح القدس دنیا پر ظاہر ہوتا ہے یعنی مسیحوں میں یوں رہنے سے کہ ان کے ذریعے دنیا بھر کو اپنی حضوری کا ثبوت دے مسیحی برادری کیا تو روح القدس سے ایسا بھرا ہے کہ اس کی حضوری بنی آدم پر ظاہر ہو رہی ہے؟ جب مسیح نے وعدہ کیا کہ روح دنیا کو گناہ سے اور راستی اور عدالت سے تقصیروار ٹھہرائیگا تو شاید اس نے اسی طرف اشارہ کیا۔ روح القدس مسیحوں کے ذریعے دنیا میں آتا ہے

INDIAN CHRISTIAN MESSENGER,

A WEEKLY PAPER.

TERMS OF SUBSCRIPTION.

For India and Burmah.

For those whose income is above Rs. 30 per mensem.

			Rs.
One year	If paid within the 1st quarter,	...	2-8-0
	If paid later than the 1st quarter	...	4-0-0

For those whose income is Rs. 30 or below per mensem.

			Rs.
One year	If paid within the 1st quarter	...	3-0-0
	If paid later than the 1st quarter	...	3-8-0

Foreign Countries—One year, Rs. 3-8 or 4½.

Proportionate charges will be made for a quarter or quarters, but fractions of a quarter will be counted as full.

Subscribers in default for 4 months will be liable to have their names struk off, and charged at arrears rates.

Requisitions for enrolment will not be generally attended to, unless accompanied by at least a rupee paid in advance.

Parties receiving the "Messenger" consecutively for 6 weeks without countermanding it, will be charged as substribers for 2 quarters.

All payments for past as well as future subscriptions and advertisements must be remitted to the Manager, 11, Olive Road Allahbad.
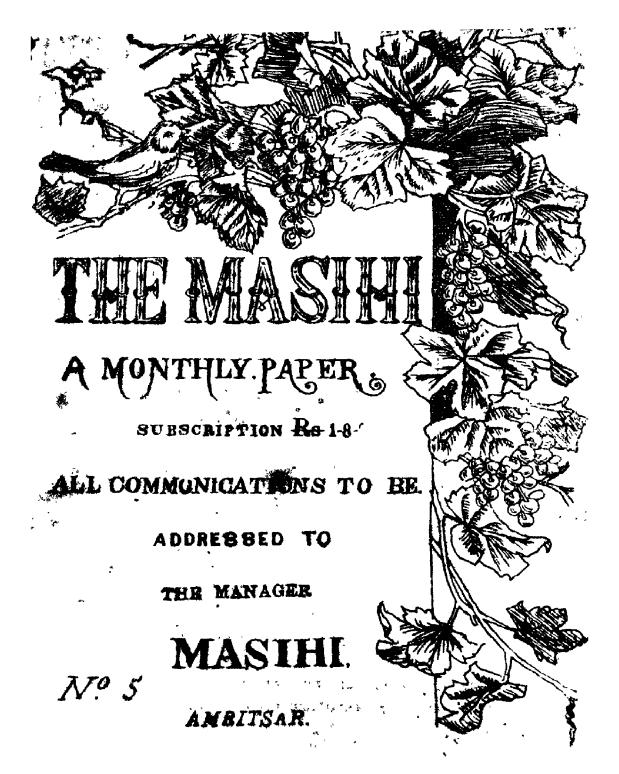
THE MASIHI

A MONTHLY PAPER.

SUBSCRIPTION Rs 1-8

ALL COMMUNICATIONS TO BE ADDRESSED TO THE MANAGER

MASIHI.

AMRITSAR.

No 5

Mission Press. Amritsar

فہرست مضامین

مشن پریس امرتسر

مسیحی

ہر مہینے امرتسر سے شائع ہوتا ہے

قیمت سالیانہ ایک روپیہ آٹھ آنہ پیشگی۔

تمام مضامین بنام ایڈیٹر و دیگر خط و کتابت

بنام منیجر مسیحی امرتسر ہونی چاہیے

جون - ۱۸۹۶ء

سلوشن آرمی صوبہ پنجاب میں

قریب پندرہ سال کے عرصہ میں سلوشن آرمی نے دو دفعہ پنجاب پر یورش کی ہے اور دونوں دفعہ ناکامیاب ہو کر پسپا ہونا پڑا۔ اس ناکامیابی کے مختلف سبب ہو سکتے ہیں۔ بعض اُن لوگوں سے تعلق ہیں۔ جنکے قلعونکو مسمار کرنے کی کوشش کی گئی۔ لیکن زیادہ حصہ آرمی کے انتظام سے متعلق ہے۔ جن صاحبوں نے پنجاب کے باشندونکی طبیعت کا مطالعہ کیا ہے اُنپر واضح ہو گیا ہوگا کہ گو عام طور پر یہہ گندہ ناتراشیدہ کہلاتے ہیں کہ تو بھی مذہب کو ماننے والے لوگ ہیں۔ اُنکے دل لوح مصفا کی طرح نہیں کہ جو چاہو اُسپر لکھ ڈالو۔ اول ضرور ہے کہ جو کچھ پیشتر وہاں لکھا ہے مٹایا جائے۔ بلاریب اسکو سرانجام دینے کا ایک یہہ بھی طریق ہے کہ مسیح کی سیرت اور ذات کی خوبی اُنپر جلوہ گر ہو جسسے باطل اعتقادوں کی تاریکی خود بخود دفع ہوتی جائے۔ لیکن کیا یہہ محض کسی بازاری منادی یا پُرجوش تقریر کا کام ہے۔ اُن مشنریوں سے جو سالہا سال سے اس انگورستان میں کام کر رہے ہیں ذرا دریافت کرو کہ کیا کیا مشکلات اُنکے سدراہ ہوئی ہیں۔ تب بخوبی واضح ہو سکتا ہے کہ جو شخص پنجاب کو ایکدم سے فتح کرنیکا ارادہ رکھتا ہے کسقدر خام خیال ہے۔ سلوشن آرمی کا طریق منادی بھی شاہدیاں کے مناسب حال نہیں۔ کیونکہ اگر یاں کے لوگوں میں آتشگیر مادہ موجود ہو تو سال کے شروع سے آخر تک خنجری اور بگل بجایا کرو لیکن کامیابی کی بہت کم امید رکھنی چاہئیے۔ اور جہانتک ہم نے دیکھا ہے عوام اُنکی منادی کو بخوبی سمجھتے بھی نہیں۔

لیکن سلوشن آرمی کا کام زیادہ تر مختلف قائم شدہ مشنوں کے درمیان رہا ہے۔ جنکے ممبروں کو لیکر وہ اپنی فوج میں بھرتی کر لیا کرتے ہیں۔ بلکہ ہم مشاہدہ سے کہہ سکتے ہیں کہ بہت سے مشن سے بیزار لوگوں کے لئے سلوشن آرمی عدو لاام کا منارہ ہے۔ بلحاظ انتظام کے یہہ ایک بڑی بھاری رخنہ اندازی ہے۔ کیونکہ قابل

غور ہے کہ جبتک ہم دیسی مسیحیوں میں ایسا انتظام کو قائم کرنے کی خاطر ظاہری حدود قائم ... سماجی ضرور ہے - اور جو شخص
دوسروں کی حدیں سرکاتا ہے وہ زیرک اور باہوش کارندہ نہیں ہو سکتا۔ خصوصاً یہی باعث ہے کہ ہمارے
مشنری صاحبان آرمی والوں سے مدارات اور تپاک کے ساتھ پیش نہیں آتے۔ پھر جوان مستورات کو آپ
ملک میں منادی کی خدمت پر مقرر کرنا کیا اپنے آپ میں ناکامیابی کا بیج نہیں رکھتا۔ ہم بخوبی سمجھتے ہیں کہ
ہم اس دیباچہ میں اشارتاً اپنے زنانہ مشنوں کے خلاف بھی کچھ کہہ رہے ہیں۔ لیکن اس بحث کو چھیڑنے کا
یہ مناسب موقعہ نہیں -

ان سب غلطیوں سے بڑھکر ایک ایسی بھاری غلطی ہے جو سلویشن آرمی نے پنجاب میں کی جسکا انجام
سوائے ناکامیابی کے اور کچھ نہیں ہو سکتا تھا۔ انکی نیک نیتی میں کوئی کلام نہیں۔ لیکن کسی نہ کسی صورت سے
انکو اس قسم کے مددگار مل گئے جنہوں نے اپنے ساتھ آرمی کو بھی غارت کیا۔ ہمکو یاد ہے کہ جب اول
لاہور میں دہلی دروازہ کے سامنے سلویشن آرمی نے اپنا جھنڈا قائم کیا تو انکا مہمان نواز اور منتظم ایک بڑا
دل چلا اور جوش و خروش سے بھرا ہوا انگریز تھا جسکا شرمناک انجام جلد ظہور میں آیا۔ اور سلویشن آرمی والوں کو
یہاں سے منہ موڑنا پڑا۔ چند سال کے بعد انہوں نے اپنی عنان توجہ پھر پنجاب کیطرف پھیری اور پھر اُسی
افسوسناک تجربہ کو خصوصاً امرتسر وغیرہ میں دہرایا۔ اور ایسے اشخاص کو مددگار اور منتظم مقرر کیا کہ جنکو سوائے
اپنی مطلب برآری اور ذاتی نفع کے اور کچھ مدنظر نہ تھا۔ بھلا ایسی حالت میں کوئی انتظام کیونکر قائم رہ سکتا ہے۔
اور کیا یہ تعجب کی بات ہے کہ مکتی فوج کا دستہ مایوس ہو کر یہاں سے پس پا ہوا۔ ہم اسوقت پنجاب کا ذکر
کر رہے ہیں۔ اگر ملک گجرات اور بمبئی اور اودھ میں انکے کارندوں کی بنائی ہوئی رپورٹوں یا
انکے نومریدوں کے اصلی حالات دریافت کئے جائیں تو معلوم نہیں ان لوگوں کی نسبت کیا کہا جائے۔ لیکن
ہم اسوقت مسند عدالت پر بیٹھ کر کوئی فیصلہ نہیں کرنا چاہتے -

اگر ہم سلویشن آرمی کی ناکامیابی کے باعث لکھکر خاموش ہو رہیں تو ہم نیم راستی کو چھپا کر عوام کو دھوکا
دینے والے ٹھہرینگے۔ مسیحی محبت متقاضی ہے کہ ہم اس تاریک پردہ کے دوسری طرف بھی ایک نظر ڈالیں
جسطرح رومی لوگ جس ملک میں جاتے انکے نشانات سڑکوں اور عمارات کی صورت میں وہاں موجود

رہتے تھے۔ اسیطرح سلویشن آرمی نے ہماری توجہ اپنے نقش قدم کی طرف مائل کی ہے کہ وہ یہی پسند
ہے جیسے آئندہ اس ملک میں بھی مذہب قائم ہوگا۔ انکا روحانی جوش اور جو انکو مسیح کے پاس لانے کی
خواہش۔ انکی خود انکاری ایسی پاکیزہ صفات ہیں کہ انکا انکار کوئی نہیں کرسکتا۔ کاش انمیں اتنی گرمی
کے ساتھ حکمت بھی ہوتی۔ انکا مسیح کی خاطر غریب لوگوں کے ساتھ سب کچھ بنتا [illegible] تقلید ہے۔ انکی
فقیرانہ طبیعت اور خود مختاری سب ستائش [illegible] اور انجیل کی خدمت کرنے والوں کے لئے [illegible] درجہ کا [illegible] لیکن
اس قسم کی زندگی بڑی بڑی خطراہوں اور موجودہ آرام طلب طریقوں کے چھوڑنے ہوئے حاصل ہو [illegible]
اس سے ایک یہ نتیجہ بھی نکلتا ہے کہ اس ملک میں آج کی سلطنت آخر ہندوستانی لوگوں ہی کی کوشش
بھیجے گی کیونکہ انگلستان اور امریکہ کے مشنری اپنے موجودہ انتظام اور انجمن جماعت کے طریقوں کو ہرگز نہیں
بدلیں گے اور آخر کو ہمیں اس خدمت کو اپنے ذمہ لینا پڑیگا۔ افسوس ہے کہ ہم اس دلچسپ مضمون کا حق
دو چار سطور میں ادا نہیں کرسکتے۔ اسکو کسی دوسرے وقت کے لئے چھوڑتے ہیں +

سلویشن آرمی کا ایک اور یادگار دوسری صورت میں ہمارے سامنے موجود ہے۔ ہم کئی ایک مسیحیوں کو جانتے
ہیں جنکی روحانی زندگی کا آغاز سلویشن آرمی کے جلسوں میں ہوا۔ اُن دل شکستہ لوگوں کو تسلی دو کہ ہماری
محنت خداوند میں بے فائدہ نہیں ہے۔ ابھی جنرل بوتھ کی تشریف آوری ہمارے خیالات میں تازہ ہے
کیا اسکا یہاں آنا ہماری کلیسیا کے لئے برکت کا باعث نہیں ہوا۔ ہاں وہ ایسا شخص ہے جو خدا کی طرف سے
مقرر ہو کر یاس و الم کے مارے ہوئے گنہگاروں کو مسیح کے قدموں میں لانیکا وسیلہ ٹھہرا ہے۔ جو مسیحی بھائی
امرتسر میں انکی مجلسوں میں عیب جوئی کی خاطر گئے کیا وہ خالی دامن آئے؟ یقیناً وہ بلعام کی طرح لعنت
کرنے کیلئے گئے اور برکت دیتے ہوئے گھر کو لوٹے۔ بعض ساؤل کی مانند حیوانوں کی تلاش میں نکلے اور
نبیوں کے گروہ میں شامل ہوگئے۔ اُن جاسوسوں کی طرح جو ہمارے خداوند کے پاس آئے تھے یہ لوگ دل ہی
دل میں اپنے گناہوں پر ماتم کرتے ہوئے واپس آئے اور آج سب گواہی دیتے ہیں کہ اس شخص میں خدا کی
روح بول رہی تھی۔ اس اپنی دلی شکرگذاری اور جوش کا اظہار انہوں نے ایک ایڈریس کی صورت میں
اس بزرگ کے سامنے پیش کیا۔ اگرچہ اس مختصر ایڈریس نے بہت سی مخالفت کو برانگیختہ کیا لیکن ہم اسمیں

کوئی قابل اعتراض بات نہیں دیکھتے۔ بلکہ یہہ ہمارے لئے عین خوشی کا باعث، تو ہمارے بھائی اپنی چرچ کے خیالوں میں اسقدر مستغرق اور متعصب نہیں ہیں کہ وہ اَوروں سے کچھ نہیں سیکھ سکتے۔ ہمارے مشنری صاحبان خاطر جمع رکھیں۔ یہہ اور اسی قسم کے دیگر واقعات اُس دن کا نشان دکھار ہے ہیں جب ہمارا چرچ غیر ممالک کے کندھوں پر سوار نہیں رہے گا بلکہ انڈیا کا چرچ ہوگا۔ اور ہم خود اپنے ملک میں انجیل سُنانے کا ذریعہ ہوں گے +

انجیل پڑھنے کا طریقہ

از تصنیف ڈاکٹر الفرڈ

۱

میں ایک پہاڑی پر کھڑا ہوں۔ اور دُور دور تک نہایت خوبصورت میدان اور رنگا رنگ کی چراگاہیں چھوٹی چھوٹی بستیاں اور اُنکے گرجاؤں کی چوٹیاں دیکھہ سکتا ہوں۔ کئی پہاڑیاں مجھے نظر آتی ہیں اور اُنکے سلسلے نیلے آسمان میں ملکر زائل ہوتے ہوئے معلوم ہوتے ہیں۔ دور سے سمندر بھی نظر آتا ہے اور اسکی نیلی دھاری آسمان سے لگی ہوئی معلوم ہوتی ہے۔ اور اس سارے خوبصورت نظارے پر مغرب میں آفتاب اپنی ترچھی شعاعیں ڈال رہا ہے۔ اس سین کو دیکھنے والے کئی قسم کے ہیں۔ بیل اور بھیڑیں جو پہاڑی کے دامن میں چر رہی ہیں فقط اپنے آس پاس کی گھاس کی خبر رکھتے ہیں۔ انکو باقی خوبصورت اشیاء سے کچھہ سروکار نہیں۔ دہقان جو تھکا ہوا سامنے کے کھیت میں کام کر رہا ہے اپنے خیالات اور محنت میں غرق ہے۔ اسکو خوبصورتی سے کیا حاصل۔ ہمیں خوبصورتی کے دیکھنے اور اس سے شادان ہونیکی قابلیت تو ہے لیکن اسکو ایسا کرنیکی فرصت نہیں۔ کوئی مسافر چلا جاتا ہے۔ اور گاہے گاہے اپنی نظر اُٹھاکر اِدھر اُدھر دیکھتا ہے۔ بادلوں کی صورت اسے نظر آتی ہے۔ زراعت کی رنگت وہ دیکھتا ہے۔ بارش وغیرہ کے آثار سے وہ آگاہ ہے۔ تاہم کل سین کی خوبصورتی سے وہ بھی محروم اور بے پرواہ ہے۔ اور وہ لوگ جو کسی وجہہ سے اس سین

کیطرف خاص غور کر۔ بےشک انکے خیالات اور دلچسپی لے بھی بنی وجہ اور اسمیں بہت اہم بات ہے جو شخص خوبصورتی سے مست اور مسرور ہو رہا ہے کوئی ایسا ہے جو بہت غور سے کسی خاص گھر کو دیکھنے کی کوشش کر رہا ہے۔ شائد کسی گرجا کا مینار اسے خوبصورت معلوم ہوتا ہے۔ شائد کسی کھیت سے خاص محبت ہے۔ کوئی مصور وہاں موجود ہے جو آسمان اور میدان کے مختلف رنگوں اور سایوں کو دیکھ رہا ہے۔ شائد کوئی جیالوجسٹ وہاں ہے جو پتھروں اور پہاڑی کی شکل اور میدان پر غور کر رہا ہے۔ شائد کوئی تاریخ کا پڑھنے والا وہاں ہے۔ اور کسی چوٹی پر بیٹھ کر کسی گذشتہ لڑائی کے میدان پر نظر ڈال رہا ہے اور دل میں سوچ رہا ہے کہ دشمن کی فوج وہاں تھی اور وہاں لڑائی ہوئی۔ شائد کوئی انجنیئر وہاں ہے جو مختلف آلات لئے ہوئے سوچ رہا ہے کہ ریل کی سڑک کدھر سے بآسانی بن سکتی ہے۔

مذکورہ بالا بیان سے ظاہر ہے کہ اگرچہ یہ سب شخص اس نظارے کو دیکھ رہے ہیں تاہم انمیں سے ہر ایک اپنی خاص طبیعت اور دلچسپی کے باعث کوئی ایسی چیز دیکھتا ہے جس سے دوسرا شخص محروم ہے۔ وہ وہ اشیاء کے رنگ فقط اسی کو نظر آتے ہیں جسے انکے سمجھنے کی مہارت اور لیاقت ہے۔ اور جسے اس فن میں مہارت ہے۔ پہاڑوں کی پیچیدگی اور انکے ہیر پھیر سے وہ شخص کچھ نہیں سمجھ سکتا جسکو جیالوجی کے علم سے واقفیت نہیں جسنے کبھی تاریخ نہیں پڑھی اسکو لڑائی کے میدان سے کچھ دلچسپی نہیں۔

علاوہ اسکے یاد رکھنا چاہئے کہ ان لوگوں میں جو کھڑے یہ سب کچھ دیکھ رہے ہیں ممکن ہے کہ بعض ہوں جو اس سین کے کسی خاص حصہ سے واقف ہیں اور بعض کسی اور حصے سے۔ ایک ادمی ہے جو ہر کونے سے واقف ہے۔ وہ گھر جو نظر آتے ہیں وہ جانتا ہے کہ انمیں سے ہر ایک میں کون کون رہتا ہے۔ کہ فلاں سڑک فلاں کھیت میں سے گذرتی ہے۔ وہ جانتا ہے کہ اس گھنی جھاڑی میں سے ایک نالہ گذرتا ہے اور اس نالے کے کنارے پر فلاں درخت اگا ہوا ہے۔ تاہم یاد رہے کہ ایسا باریک علم اور ایسی پوری واقفیت ہر شخص کو حاصل نہیں۔ بیرونی طور سے تو ہر ایک شخص اپنے سامنے کا نظارہ دیکھ رہا ہے۔ لیکن جو چیزیں سایہ میں ہیں یا جو پیڑوں میں پوشیدہ ہیں انکو وہی شخص جانتا ہے جسنے پوری جستجو کی ہے۔ دور سے کھڑا ہو کر کوئی شخص پوری کیفیت معلوم نہیں کر سکتا۔ کون جانتا ہے کہ ان چھتوں کے نیچے ان مکانوں میں کیا

کوئی قابل اعتراض بات نہیں دیکھتے۔ بلکہ یہہ ہمارے لئے عین خوشی کا باعث ہے۔ تو ہمارے بھائی اپنی چرچ کے خیالوں میں اسقدر مستغرق اور متعصب نہیں ہیں کہ وہ اوروں سے کچھ نہیں سیکھ سکتے۔ ہمارے مشنری صاحبان خاطر جمع رکھیں۔ یہہ اور اسی قسم کے دیگر واقعات اُس دن کا نشان دکھا رہے ہیں۔ جب ہمارا چرچ غیر ممالک کے کندھوں پر سوار نہیں رہے گا بلکہ انڈیا کا چرچ ہوگا۔ اور ہم خود اپنے ملک میں انجیل سُنانے کا ذریعہ ہوں گے +

انجیل پڑھنے کا طریقہ

از تصنیف ڈاکٹر الفرڈ

۱

میں ایک پہاڑی پر کھڑا ہوں۔ اور دُور دور تک نہایت خوبصورت میدان اور رنگا رنگ کی چراگاہیں چھوٹی چھوٹی بستیاں اور اُنکے گرجاؤں کی چوٹیاں دیکھ سکتا ہوں۔ کئی پہاڑیاں مجھے نظر آتی ہیں اور انکے سلسلے نیلے آسمان میں ملکر زائل ہوتے ہوئے معلوم ہوتے ہیں۔ دور سے سمندر بھی نظر آتا ہے اور اسکی نیلی دھاری آسمان سے لگی ہوئی معلوم ہوتی ہے۔ اور اس سارے خوبصورت نظارے پر مغرب میں آفتاب اپنی ترچھی شعاعیں ڈال رہا ہے۔ اس سین کو دیکھنے والے کئی قسم کے ہیں۔ بیل اور بھیڑیں جو پہاڑی کے دامن میں چر رہی ہیں فقط اپنے آس پاس کی گھاس کی خبر رکھتے ہیں۔ انکو باقی خوبصورت اشیا سے کچھ سروکار نہیں۔ دہقان جو تھکا ہوا سامنے کے کھیت میں کام کر رہا ہے اپنے خیالات اور محنت میں غرق ہے۔ اسکو خوبصورتی سے کیا حاصل۔ اسمیں خوبصورتی کے دیکھنے اور اس سے شادان ہونیکی قابلیت تو ہے لیکن اسکو ایسا کرنیکی فرصت نہیں۔ کوئی مسافر چلا جاتا ہے۔ اور گاہے گاہے اپنی نظر اُٹھاکر اِدھر اُدھر دیکھتا ہے۔ یا دلکی صورت اسے نظر آتی ہے۔ زراعت کی رنگت وہ دیکھتا ہے۔ بارش وغیرہ کے آثار سے وہ آگاہ ہے۔ تاہم کل سین کی خوبصورتی سے وہ بھی محروم اور بے پرواہ ہے۔ اور وہ لوگ جو کسی وجہ سے اس سین

کی طرف خاص غور کر رہے ہیں انکے خیالات اور دلچسپی کے بھی اپنی اپنی وجہ اور سمتیں ہیں مثلاً جو شخص
خوبصورتی سے مست اور مسرور ہو رہا ہے وہ کوئی آرٹسٹ ہے جو بڑے غور سے کسی خاص منظر کو دیکھنے کی کوشش
کر رہا ہے۔ شائد کسی گرجا کا مینار اسے واضح طور پر معلوم ہوتا ہے۔ شائد کسی عمارت سے خاص محبت ہے
کوئی کسان وہاں موجود ہے جو آسمان اور میدان کے مختلف رنگوں اور سایوں کو دیکھ رہا ہے۔ شائد کوئی
جیالوجسٹ وہاں ہے جو پتھروں اور پہاڑی کی شکل اور پیداوار پر فکر کر رہا ہے شائد کوئی تاریخ کا
پڑھنے والا وہاں ہے۔ اور کسی چوٹی پر بیٹھ کر کسی گذشتہ لڑائی کے میدان پر نظر ڈال رہا ہے اور دل میں
سوچ رہا ہے کہ دشمن کی فوج وہاں تھی اور وہاں پر لڑائی ہوئی۔ شائد کوئی انجینیر وہاں ہے جو مختلف آلات
لئے ہوئے سوچ رہا ہے کہ ریل کی سڑک کدھر سے باآسانی بن سکتی ہے۔

مذکورہ بالا بیان سے ظاہر ہے کہ اگرچہ یہ تمام اشخاص ایک ہی نظارے کو دیکھ رہے ہیں تاہم ان میں سے
ہر ایک اپنی خاص طبیعت اور دلچسپی کے باعث کوئی ایسی چیز دیکھتا ہے جس سے دوسرا شخص محروم ہے
جو وہ اشیاء کے رنگ فقط اسی کو نظر آتے ہیں جسے انکو دیکھنے کی عادت اور لیاقت ہے۔ اور جو اس
فن میں مہارت ہے۔ پہاڑوں کی پیچیدگی اور انکے ہیر پھیر سے وہ شخص کچھ نہیں سمجھ سکتا جسکو جیالوجی
کے علم سے واقفیت نہیں۔ جسنے کبھی تاریخ نہیں پڑھی اسکو لڑائی کے میدان سے کچھ دلچسپی نہیں۔
علاوہ اسکے یاد رکھنا چاہئے کہ ان لوگوں میں جو کھڑے یہ سب کچھ دیکھ رہے ہیں ممکن ہے کہ بعض
ہوں جو اس سین کے کسی خاص حصے سے واقف ہیں اور بعض کسی اور حصے سے۔ ایک آدمی ہے جو اس
کونے سے واقف ہے۔ وہ گھر جو نظر آتے ہیں وہ جانتا ہے کہ انمیں سے ہر ایک میں کون کون رہتا ہے۔
کہ فلاں سڑک فلاں کھیت میں سے گذرتی ہے۔ وہ جانتا ہے کہ اس گھنی جھاڑی میں سے ایک نالہ گذرتا ہے
اور اس نالے کے کنارے پر فلاں درخت اگا ہوا ہے۔ تاہم یاد رہے کہ ایسا باریک علم اور ایسی پوری واقفیت
ہر شخص کو حاصل نہیں۔ بیرونی طور سے تو ہر ایک شخص اپنے سامنے کا نظارہ دیکھ رہا ہے۔ لیکن جو چیزیں
سایہ میں ہیں یا جو پیڑ میں پوشیدہ ہیں انکو وہی شخص جانتا ہے جسنے پوری جستجو کی ہے۔ دور سے کھڑا ہو کر
کوئی شخص اوپری کیفیت معلوم نہیں کر سکتا۔ کون جانتا ہے کہ ان چھتوں کے نیچے ان مکانوں میں کیا

ہو رہا ہے۔ آیا انکے درمیان خوشی ہے یا غم۔ صلح ہے یا لڑائی۔ کون مر رہا ہے کون جی رہا ہے۔ کون پیدا ہو رہا ہے۔ یہ سب باتیں دیکھنے والوں سے پنہاں ہیں۔

لیکن ایک آنکھ ہے جو سب کچھ دیکھ سکتی ہے۔ جسکے واسطے سب کچھ کھلا ہے۔ جسنے دریا اور سمندر بنائے اور انکے لئے حدیں باندھیں۔ کوئی چھت گھر کے رہنے والونکو اس سے پوشیدہ نہیں کرتی۔ آسمان اور زمین کے خوشنما رنگ بھی اسی نے بنائے۔ پہاڑونکو بھی اسی نے صورت بخشی۔

ہم آگے بیان کرینگے کہ اس تمثیل کو ہمارے مضمون سے کیا تعلق ہے۔

کلیسیا کی پیدائش کا زمانہ

۴

اگر کوئی یہودی اس فرضی انبیاء کے زمانہ کی بابت دل میں شک لاتا تو وہ اپنی قوم کا دشمن تصور کیا جاتا۔ کیا اس مبارک زمانہ کی بابت شک کرنا اس خدا پر شک کرنیکے برابر نہ تھا جو اپنی قوم کو بحر قلزم میں سے ملک موعودہ میں لایا تھا۔ کیا اُس خدا میں طاقت نہ تھی کہ اپنے مقررہ وقت میں اس امر مقدر کو بھی وقوع میں لائے۔

لیکن مسیحی مذہب ان تمام امیدوں کو فوت کرتا تھا۔ جو یہودی مسیحی ہوجاتا تھا وہ اپنی پرانی یہودیت سے دست بردار ہوتا تھا۔ وہ تمام باتیں جنکے باعث وہ اپنے آپکو غیر قوموں سے افضل سمجھتا تھا اسکو چھوڑنی پڑتی تھی۔ رومیوں اور یونانیوں کے ساتھ اسکو گویا ایک برادری میں ایک ہوجانا پڑتا تھا۔

اسی وجہ سے بار بار یہودی سخت بلوے کرتے تھے۔ اور اپنی خفگی بیرحمی کی خونریزیوں میں ظاہر کرتے تھے۔ مقدس استیفان پر یہودی کیوں دیوانوں کی طرح جھپٹے۔ اور کیوں اسے گھسیٹتے ہوئے شہر کے باہر لیگئے۔ اُنہوں نے کیوں اسکا کافر اور منافق سمجھکر پتھروں سے کچلا۔ ان سختیوں کی وجہ یہی تھی کہ مسیحی مذہب انکی امیدونکو باطل ٹھہراتا تھا۔ اور مقدس استیفان نے کہا تھا کہ ان وعدوں میں جو ابرہام کے ساتھ کئے گئے غیر قومیں بھی شامل ہونگی۔ اور یہودی اپنی سخت دلی کے باعث انسے محروم رہیں گے جنہ برسوں بعد

پولوس کی زندگی میں بھی یہودیوں کی یہی حالت ظاہر ہوئی۔ [illegible] ستفنس [illegible] تب پولوس بھی
شامل تھا۔ وہ گواہوں کے کپڑوں کی حفاظت کر رہا تھا۔ لیکن [illegible] پولوس کو [illegible] تو
سامنے اپنے بچاؤ کے لئے تقریر کرنی پڑی جس [illegible] ستفنس نے
ناحق خون کیا تھا۔ اسی کو [illegible] پولوس اب خود مانتا تھا [illegible] وہ خدا کی
بڑی قدرت پر گواہی دے رہا تھا تھوڑی دیر تک وہ اسکی [illegible] جب [illegible] کہنا [illegible]
خدا نے مجھے غیر قوموں کی طرف بھیجا ہے تو وہ لوگ غصہ سے دیوانے ہو گئے اور [illegible] چلانے
لگے۔ اور [illegible] کہ ایسے آدمی کو زمین پر سے اٹھا لو [illegible] زندہ رہنا مناسب نہیں [illegible] یہ حالت معلوم
کر کے ہم سمجھ سکتے ہیں کہ ابتدا میں پولوس کلیسیا کا [illegible] دشمن کیوں تھا۔ لیکن [illegible] تاثیر
تھا جس نے ایسے ظالم کو تعصب سے خالی کر کے غیر قوموں کا کامیاب رسول بنا دیا ۔

پولوس شروع میں مسیحیوں کو کافر کہنے والے اور منافق سمجھتا تھا۔ اسکی دانست میں یہودی کا مسیحی ہو جانا
اپنی قوم کے ساتھ بیوفائی کرنا تھا۔ مسیحیوں کی بابت یہ خیال دل میں جما کر پولوس نے ارادہ باندھا کہ میں
اس حقیر فرقے کا نام و نشان مٹا دونگا۔ لیکن اس مصلوب جوان نے جسکے گلے کو وہ بھیڑیے کی طرح
کھانے جاتا تھا۔ دمشق کی راہ میں اسکی آنکھیں کھولکر۔ اسکی تاریکی کو نور سے تبدیل کیا۔ کون بیان
کر سکتا ہے کہ ان تین دنوں میں جبکہ پولوس اندھا تھا اسکے دل میں کیسی کشمکش اور جنگ جدل ہو رہی
تھی۔ ایک پولوس مر رہا تھا اور دوسرا پولوس پیدا ہو رہا تھا۔ اسکے خیالات تبدیل ہو رہے تھے۔ اسکے
عقیدے [illegible] ہو رہے تھے۔ وہ تمام کتابیں اور روایات جو اسنے بچپن سے لیکر اسوقت تک پڑھی تھیں۔
انکو وہ دوبارہ دوسری قسم کی آنکھوں سے پڑھ رہا تھا۔ مسیح کی محبت اسکی طبیعت پر ایسا زور کر رہی
تھی کہ پرانی قومی محبت اور رشتہ داروں کی حمایت اسکی آنکھوں میں گندی دھجی کی سی نظر آنے لگی ۔

یہودی مسیحیوں کے دلوں میں سے پرانے خیالات دفعتاً دور نہوئے۔ اگرچہ انہوں نے مسیح کو پکڑ لیا
تھا تاہم پرانی خصلت انمیں سے بہتوں کو چمٹی ہوئی تھی۔ اور وہ بڑی مشکل سے غیر قوموں کو برابری کا درجہ
دیتے تھے ۔

یہہ وقت کورنیلیوس اور اُسکے گھرانے کو کلیسیا میں شامل ہونیکے وقت ظاہر ہوئی۔ کورنلیوس غیر قوموں میں سے پہلا شخص تھا جو مسیح پر ایمان لایا۔ مقدس پطرس پر خدانے رویا سے یہہ مطلب کھولا کہ کھانے پینے کی چیزوں میں پاک اور ناپاک کا فرق اُٹھا دیا گیا ہے۔ خدانے اس سے کہا کہ جس شئے کو میں نے پاک کیا ہے اُسکو تو ناپاک نہ کہہ۔ یہہ رویا کورنلیوس کو بپتسمہ دیتے وقت پطرس کے بہت کار آمد ہوئی۔ بپتسمہ سے پہلے روح نازل ہوئی اور پطرس پکار اُٹھا کہ کون پانی کو روک سکتا ہے کہ ایا جائے اور کون انکو بپتسمہ پانے سے روک سکتا ہے۔ کیونکہ انہوں نے ہماری مانند روح پائی ہے۔ آگے لکھا ہے کہ یروشلم والوں نے پطرس کو ملامت کی کہ تو کیوں غیر قوموں کی درمیان گیا۔ ان تمام باتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ علیحدگی کا خیال یہودیوں کے دل میں ایسا گھرا تھا کہ اسکے دور کرنیکے لئے معجزات اور رویتوں کی ضرورت تھی۔ باوجودیکہ مسیح خداوند نے خود انسے فرمایا تھا کہ تم میری او امت کے شاہد ہو اور نہ فقط یروشلم اور سامریہ میں آپ گواہ ہوگے بلکہ زمین کے کناروں تک پہنچوگے۔

لیکن اس ابتدائی زمانہ میں مسیحیوں کا خیال تھا کہ مسیحی مذہب ایک نیا طریق ہے جو پرانی یہودیت کے درخت پر پیوند کیا جائیگا جسکے ذریعہ سے یہودیت کی غلطیاں صحیح کیجائینگی۔ جو یہودیت میں محبت کی شریعت کو داخل کریگا۔ لیکن بہرصورت موسیٰ کی شریعت اور تمام موسوی رسوم بحال رہینگے اور یہودی مسیحیوں اور غیر قوم مسیحیوں کو یکساں اسکا تابعدار ہونا ہوگا۔ انہوں نے ابھی تک یہ بھاری اور تلخ خبر پائی تھی کہ غیر قوم والے مسیحی عہد میں یہودیوں کے ہمسر ہونگے۔ کہ موسوی عبادت جسکا ذکر یروشلم میں تھا بیخ و بن سے اکھاڑی جائیگی۔ کہ موسوی رسوم اور قربانیاں اسوقت ہمیشہ کے لئے موقوف ہوگئیں جبکہ مسیح نے کلوری پر سے پکارا کہ پورا ہوا +

میں تمہیں آرام دونگا

۲

مسیحی تجربے کے لئے سب سے بڑھکر ایک شئے یا استحکام ثبت۔ یا صاف الفاظ میں طریق یا

ڈھنگ کی ضرورت ہے۔ یہہ بات تو بعید از قیاس معلوم ہوتی ہے۔ کہ اسکی ناہمواری یا پراگندگی کا کچھہ علاج نہیں۔ یا یہہ کہ علاج تو ہے مگر راز سربستہ ہے۔ یہہ خیال بھی قرین عقل معلوم نہیں ہوتا کہ معدودے چند اشخاص حسن اتفاق یا نیک مزاجی سے اس بھید کو دریافت کر لیتے ہیں گویا کہ یہہ بھی کوئی چالاکی یا عیاری کی بات ہے۔ کیونکہ یہہ ضرور ہے کہ مذہب ایسا ہونا چاہئے جسکے پھل سے ہر ایک خصلت و مزاج کا آدمی لذت اٹھا سکے۔ بلکہ اسکی اعلیٰ سے اعلیٰ بلندیوں کی راہ ایسے دروازے میں سے ہونی چاہئے جسمیں سے دنیا کے لوگ گذر سکیں

اب میرا یہہ ارادہ ہے کہ میں ایک نہایت عام راستے سے جو ہر ایک شخص کو معلوم ہے اس دروازہ تک آپکو لے چلوں لیکن چونکہ اس راستے پر باوجود عام ہونے کے بھی بہت کم لوگ آتے جاتے ہیں بلکہ جہاں کہیں وہ مذہب کے احاطے میں سے گذرتا ہے تو عموماً لوگ اس کی ہستی سے بالکل بے خبر پائے جاتے ہیں۔ اسلئے میں ضروری سمجھتا ہوں کہ تھوڑی دیر کیواسطے اسی بات پر جو روزمرہ کی عام باتوں میں سب سے عام ہے۔ غور و بحث کروں۔

نتائج اسباب کو چاہتے ہیں

دنیا میں جو کچھہ ہوتا ہے اتفاق سے واقع نہیں ہوتا۔ خدا انتظام کا خدا ہے۔ ہر ایک چیز مقررہ اصولوں کے مطابق ترتیب دیگئی ہے۔ اور کبھی کوئی چیز بے ٹھکانے نہیں ہوتی۔ تمام عالم بلکہ عالم مذہب بھی قانون کا پابند ہے خصلت قانون کے زیر حکم ہے۔ خوشی قانون کے مطیع ہے۔ مسیحی تجربات قانون کے تابع ہیں۔ مگر لوگ اس بات کو بھول جاتے ہیں اور یہہ امید کرنے لگتے ہیں۔ کہ آرام۔ خوشی۔ اطمینان۔ ایمان بھی برف و باران کی مانند ہوا پر سے انکی روحوں میں آپڑینگے۔ مگر فی الواقعی ایسا کبھی نہیں ہوتا۔ اور اگر ایسا ہوتا بھی تو اسوقت بھی ہم کہہ سکتے کہ انکی بنا اُن حرکات و افعال پر ہے جو اُنسے پہلے واقع ہوئے اور اسلئے وہ بھی طبعی قوانین کے پابند ہیں۔ برف و باران ہوا سے گرتے ہیں لیکن وہ بھی ایک سلسلہ طویل گذشتہ تاریخ رکھتے ہیں۔ اور اسباب ماسبق کے نتائج ہیں۔ ٹھیک یہی حال آرام۔ اطمینان اور

خوشی کا ہے ۔ انکی بھی ہر ایک گذشتہ تاریخ رکھتا ہے۔ جیسے طوفان اور آندھی اور نیوا اتفاق سے واقع نہیں ہوتے۔ بلکہ گذشتہ حالات سے ظہور میں آتے ہیں۔ اسیطرح آرام و اطمینان انسان کی اندرونی دُنیا میں ہیں اور وہ بھی ایسے ہی مُقرّرہ اور ضروری اسباب سے پیدا ہوتے ہیں +

اِس بات کو خوب دل نشین کرلو۔ کہ یہہ دُنیا قاعدے اور قانون کی دنیا ہے۔ نہ اتفاقات کی ۔ اگر کوئی شخص عمدہ مرّبہ بناسے تو وہ بھی عمدہ نسخے اور توجہ اور خبرداری کا نتیجہ ہے ۔ اور اگر کوئی ضروری اجزا کو جمع کر کے ٹھیک اندازے کی آنچ دیکر اُسکو بنائیگا۔ تو ضرور ایسا ہی مُربّہ تیار ہوگا۔ مُربّا اُس شخص نے نہیں بنایا۔ بلکہ قدرت نے ۔ اُسنے صرف یہہ کیا کہ ضروری اشیاء کو جمع کرکے قدرتی اسباب کو کام میں لگا دیا ۔ اور پھر اِن قدرتی اسباب نے خود بخود یہہ نتیجہ پیدا کردیا۔ وہ شخص خالق نہیں۔ بلکہ محض ایک سبب ہے ۔ وہ شخص کبھی یہہ خیال نہیں کرتا۔ کہ اتفاقی اسباب خاص نتایج پیدا کرسکینگے بلکہ وہ جانتا ہے کہ اگر وہ اٹکل پچو اجزا کو ملادیگا۔ تو اُنکا مُربّہ بھی ویسا ہی بنیگا۔ یہی تجربات کا بھی یہی حال ہے ۔ خاص طریقوں پر کاربند ہوتے ہیں تو خاص نتایج پیدا ہوتے ہیں۔ اور ضرور ہے کہ اُن سے یہی نتایج پیدا ہوں۔ لیکن یہہ بغیر سابقہ سبب کے کبھی پیدا نہیں ہوسکتے۔ اسباب کے بغیر نتایج کی امید کرنا ایسا ہی ہے ۔ جیسے ضروری اجزا کے بغیر مُربّہ بنانے کی کوشش کرنا۔ اور یہہ اصول تمام دنیا میں مُسلّم ہے ۔ اب جو کچھ میں تُمہارے ذہن نشین کرنا چاہتا ہوں وہ یہی ہے کہ تم بخوبی جان لو۔ دنیا میں بھی سبب اور نتیجے کے یہی سادہ اصول مروج ہیں ۔ اور اس بات کو زیادہ تر صاف کرنے کیلئے میں اِس اصول کو سیحی تجربات کے ہر ایک پہلو پر لگانے کی بجائے اُنمیں سے صرف ایک امر کا اسکے مطابق نہایت شرح و بسط کے ساتھ امتحان کرونگا۔ اور اِس غرض کیلئے میں آرام کو منتخب کرتا ہوں۔ اور مجھے یقین ہے۔ کہ جو شخص اِس بات کو اچھی طرح سے سمجھ لیگا۔ وہ بآسانی اِس اصول کو سیحی تجربے کی دوسری باتوں میں بھی لگا سکیگا۔

اچھا پہلے اِسی چھوٹی سی بات کو لیکر اسپر غور کرو۔ بیان کرتے ہیں کہ جو لوگ افریقہ کے اندرونی حصّے کا سفر کرتے ہیں وہ اکثر ایسی تپ میں گرفتار ہوتے ہیں۔ جو بے آرامی و خفقان پیدا کرتی ہے ۔ اب اِن الفاظ کو کہ "بے آرامی پیدا کرتی ہے" خوب سمجھ لو۔ اسکے یہہ معنے ہیں کہ بے آرامی کا ایک سبب ہے۔ پس اس سے

یہ صاف ظاہر ہے کہ جو شخص بے آرامی سے چھٹکارا چاہتا ہے۔ وہ فی الفو سبب کو دُور کرنیکی
کوشش کریگا - اور اگر وہ دُور نہ ہو تو ڈاکٹر خواہ سینکڑوں دوائیں تجویز کرے اور سب یکے بعد دیگرے
استعمال بھی کی جائیں۔ تو بھی اُنسے کچھ فائدہ نہ ہوگا۔ دنیا کے اصلی انتظام میں تمام چیزیں ایسے
طور پر ترتیب دیگئی ہیں کہ خاص خاص اسباب کے بعد خاص خاص نتائج پیدا ہونے ضروری ہیں اور خاص
خاص نتائج کو دور کرنے یعنے خاص خاص اسباب کو پہلے دور کرنا چاہئے۔ ہم دیکھتے ہیں کہ افریقہ کے
خاص خاص حصوں میں جلنے سے ایک خاص جسمانی تجربہ جسکو پسینہ کہتے ہیں ہمپر واقع ہوتا ہے اور
اس تپش سے وہ ذہنی تجربہ جسکو بے آرامی اور خفقان کہتے ہیں پیدا ہوتا ہے۔ اب اس ذہنی تجربہ کو
دُور کرنے کا صحیح طریق اُس جسمانی تجربے کو دُور کرنا ہے۔ اور اُس جسمانی تجربے کو دور کرنیکا طریق
افریقہ کو دور کرنا۔ یا وہاں جانے سے باز رہنا ہے۔ اب یہی اُصول بے آرامی کی اور تمام صورتوں پر بھی
صادق آتا ہے۔ دنیا میں ہر قسم اور ہر صورت کی بے آرامی کوئی نہ کوئی خاص سبب رکھتی ہے اور کسی
خاص قسم کی بے آرامی صرف اُس کے متعلقہ سبب کو دُور کرنے سے دور ہو سکتی ہے

آرام کا بھی یہی حال ہے۔ بے آرامی کا ایک سبب ہے تو کوئی وجہ نہیں کہ آرام کا بھی کوئی خاص
سبب نہ ہو۔ بیشک اگر یہ اتفاقی دنیا ہوتی تو ہم یہ اُمید نہ کرتے۔ مگر چونکہ یہ قانونی دنیا ہے اسلئے ایسا
ہونا ضرور ہے۔ آرام خواہ جسمانی آرام ہو یا اخلاقی یا روحانی غرض کہ ہر ایک قسم کے آرام کا ایک سبب ہونا
ایسا ہی ضروری ہے جیسے بے آرامی کا۔ اب اسباب ایکدوسرے سے ممیّز ہیں۔ ہر ایک خاص
نتیجے کا صرف ایک ہی سبب ہو سکتا ہے۔ نہ کوئی دوسرا۔ اور اگر ہمیں ایک خاص نتیجہ پیدا کرنا ہے تو اسکے
متعلقہ خاص سبب کو حرکت دینی چاہئے۔ عمدہ عمدہ کلبیں ایجاد کرنا یا بعض دینی ریاضتوں کو بجالانا اس
اُمید سے کہ کسی نہ کسیطرح سے آرام ملجائیگا بیفائدہ ہے۔ مسیحی زندگی اتفاقی نہیں بلکہ سببی ہے
تمام نیچر ہمہ تن اس بات پر برابر گواہی دے رہی ہے۔ کہ روحانی نتائج یا اور کسی قسم کے نتائج کو بغیر
اُنکے مناسب اسباب کے استعمال کے حاصل کرنے کی اُمید کرنا بالکل بیہودہ ہے۔ معلم اعظم نے
بھی اس ایک ہی سوال میں کہ ”کیا لوگ انگوروں سے کانٹے یا انجیر سے ونٹکٹارے بٹورتے ہیں؟“

س نا ممکن تو مسیح نے ہمیشہ کے لئے نفی کر دی۔ کاش کہ لوگ اس بات کو اپنے دلوں میں لکھ دیں!
لیکن شائد کوئی یہہ سوال کرے۔ کہ پھر کیوں اس معلم اعظم نے اپنے پیرؤوں کو پوری تعلیم نہیں دی؟ کیوں اُسنے ہمکو مثلاً اتنی سی بات بھی نہیں بتادی کہ یہہ آرام کسطرح حاصل ہوتا ہے؟
اسکا جواب یہہ ہے کہ ہاں اُسنے تو بتادی ہے۔ لیکن تم پھر پوچھتے ہو۔ مگر کیا صاف صاف اور نہایت صریح الفاظ میں؟۔ ہاں واضح طور پر اور صاف صاف الفاظ میں یقیناً اُسنے آرام کا حقیقی سبب بتا دیا ہے۔ اور اُن الفاظ سے ہم سب بچپن کے زمانہ سے بخوبی واقف ہیں +

مجھے اُمید ہے کہ تُم سمجھ گئے ہو کہ میں کس آیت کی طرف اشارہ کرتا ہوں۔ میں جانتا ہوں کہ وہ اپنے کلام کے شروع میں بعض ایسے لفظ استعمال کرتا ہے۔ جنسے پہلے کچھ کچھ خیال گذرتا ہے کہ گویا آرام بغیر کسی سبب کے ملسکتا ہے۔ کیونکہ وہ فرماتا ہے "میرے پاس آؤ۔ اور میں تمہیں آرام دونگا"
ظاہراً ایسا معلوم ہوتا ہے کہ آرام بطور انعام کے ہے۔ لوگ صرف اُسکے پاس آئیں اور وہ یہہ آرام ہر ایک سائل کو بخشدیگا۔ لیکن دوسرا فقرہ اس بات کو واپس لے لیتا ہے۔ ہم دیکھتے ہیں کہ اُسنے اُسکے ساتھ ہی ایک شرط بھی لگادی ہے۔ کیونکہ پہلے فقرے سے جس چیز کا دیا جانا معلوم ہوتا تھا۔ وہ ایک بالکل محال امر تھا۔ کیونکہ لفظی طور پر ہم کیونکر کہہ سکتے ہیں کہ آرام دیا جاسکتا ہے۔ جیسا کہ ہم ھنسی کسی دوسرے کو نہیں دے سکتے۔ اسطرح آرام بھی دوسرے کو نہیں دیا جاسکتا۔ ہم ھنسا دینے کا ذکر کرتے ہیں اور یہہ ہم کرسکتے ہیں۔ مگر ھنسی دینا کسی صورت سے نہیں ہوسکتا۔ جب ہم تکلیف دینے کا ذکر کرتے ہیں۔ تو ہم بخوبی جانتے ہیں۔ کہ ہم تکلیف کو دے نہیں سکتے اور جب ہم کسی شخص کو خوشی پہنچانیکا ارادہ کرتے ہیں۔ تو ہم بعض حالات کو ایسے طور پر ترتیب دیتے ہیں جن سے خوشی پیدا ہو۔ البتہ جب ہم ایک عظیم الشان شخص کی اُس عجیب طاقت کا خیال کرتے ہیں جس سے وہ تمام لوگوں کے دلوں کو جو اُسکے دائرہ اثر کے اندر آتے ہیں ایک باقی رہنیوالی اطمینان اور اعتماد سے معمور کر دیتا ہے تو اسکا یہہ فعل ایک خاص اور عجیب و غریب معنے رکھتا ہے جبکہ انسان ایکدوسرے کیواسطے ایسے مفید اور سودمند ثابت ہوسکتے ہیں جیسے سوکھی زمین میں ایک بڑے چٹان کا سایہ۔ تو مسیح تو اس سے کہیں بڑھکر

ہوسکتا ہے۔ اس مسیح ایک ایسا کامل انسان ہے جو سب سے بڑھکر سلامت اور مطمئن ہے [illegible] نیکی کو تو اور بھی بڑھاتا ہے
لیکن یہیں اس وقت اس بات کا ذکر نہیں کرتا۔ جب مسیح نے کہا کہ ان دونوں کو آرام دونگا تو اس کا مطلب
صرف یہہ تھا کہ وہ اسکے حاصل کرنے کے طریق پر انکی رہنمائی کریگا۔ کیونکہ [illegible] کے ذریعہ سے وہ اپنے
آرام کو انہیں بخش نہیں دیتا ہے۔ وہ نہ دے سکتا ہے۔ [illegible] انہیں اسکے لئے ایماندار ہو سکتا ہے اور بس۔ لیکن
وہ اس آرام کو انکے لئے بنا نہیں سکتا۔ کیونکہ اول تو یہہ بات کہ وہ آرام انہیں بنا کر دیدے۔ اسکے
سلسلۂ انتظام میں بھی داخل نہیں۔ اور دوم آدمی کی بناوٹ بھی ایسی ڈھنگ سے نہیں کہ آرام اسکے
لئے بنایا جاسکے۔ اور نیز یہہ انسان کے لئے [illegible] ہے کہ وہ خود [illegible] بناتا ہے۔

اب یہہ بات کہ اسکے اس قول سے کیا یہی معنے ہیں۔ دوسرے فقرے کے الفاظ سے صاف ظاہر ہوتی
ہے جہاں لکھا ہے کہ ”مجھ سے سیکھو“ اور تم آرام پاؤ گے“ یعنے کہ آرام ایسی چیز نہیں جو دی
جاسکے بلکہ ایسی چیز ہے جو حاصل کیجائے۔ یہہ ایک خزانہ نہیں [illegible] بلکہ ایک سلسلۂ ترتیب
یہہ کسی نیک ساعت میں نہیں ملجاتی۔ جیسے کوئی خزانہ پا لے۔ بلکہ آہستہ آہستہ جیسے علم حاصل ہوتا ہے۔
جیسے علم آناً فاناً میں حاصل نہیں ہوتا۔ اسیطرح آرام بھی نہیں۔ ضرور ہے کہ پہلے اسکے لئے زمین تیار
کی جائے۔ یہہ ایک عمدہ اور نازک پھل کے مانند صرف ایک ہی موسم میں پیدا ہوتا ہے۔ نہ کسی اور میں۔
ایک ہی ملک میں ہوتا ہے نہ دوسروں میں۔ تمام بڑھنے والی چیزوں کی مانند ضرور ہے کہ وہ باقاعدہ نشو ونما
پائے۔ اور آہستہ آہستہ پختہ ہو۔ آگے چلکر مسیح اس آہستہ کا ترتیب کی ماہیت نہایت صاف الفاظ میں بیان
کرتا ہے کہ یہہ آرام ہمکو تعلیم کے ذریعہ سے حاصل کرنا ہے۔ کیونکہ وہ فرماتا ہے کہ ”مجھ سے سیکھو۔ اور تم اپنی
جانوں میں آرام پاؤ گے“ اب اس قول کی عظمت اور جدت پر غور کرو۔ ان دو الفاظ یعنے سیکھو
اور آرام کے درمیان یہہ ربط و تعلق کیسا نادر و عجیب ہے۔ ہم میں سے کتنے ہیں جنہوں نے کبھی ان دونوں
الفاظ کو باہم ملایا ہو۔ یا کبھی یہہ خیال کیا ہو۔ کہ آرام ایک سیکھنے کی چیز ہے۔ یا کبھی اسکے حاصل کرنے
کیلئے آمادہ ہوئے ہوں۔ جیسے کہ کسی زبان کو سیکھتے ہیں یا کبھی ہم نے اسکی اس طور سے مشق کی ہو جیسے
ہم بربط نوازی کی مشق کرتے ہیں۔ کیا اس سے یہہ معلوم نہیں ہوتا۔ کہ دنیا کیلئے اب بھی مسیح کی تعلیم

کیسی نئی اور تروتازہ ہے۔ چونکہ اب یہ پرانے اور تہہں وسلیس فقرے پرانیاستعمال ہوا کیا گیا ہے۔
اور نہ آپ کی گہری تعلیم کی تہ کو دریافت کیا ہے۔ ہم میں سے اکثروں کو کبھی بھی یہ خیال نہ گذرتا۔
کہ آرام اور کام میں کسی قسم کی رفاقت ہوسکتی ہے۔ اب دیکھنا چاہئے۔ کہ وہ کونسی چیز ہے جسکو کام
میں لانا چاہئے۔ وہ کونسی بات ہے جسکو اگر اچھی طرح سے سیکھ لیں تو آدمی کی جان آرام پائیگی ؟
مسیح بلا تامل اسکا جواب دیتا ہے۔ وہ خاص طور پر دو باتوں کا نام لیتا ہے۔ یعنے حلم اور فروتنی۔ وہ فرماتا
ہے کہ کیونکہ میں حلیم اور دل سے فروتن ہوں۔ اب جان لو کہ اسنے ان دونوں باتوں کو اٹکل پچو نہیں
چن لیا۔ بلکہ انہی صفات کے ساتھ ایک خاص طور سے آرام کو پیوستگی اور لگاؤ ہے۔ مختصر یہ کہ انہیں سیکھ لو
اور پس آرام مہیں ملگیا یہی دونوں آرام کے حقیقی اسباب ہیں یہی اسکو فی الفور پیدا کردینگے۔ اور آسے
فی الفور پیدا کرنیکے بغیر ہرگز نہیں رہ سکتے۔ اگر تم ایک لمحہ بھر کیلئے بھی سوچو۔ تو تم دیکھ لوگے کہ ایسا ہونا کیوں
ضروری ہے۔ اسکی وجہ یہ ہے کہ اسباب کبھی بے قاعدہ نہیں ہوتے۔ اور یہاں اور ہر ایک جگہہ ماقبل اور
مابعد کا باہمی تعلق خود اشیاء کی فطرۃ میں گڑا ہوا ہے +

اب سوال یہ ہے کہ انہیں باہم کیا تعلق ہے ؟ میں اسکا جواب ایکدوسرے سوال کے ذریعہ سے دیتا ہوں۔
کہ بے آرامی کے بڑے بڑے اسباب کیا ہیں ؟ اگر تم اپنے کو خوب جانتے ہو۔ تو بلاشبہ تم جواب دوگے۔
فخر۔ خودغرضی۔ اور حرص۔ جب تم اپنی زندگی کے گذشتہ سالوں پر نظر کرتے ہو تو بلاشبہ تم کو معلوم
ہوتا ہے کہ اس عرصہ میں جو کچھ رنج وغم تمکو ہوا۔ سب ذاتی ناراضگیوں اور بدسلوکیوں اور چھوٹی چھوٹی
باتوں کی مایوسیوں سے پیدا ہوا۔ بڑے بڑے مصائب اور امتحانات تو کبھی کبھی اور طویل زمانوں کے بعد
واقع ہوتے ہیں اور ہم انکے مقابل میں سینہ سپر ہو جاتے ہیں۔ مگر یہ زندگی کے چھوٹے چھوٹے رگڑے
کاروبار کے جھگڑے۔ خانگی نااتفاقی۔ دلی ہوسوں میں ناکامی۔ ارادوں کی شکستگی۔ شیخیوں کی سرکوبی ایسے
جو ہمارے باطنی اطمینان کی جڑ کاٹتی ہیں۔ ہاں فخر کا سرنیچا ہونا امیدوں کی مایوسی۔ خودغرضی کی
ناکامی یہی تین انسان کی بے آرامی کے قدیمی اور عالمگیر دشمن ہیں۔
اب اس سے معلوم ہوگیا ہوگا۔ کہ مسیح نے کیوں ایسی دو بڑی باتوں کے حاصل کرنے کی ترغیب دی۔

جو ان سب کے عین مخالف ہیں۔ جہاں حلم اور فروتنی ہے۔ وہاں ان بانوں کا [illegible] بات یہ ہے آدمی کا
ایسا علاج کرتی ہیں۔ کہ پھر اسکے ٹھہرنے کی جگہ نہیں چھوڑتی ہیں۔ یہہ دوا میں صرف بیرونی علامتوں کو
دفع نہیں کرتیں۔ بلکہ انکے اسباب کو دور کرکے گویا انکو جڑ سے کاٹ ڈالتی ہیں۔ خودی و خود پسندی کا
دائمی اضطراب حرف حلیمی اور دلکی فروتنی کے سیکھ لینے سے دفعتاً کافور ہو جاتا ہے۔ وہ جو انکو
سیکھ لیتا ہے پھر کبھی اُن کے بس میں نہیں آسکتا۔ اسوقت سے اُنکی دست بُرد سے روح ایسی محفوظ
ہو جاتی ہے جیسے کوئی شخص طلسم جادو میں محفوظ ہو۔ مسیحی مذہب انسانی زندگی میں ایسا ہے جیسے ایک
درخت کو کسی عمدہ درخت کا پیوند لگایا جائے۔ یا یوں کہو۔ کہ ایک نحیف اور زہر خوردہ جان میں صاف اور
صحیح خون داخل کرکے اُسکی صحت کو بحال کر دیا جائے بھلا ایک ایسے جسم پر جو ہمہ وجوہ صحیح و سالم ہو
تپ کیا حملہ کریگی۔ اور بے آرامی کا بخار کس طرح اُس جان کو چھو سکتا ہے جو مسیح کی ہوا میں سانس لیتی یا
اُسکی راہوں کو سیکھ چکی ہے۔ لوگ ٹھنڈی سانسیں لیتے اور کہتے ہیں کہ کاش ہمارے کبوتر سے پر
ہوتے تو ہم اُڑ جاتے اور آرام پاتے لیکن اُڑ جانے سے کچھ فایدہ نہ ہوگا۔ خدا کی بادشاہت تمہارے
درمیان ہے۔ ہم آرام کیواسطے پہاڑ کی چوٹی پر چڑھ جاتے ہیں۔ مگر وہ تو اُسکے دامن ہی میں ہے
پانی تب ہی آرام پاتا ہے جبکہ وہ نیچی جگہ میں رہتا ہے۔ یہی حال آدمی کا ہے۔ اسلئے فروتن ہو۔ وہ
آدمی جو اپنے کو بڑا نہیں سمجھتا۔ اگر اور لوگ اُسکو نہ مانیں تو اُسے کیا رنج ہو سکتا ہے۔ اسلئے حلیم ہو۔ وہ
جو اُمید نہیں باندھتا۔ اگر اُسے کچھ نہ ملے تو اُسے کیا اضطراب ہوگا۔ یہہ باتیں ایسی صاف ہیں کہ زیادہ
بیان کی محتاج نہیں۔ فروتن اور حلیم آدمی درحقیقت سب آدمیوں اور سب چیزوں سے بلند و بالا ہیں۔
وہ دنیا پر حکمرانی کرتے کیونکہ وہ اسکی کچھ پروا نہیں کرتے۔ بخیل زر کا مالک نہیں بلکہ زر اسکا مالک ہے۔
یہہ حلیم ہی ہے جو اُ[illegible] ہے۔ مسیح فرماتا ہے۔ کہ "حلیم زمین کے وارث ہونگے۔" وہ اُسے خریدتے
نہیں۔ نہ اُسے فتح کرتے بلکہ ورثہ میں پاتے ہیں۔

ایسے لوگ بھی ہیں جو دنیا میں اس امر کی تلاش میں رہتے ہیں کہ ان سے کوئی بے پروائی تو
نہیں کرتا۔ اور جیسا کہ ہونا چاہئے وہ ہمیشہ مصیبت ناک حالت میں رہتے ہیں۔ کیونکہ ہر قدم پر اُنکو ایسے

ایسے واقعات پیش ~~ـــ~~ ہیں - اور اگر نہ بھی آئیں - تو بھی اُنکی قوت واہمہ بہت برے ٹھہر دیتی ہے - ایسے اشخاص کو دیکھکر بہت ترس آتا ہے - وہ اخلاقی طور پر ناخواندہ ہیں - اُنہوں نے حقیقی تعلیم حاصل نہیں کی کیونکہ انہوں نے زندگی بسر کرنیکا طریق نہیں سیکھا - تھوڑے لوگ ہیں جو جانتے ہیں کہ زندگی کس طور پر کاٹنی چاہئے - ہم پیدائش سے بڑھتے بڑھتے بڑے ہو جاتے ہیں - اور پختہ سالی پر پہونچکر بھی محض حیوانی طریق اور مدعا کو جو ہم بچپن میں رکھتے تھے نہیں چھوڑتے - اور ہمارے دل میں کبھی خیال بھی نہیں گذرتا کہ ان سب کو بدلنا چاہئے - بلکہ بہت سی باتوں کو تو بالکل اُلٹ دینا ضروری ہے - اور یہہ نہیں سمجھتے کہ زندگی فنون شریفہ میں سب سے اشرف ہے - اور کہ اسکو حاصل کرنیکے لئے عمر بھر صبر و استقلال سے محنت کرنی چاہئے - کیونکہ ہمارے اس مسافرت کے تمام سال بھی اسمیں کامل مہارت حاصل کرنے کیلئے بہت تھوڑے ہیں -

بس یہی بات ہے جو مسیحی مذہب بتاتا ہے - اسکا کام انسان کو فن حیات کی تعلیم دینا ہے اور اُسکا تمام سلسلہ تعلیم اسی ایک فقرے میں ہے - کہ "مجھسے سیکھو" برخلاف اور تعلیموں کے یہہ تعلیم بالکل شخصی ہے - یہہ کتابوں یا لکچروں یا عقائدناموں یا دینی مسئلوں سے حاصل نہیں ہوتی - یہہ خود زندگی کا مطالعہ ہے - مسیح نے صرف لفظوں لفظوں میں ہی خوبیوں اور صفتوں کی نسبت بہت کچھہ نہیں بتایا - وہ انکو خود اپنی زندگی میں دکھاتا تھا - بلکہ وہ خود سب کچھہ تھا - تو بھی ہم صرف اُسکی نقل نہیں کرتے - ہم اُسکے فن کو ویسے ہی اُسکے ساتھہ ساتھہ رہکر سیکھتے ہیں - جیسے قدیم زمانہ میں شاگرد اُستادوں کے ساتھہ ساتھہ رہا کرتے تھے -

اب ہم نے یہہ سب معاملہ سمجھہ لیا - مسیح جب تھکوں اور بھاری بوجھہ سے دبے ہوؤنکو بلاتا ہے تو انہیں یہہ کہتا ہے کہ وہ ایک نئے اصول کے مطابق - یعنی اُسکے اپنے اصول کے مطابق - از سر نو زندگی شروع کریں - وہ یوں کہتا معلوم ہوتا ہے کہ میرے ڈھنگ کو نگہ رکھو - میری پیروی کرو - جیسے میری زندگی ہے تم بھی اُسی روش کو اختیار کرو - حلیم اور فروتن ہو تو تم آرام پاؤگے -

یاد رکھو - میرا ہرگز یہہ مطلب نہیں کہ مسیحی زندگی ہر ایک آدمی کیواسطے پھولوں کا بستر ہے - دنیا میں کوئی تعلیمی سلسلہ ایسا نہیں جسکی نسبت ایسا کہہ سکیں - اور شاید اگر بعض آدمیوں کو یہہ معلوم ہوتا - کہ مسیح کے

اس سادہ لفظ سیکھو میں کیا کچھ بھرا ہے۔ تو وہ ایسے ہلکے دلوں کے ساتھ اس مدرسہ میں داخل نہ ہوتے۔ کیونکہ وہاں بہت کچھ سیکھنا ہی نہیں ہے۔ بلکہ بہت کچھ سیکھا ہوا بھلا دینا بھی ہے۔ بہت آدمی تو اس وقت اس مدرسہ میں داخل ہوتے ہیں جب پہلے ہی انکی مزاج نیم برباد ہو چکی اور خصلت و عادات بالکل ثابت اور پختہ ہو چکی ہوتی ہیں۔ پچاس سالہ بڈھے کیواسطے علم حساب سیکھنا مشکل ہے۔ تو سچت تو اور بھی مشکل ہونی چاہئے۔ صرف یہی بات سیکھنا کہ حلیم و فروتنی بننا کیا ہے ؟ اس شخص کے لئے جسنے بچپن سے اسکا کوئی سبق نہیں پڑھا سخت مشکل ہے۔ شاید اسکے لئے اسے دنیا کی آدھی دلپسند اور مرغوب چیزوں سے ہاتھ اٹھانا پڑے۔ مثلاً کیا ہم نے اس امر کو متحقق کیا ہے کہ عموماً عاجزی سیکھنے کا طریق عجز و انکسار کے ذریعہ سے ہے۔ غالباً اس غرض کے لئے سوائے اسکے اور کوئی مدرسہ نہیں۔ جب کوئی شخص اس مدرسہ میں اپنا نام داخل کراتا ہے تو یہہ کوئی ایسی ویسی بات نہیں ہے۔ بلاشبہ وہاں آرام تو بہت ہے۔ مگر ساتھ ہی کام بھی بہت ہے۔

اگرچہ میں اس مضمون کے خوشنما پہلو کا ذکر کر رہا ہوں۔ تو بھی میں بہت غلطی کرونگا۔ اگر اسکے ساتھ صلیب کا ذکر چھوڑ دوں یا نقصان و مصارف کے مقدار کو گھٹا کر دکھاؤں۔ نہیں بلکہ اگر یہہ دکھا دیں کہ صلیب ہماری باطنی زندگی کے نشو نما کیلئے نہ صرف ضروری ہے۔ بلکہ اس کی علت و سبب ہے تو اس سے اسکی قدر اور خوبی زیادہ صاف اور قیمتی معلوم ہوگی۔ کیونکہ اسوقت ہم جو کچھ مصیبت کی فائدون کا بیان سنتے ہیں۔ ویسا ہی مبہم اور بے سر و پا ہوتا ہے۔ جیسے مسیحی تجربے کا حال۔ ہم یقین جانتے ہیں کہ کسی نہ کسی طرح مصیبت سے فائدہ ملتا ہے مگر یہہ کسی طرحکی بات نہیں۔ بلکہ یہہ بھی علت و معلول کے اٹل قانون کے پابند اور خاص سبب کا لازمی اور ضروری اور قابل فہم نتیجہ ہے۔ مثلاً اگر کوئی شخص اپنا مال کھو دے تو اسکا پہلا نتیجہ یہہ ہوتا ہے کہ وہ شخص عاجز ہو جاتا ہے۔ اور جیسا کہ ہم دیکھ چکے عاجزی کا نتیجہ یہہ ہے کہ وہ فروتنی بنجاتا ہے۔ اور فروتنی سے آرام پیدا ہوتا ہے۔ ظاہراً یہہ معلوم ہوتا ہے کہ گویا آرام پیدا کرنے کا یہہ ایک پیچیدہ اور ٹیڑھا سا

طریق ہے ۔لیکن ـــــ ۔ نوّاً اپنے کام ایسے ہی ٹیڑھے اور گول مول طریقوں سے کرتی ہے ۔ اور کوئی شخص تحقیقی طور پر یہہ نہیں کہہ سکتا کہ اسکے سوا فروتن بننے یا آرام پانیکا کوئی اور طریق بھی ہے۔ اگر آدمی اپنے تئیں صرف خواہش کرنے سے عاجز و فروتن بنا سکتا تو معاملہ بہت آسان ہو جاتا۔ مگر ہم نے کبھی ایسا ہوتے نہیں دیکھا۔ اسی وجہ سے ہم سب کو اس شکنجے میں سے گذرنا ضروری ہے۔ اسلئے موت یعنی جسمانی طبیعت کی موت ہی زندگی کا نہایت قریبی دروازہ اور سب سے نزدیک ترین رستہ ہے۔

مگر یہہ سچائی صرف ادھوری ہے۔ مسیح کی زندگی باہر سے تو ایسی پرآشوب زندگی تھی کہ دنیا میں شائد ہی اور کسی کی ہو طوفان اور شورش کی لہروں کا برابر تادم زندگی اسپر ہجوم رہا۔ یہاں تک کہ اسکا تھکا ٹوٹا جسم قبر میں رکھا گیا۔ لیکن اندرونی زندگی بلور کے سمندر کے مانند تھی۔ وہاں ہمیشہ ہموار رہتا تھا۔ تم خواہ کسی وقت اسکے پاس جاتے۔ آرام کے سوا اور کچھ نہ پاتے۔ بلکہ اسوقت بھی جبکہ دشمن اسکے خون کے پیاسے یروشلم کے گلیوں میں اسکے کھوج میں لگے تھے۔ وہ اپنے شاگردوں کیطرف پھرا اور انکو بطور آخری ورثہ کی اپنا آرام بخشا۔ مسیح جبتک زمین پر رہا ایک لمحہ بھر کیلئے بھی کوئی چیز اسکی اندرونی امن و اطمینان کو نہ توڑ سکے۔ بدبختی کی اس تک پہونچ نہ تھی۔ کیونکہ اسکی پاس کچھ نہ تھا جسپر اسکا ہاتھ پڑتا۔ خوراک۔ لباس۔ روپیہ۔ جو آدمی دنیا کی خرابی اور رنج و اندوہ کا سرچشمہ ہے۔ وہ ان سب سے بے پروا تھا ان چیزوں کو اسکی زندگی میں کچھ حصّہ نہ تھا اُسے انکی کچھ فکر نہ تھی۔ اسکی بدنامی کرکے اسکو مضطرب کرنا ناممکن تھا۔ کیونکہ عزّت و نام پہلے ہی سے جواب دے چکا تھا۔ تحقیر کے مقابلہ میں وہ گونگا تھا۔ گالی کہاکے وہ گالی نہ دیتا تھا۔ الغرض کوئی ایسی بات نہیں تھی جسکے ذریعہ سے دنیا اسکی روح کی ہموار اور با آرام سطح کو درہم و برہم کرسکتی۔

اس قسم کی زندگی۔ اگر صرف زندگی کے لحاظ سے دیکھی جائے تو اپنے آپ میں یگانہ ہے اور جب ہم اسکی زندگی پر غور کرتے ہیں۔ تو ہمکو معلوم ہوتا ہے۔ کہ لفظ آرام کے کیا معنے ہیں یہہ آرام نہ تو طبعی جذبات میں ہے۔ نہ ان جذبات کی غیر موجودگی میں یہہ اُن پر سُرور و اطمینان قلبی کی حسات میں نہیں جو کبھی کبھی گرجہ میں بندگی کے وقت دل پر وارد ہوتی ہیں۔ یہہ واعظ کی تسکین بخش آوازین

نہیں ہے۔ یہہ نیچر میں ہے۔ نہ نظم میں نہ راگ میں۔ اگرچہ بلاشبہہ ان سب میں ذری ذری سی تسلیں سی ملتی ہے۔ بلکہ یہہ وہ دل ہے جو اپنے آپ سے فارغ ہو۔ یہہ وہ جان ہے جو کامل طور پر ہموار ہو۔ یا یوں کہو۔ کہ باطنی انسان کو تمام بیرونی اشیا کو دباؤ سے مناسبتِ مطلقہ ہو۔ ہر ایک آفت بلا کے مقابلہ میں تیار رہنے کا نام ہے۔ یہہ یقینی معتقدات کی ہمواری ہے۔ ہشتاد پوش ایمان کا ابدی سکون ہے۔ یا یوں کہو کہ ایک ایسے دل کی استراحت ہے۔ جو خدا کے ساتھ گہرے طور پر وابستہ ہو۔ یہہ اس شخص کی حالت کا نام ہے جو ایک مشہور شاعر کے ہمزبان ہوکر کہہ سکتا ہے۔

"خدا آسمان پر ہے۔ بس اسلئے

یہہ عالم ہے سب بس رہا خیر سے۔"

دو مشہور مصوروں نے آرام کے تصور کو ظاہر کرنیکے لئے ایک ایک تصویر کھینچی۔ ایک نے تو اسکا نقشہ یوں جمایا۔ کہ گویا سر بفلک کشیدہ پہاڑوں کے درمیان سب سے علیحدہ ایک سنسان جھیل ہے جسکی سطح پر ہوا کا اثر نہ پہونچنے کے سبب ایک ایسی خاموشی چھائی ہوئی ہے کہ گویا وہ چین و آرام کی نیند میں غرق ہے۔ دوسرے نے صفحہ کاغذ پر ایک گرجنے والی آبشار کا رنگ جمایا جسکی جھاگ والی سطح کی عین اوپر ایک پتلا سا صنوبر کا درخت جھک رہا ہے اور اسکی ایک ٹہنی کی نوک پر جو آبشار کے پھوہار سے بالکل تر ہو رہی ہے۔ ایک چھوٹا سا پرندہ اپنے گھونسلے میں بیٹھا ہے۔ پہلی تصویر سے تو بالکل تباہی اور کاہلی ظاہر ہوتی ہے۔ مگر دوسری سچ مچ آرام کی تصویر ہے۔ کیونکہ آرام ہمیشہ دو عناصر سے مرکب ہوتا ہے۔ اور اسمیں سکون۔ اور طاقت۔ خاموشی۔ اور شورش۔ پیدائش۔ اور ہلاکت۔ خوف۔ اور بیخوفی ملی رہتی ہیں۔ اور یہی آرام مسیح کو حاصل تھا۔

اس ساری بیان سے یہہ امر ظاہر ہے کہ اسکے کام اور دعوے جو کچھ ہوں سو ہوں۔ کم سے کم وہ یہہ تو ضرور جانتا تھا کہ زندگی کسطرح کاٹنی چاہئے۔ اگر دنیا میں نہایت عمدہ طریق سے دن کاٹنے کا نام ہی زندگی سمجھیں تو کامل زندگی یہی ہے جو مسیح کی تھی۔ اور اسی سبب سے وہ زندگی کے اس خیال کو لوگوں تک پہونچانے کیلئے بڑا فکرمند تھا۔ اسنے فرمایا۔ کہ وہ اسلئے آیا ہے کہ لوگوں کو زندگی بخشے۔ یعنے حقیقی زندگی

اور لوگوں کی موجودہ زندگی کے نسبت زیادہ وسیع زندگی۔ یا یوں کہو کہ وہ زندگی جو فی الحقیقت زندگی ہے۔ یہی زندگی وہ خود بھی رکھتا تھا اور یہی زندگی وہ کُل آدمیوں کو دینا چاہتا ہے۔ اسلئے وہ اُن سب کو بُلاتا ہے۔ جنکو زندگی سے کچھ لطف حاصل نہیں ہوا۔ اور جو تھکے ماندے اور بہاری بوجھ سے دبے ہیں۔ اُنہی لوگوں کو وہ اپنا بھید بتانا چاہتا ہے تاکہ وہ بھی اِس زندگی کو جو فی الحقیقت زندگی ہے جان لیں +

اپنا سب حال مسیح سے کہو

اپنی بدکاریوں کو لاتا ہوں — تیرے قدموں میں سر جھکاتا ہوں
گرچہ ناپاک ہوں میں آتا ہوں — خون تیرے میں جب نہاتا ہوں
ساری بدیوں سے چھوٹ جاتا ہوں

لاتا ہوں اپنے رنج و غم کا بار — رنج جسکا نہیں حساب و شمار
کچھ ضرورت نہیں مجھے اظہار — تجھ پہ روشن ہے میری حالتِ زار
سارے دُکھ تیرے پاس لاتا ہوں

لاتا ہوں اپنی راحت و خوشیاں — جن سے تونے مجھے کیا شادان
سب جو ہے دلپسند مجھکو یہاں — اپنی دلشادگی کا سب سامان
تیری خدمت میں لیکر آتا ہوں

میرا تن من بھی تجھ پہ ہے قربان — میرے دلکے عزیز میری جان!
میری اُمید و مرکزِ ایمان! — اے خداوند اے میرے سلطان!
جیسا ہوں تیرے پاس آتا ہوں

مسیحی شہادتین

مسیح کا جی اُٹھنا

۲

یہہ الفاظ مقدس پولوس نے ایک مسئلہ کی تردید میں لکھے تھے جو کوئی شخص قرنت کی کلیسا میں پھیلا رہا تھا۔ وہ غلط مسئلہ یہہ تھا کہ بدن جب ایک دفعہ خاک میں مل گیا تو پھر کبھی زندہ نہ ہوگا۔ اس نجات جو مسیح نے پیدا کی صرف روح مستفیض ہوگی۔ اسکا جواب پولوس یون دیتا ہے "ایمانداروں میں نجات کا وہی ظہور ہوگا جو مسیح میں نمودار ہوا۔ مسیح ہمارا نمونہ ہے۔ تمام حواری جن میں میں اپنے آپکو بھی شامل کرتا ہوں ایک آواز کے ساتھ پکارتے ہیں کہ مسیح اپنی موت کے بعد پھر زندہ ہوا۔ قبر سے نہ فقط اسکی روح نکلی بلکہ اسکا جسم بھی۔ جتنی دفعہ خداوند نظر آیا اتنی دفعہ یہہ بات زیادہ ثابت ہوتی گئی۔ پس وہ نجات جسکی ہم امید کرتے ہیں نہ فقط روح کے لئے ہے بلکہ جسم کے لئے بھی جسطرح کہ جسمانی موت کی وجہہ سے ہم پہلے آدم کے ہمشکل ہوئے اسیطرح جسم کی قیامت کے باعث ہم دوسرے آدم کے ہمشکل ہونگے یعنے مسیح کے۔

مذکورہ بالا غلط مسئلہ کو رد کرتے وقت پولوس مجبور تھا کہ مسیح کے مُردوں میں سے جی اُٹھنے کا ثبوت بیان کرے۔ اُسنے چھہ ثبوت لکھے ہیں۔

(۱) پطرس کی گواہی جسکو مسیح نے اپنے جی اُٹھنے کے دن اپنے تئیں دکھایا۔ اس مکاشفے کی طرف انجیلوں میں اشارہ ہے لیکن اسکا ذکر نہیں لکھا۔ اس ملاقات کا بھید پطرس اور مسیح کے درمیان پوشیدہ رہا۔

(۲) گیارہ شاگردوں کی گواہی۔ جنکے درمیان مسیح ظاہر ہوا جیسا کہ اناجیل میں مذکور ہے۔ یہہ جی اُٹھنے کی شام کو واقع ہوا۔ جبکہ حواریین یروشلیم میں تھے۔

(۳) پانسو بھائیوں کی گواہی- جنپر مسیح ایک ہی دفعہ ظاہر ہوا - مقدس پولوس نہیں کہتا کہ اس ملاقات کا موقعہ کونسا تھا - اغلب ہے کہ یہہ جلیل میں ہوا - کیونکہ ہمارا خداوند اپنے شاگردوں کی گروہ کو وہیں سی یروشلیم کو لایا تھا - اور پھر جی اٹھنے کے بعد خداوند نے اپنے پراگندہ گروہ کو وہیں جمع کرنیکا ارادہ ظاہر کیا تھا - دیکھو متی ۲۶-۳۱-۳۲ - مرقس ۱۴-۲۷-۲۸ - اپنے جی اٹھنے کے بعد اُسنے وہی خواہش پھر ظاہر کی - اور اپنے شاگردوں کو مع اُن عورتوں کے جو اُسکی خدمت کرتی ہوئی اُسکے پیچھے پیچھے آئی تھیں گلیل ہی کی طرف جانیکا حکم دیا - اور اُسنے وعدہ کیا کہ میں وہاں تمپر ظاہر ہونگا - متی ۲۸-۱۰ + مرقس ۱۶-۷ + پس اغلب ہے کہ یہہ عظیم الشان سنجیدہ ملاقات جلیل کی اُسجگہ پر ہوئی جو پہلے سے مُقرّر ہو چکی تھی اور یہیں سے خداوند اپنی کلیسیا سے جدا ہوا -

(۴) خداوند کے بھائی **یعقوب** کی گواہی - ہمارے خداوند کی زمینی خدمت کے زمانہ میں اُسکے بھائی اُسپر ایمان نہ لائے - لیکن خداوند کے صعود کے بعد ہم دیکھتے ہیں کہ وہ شاگردوں کے ساتھ اُس ایک مکان میں جمع تھے جسکا ذکر اعمال ۱-۱۴- میں ہے - یہہ سب پنتکوست کے منتظر تھے - ضرور ہے کہ کوئی ایسی بات وقوع میں آئی ہو جسنے خداوند کے بھائیوں کے دید ہے اور اعتراضوں کو دفع کر دیا ہو - وہ واقعہ جسکا ذکر پولوس نے کیا - شائد یہی ملاقات تھی - خداوند اپنے بھائیوں میں سب سے بڑے یعنے **یعقوب** کو دکھائی دیا - پولوس نے یروشلیم میں پطرس اور یعقوب کے ساتھ واقفیت پیدا کی تھی جیسا کہ وہ گلیتون ۱-۱۸ و ۱۹ میں لکھا ہے - اغلب ہے کہ ان بزرگوں کی زبان ہی اُسنے یہہ ساری خبریں پائی ہوں -

(۵) سارے رسولوں کی گواہی - اسکا اس ملاقات کی طرف اشارہ ہے جبکہ خداوند آخری دفعہ اپنے صعود کے روز ظاہر ہوا - اسکا ذکر لوقا ۲۴-۵۰ سے ۵۳ تک ہے - اس موقعہ پر خداوند خاص طور پر اپنے گیارہ رسولوں سے وداع ہوا -

(۶) پولوس کی اپنی گواہی - کیونکہ اُسنے بھی مسیح کو زندہ دیکھا - اسی ملاقات کے باعث پولوس ایکدفعہ مومنوں اور رسولوں کے زمرے میں شامل ہوگیا - بعض نے اعتراض کرکے کہا ہے کہ اس موقعہ پر

مسیح پولوس کو جسم میں دکھائی نہیں دیا۔ لیکن پولوس خود کہتا ہے کہ وہ مجھ پر ظاہر ہوا کیونکہ اگر ایسا نہ ہوتا تو پولوس اس ملاقات کا اس موقعہ پر ایسا ذکر نہ کرتا۔ وہ جسم کی قیامت کے ثبوت دیتا ہے۔ جسم کی قیامت کا ثبوت مسیح کی جسمانی قیامت میں ملتا ہے۔ فلپیوں کے خط میں وہ لکھتا ہے کہ مسیح کے جسم میں خدا کی بھرپوری موجود تھی۔ مسیح اسوقت اپنی جلالی حالت میں انسانی بدن رکھتا ہے۔ اور اسوجہ سے ہمیں جسم کے طور دکھائی دے سکتا ہے۔ مسیح نے خود کہا کہ جسطرح بجلی پورب سے کوندھ کے پچھم کو نکل جاتی ہے اسیطرح ابن آدم بھی ظاہری طور پر نمودار ہوگا۔ اور اپنے دین میں سبکو دکھائی دیگا۔" خواہ

وہ خواہ ہم اس بات کی ہم منادی کرتے ہیں۔"

ان گواہیوں سے کیا ثابت ہوتا ہے۔ یہ کہ رسول اور پہلے ایماندار جنکا سارا مجمع ہو کر اُسکی زمینی خدمت کے گواہ تھے مع پولوس کے جو رسالت کا درجہ پانے سے پہلے کلیسیا کا خراب کرنیوالا تھا۔ نہ فقط مسیح کے جی اُٹھنے پر خود ایمان رکھتے تھے بلکہ اسپر بالاصرار گواہی دیتے تھے +

مسیحی برادر۔ دُکھ و مصیبت کے وقت یہ کہنے کی کوشش کر۔

اول :۔ وہ مجھے یہاں لایا۔ یہ اُس کی مرضی سے ہے کہ میں یہاں ہوں۔ میں یہیں ٹھہروں گا۔

پھر :۔ یہاں وہ مجھے اپنی محبت میں رکھے گا۔ اور مجھے فضل دے گا کہ اس آزمائش میں اس کے بچّے کی سی چال چلوں۔

پھر :۔ وہ اِس آزمائش کو میرے لئے برکت بنائے گا مجھے وہ سبق سکھائے گا جو وہ چاہتا ہے کہ میں سیکھوں اور مجھ میں فضل کا وہ کام کرے گا جو میرے لئے چاہتا ہے۔

آخر میں :۔ اپنے مناسب وقت میں وہ مجھے اِس آزمائش سے نکال سکتا ہے۔ کب اور کیوں کر۔ یہ وہی جانتا ہے۔

کہہ :۔ میں یہاں ہوں۔ (۱) خدا کے بندوبست سے۔ (۲) اُس کی حفاظت میں۔ (۳) اُس کی تربیت میں۔ (۴) مناسب وقت کے لئے +

کیرن لوگوں کا رسول

پانچواں باب

۱۸۳۳ء کے شروع میں کوتھابیو تیوئے سے مولمین چلا گیا اور جاتے ہی اپنے ہموطنوں میں منادی کرنی شروع کی۔ بینیٹ صاحب فروری میں لکھتا ہے "کئی بوڑھے بزرگ سفید ریش کیرن جنگلوں سے یہاں آئے ہیں جنہیں کوتھابیو جو ابھی تیوئے سے آیا ہے۔ انجیل کی بیش قیمت صداقتیں سنا رہا ہے۔ وہ اپنے تمام ملک میں پھر چکے اور ایک ہی زندہ اور سچے خدا کو جانے بغیر انہوں نے اپنی زندگیاں بسر کیں ہیں۔ اور ممکن ہے کہ اپنی ہستی کے گیارہویں گھنٹے میں منجی و شفیع کے گلہ میں لائے جائیں۔ ایک بوڑھی سفید سر عورت نے جو اُس کی بیوی کی رشتہ دار ہے۔ اپنے اور رشتہ داروں کے ظلم و سختی سے بھاگ کر اُس کے ہاں پناہ لی ہے۔ یہ عورت قریب اسّی برس کے ہے اور اُس کے رشتہ دار اُسے صرف ایک وبال جان سمجھتے ہیں۔ کیونکہ وہ اپنے لئے کچھ نہیں کر سکتی۔ اس ظلم اور بت پرستی کے ملک میں بہتوں سے یہی سلوک کیا جاتا ہے۔ یہ بوڑھی عورت نجات کی خوشخبری بڑی توجہ سے سُنتی اور معلوم ہوتا ہے کہ اس صداقت کی دلی عزت بھی کرتی ہے۔ اُمید ہے کہ وہ اُن چند برگزیدوں میں شامل ہو گی۔ جو پُرجلال جی اُٹھنے کی اُمید پر مسیح کی پیروی کرنیکا اقرار کرتے ہیں۔

وہ مولمین میں بہت عرصہ تک ٹھہرا۔ بینیٹ صاحب لکھتا ہے کہ ۱۸۳۳ء کے موسم بہار میں وہ میرے ساتھ رنگون گیا۔ اس وقت خاص برھما کے کیرنوں نے انجیل کی منادی نہیں سُنی تھی۔ کیونکہ ابھی تک کوئی مناد نہ دیسی نہ پردیسی واں گیا تھا۔ اُنہیں اس امر کا کچھ بھی علم نہ تھا کہ ان کی زبان اب تحریر میں آنے لگ گئی تھی۔ اور اُس میں ایک رسالہ بھی چھپا یا گیا تھا۔ اور نہ ہی اُنہوں نے یہ سُنا تھا۔ کہ اُن کے کسی ہموطن نے نجات دہندہ کے مذہب کو قبول کیا۔ . .

نئے کوتھابیو

اکتوبر

کو دو چھیو

رنگون ۲۸ - اکتوبر ۱۸۳۳ء

پیارے بھائی جڈسن ۔

ہم تکلیف میں ہیں اور اس لئے مدد کیلئے تمہیں بلایا ہے۔ پچھلے چند دنوں سے سیراگھر اور کوتھابیو کا
گھر جو دس کسو بٹ مربع ہے۔ بھرے رہے ہیں چونکہ کوتھابیو اپنی بیوی کی بیماری کے
باعث کچھ دنوں سے باہر نہیں جا سکا دارالبنات مولمین۔ کیبلن اور دیگر دوسری جگہوں
سے جن کا میں نے نام تک بھی نہیں سنا۔ مرد، عورتیں اور بچے مسیح کے مذہب کی بابت بڑی سرگرمی سے
تلاش کرتے چلے آتے ہیں۔ ایک سو نے مجھ سے بپتسمہ کی درخواست کی ہے اور اوروں نے
کوتھابیو سے۔ وہ سکولوں کے لئے بڑے خواہشمند ہیں اور کہتے ہیں کہ اگر کوئی انکو انہیں تعلیم دے۔
تو وہ منادی کرنے اور سکولوں کے لئے زمانت بنائینگے۔ بہت سے ہیں۔ جو خداوند کے دن کو مانتے۔
ہمارے رسالے پڑھتے۔ اور جہاں تک ہو سکے ایک دوسرے کو تعلیم و تربیت دینے کی کوشش کرتے ہیں وہ بلاناغہ
ہر روز رسالے پڑھتے اور گھرانے کے سارے شرکا اکٹھے ہو کر اُس خدا کی جو آسمان میں حکومت کرتا ہے
تعریف میں گیت گاتے اور اُس سے دعا مانگتے ہیں۔ خاندانوں کے بزرگ نہ صرف خود ہی یہ کرتے۔ بلکہ
بچوں کو بھی یہی سکھاتے ہیں۔ وہ اس امر کا اظہار کرتے ہیں۔ کہ ہم نے شراب و دیگر منشی اشیاء کا استعمال
چھوڑ دیا ہے۔ اور نوشتوں کے مطابق جہاں تک ہماری سمجھ میں آتا ہے عمل کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔

ہم کیا کریں؟ کوتھابیو ہی ہزاروں سے ایک ہے۔ وہ ایک ہی وقت منادی اور لوگوں
کو خدا کے کلام کی قیمتی صداقتیں اُن کی اپنی زبان میں پڑھنا سکھا نہیں سکتا۔ ہمیں ایک ایسے آدمی کی
ضرورت ہے۔ جو تبین میں جائے۔ ایک اور کی جو پروم۔ اور دریا کے کنارے کنارے کام کرے۔ موبے
اور اسکی گرد و نواح میں پرانے پیگو تک کام کرنے کے لئے بھی ایک آدمی کی ضرورت ہے۔ جو انجیل کی منادی
کرے اور بیشک ہمیں اتنے ہی اور آدمیوں کی ضرورت ہے جو سکولوں میں کام کریں۔ کیا تم ہمیں کوئی

مددگار بھیج سکے ۔اس کام کے لئے ضرورت ہے ۔ہوسکے تو ضرور ۔ جو مجھے امید ہے کہ کو تھا بیو جلدی کہ دورے پہ جانے قابل ہوجائیگا کہ جا کر کچھ کام کرے ۔لیکن وہ اکیلا ہی سب کچھ نہیں کرسکتا بیشک بارش کی آواز پائی جاتی ہے ۔کاش کہ ہم لوگوں میں ایسی ہی آسانی سے جاسکیں ۔جیسے صوبوں میں جاتے ہیں اور پھر کچھ شک نہیں کہ سیکڑوں خداوند کی طرف پھرینگے ۔

میرے خیال میں یہاں کے کیرن صوبے کے کیرنوں کی بہ نسبت بہتر و افضل ہیں اور اگر وہ کسی طرح سے اکٹھے کئے جائیں ۔ان میں تہذیب پھیلائی جائے اور روح مسیحی تاثیر تلے لائے جائیں ۔تو ایک بڑی پیاری قوم بنینگے ۔اوہ ! یہ مبارک وقت کب آئیگا ؟ اے خداوند یسوع کے وسیلے اپنے مناسب وقت میں اسے جلد لا ۔"

رنگون ۱۱- نومبر ۱۸۳۳ء ۔

پیارے بھائی حڈسن ۔

مَیں کام میں ایسا مصروف ہوں ۔اور کشتی روانہ ہونے میں اتنا تھوڑا وقت رہتا ہے کہ مَیں صرف چند منٹ تک ہی لکھ سکتا ہوں ۔کل چار کیرنوں کا بپتسمہ ہوا جو اس بڑی کیرن فصل کا جسے یہ پکے کھیت ہمارے پیش کرتے پہلے پھل ہیں ۔ہمیں مدد کی ضرورت ہے ۔ایمان کی تحمل و ثابت قدمی کی اور دل ۔ہاں ایسے دل کی جو ہمارے پیارے خداوند اور نجات دہندہ یسوع مسیح میں تھا ہمارے لئے اور ان کیرنوں کے لئے دُعا کرو جو زندگی کی روٹی کے منتظر ہیں اور جنکی آنکھیں یسوع اور آسمانی راہ کی بابت سنتے ہی چمک اُٹھتی ہیں ۔ابھی تو کوئی پچاس ساٹھ ہی ہمارے پاس آئے ہیں لیکن سب کہتے ہیں کہ چند ہفتوں میں جب ہم اپنے چاول کاٹ چکینگے ۔تو اپنی بیوی بچوں کو لیکر آئینگے ۔ سب انجیل سننا چاہتے ہیں ۔ہمارے بہت سے ہمسائے بھی آئینگے ۔ان میں سے بعض یہ بھی کہتے ہیں کہ ہم آکر بپتسمہ پائینگے ۔ابھی تھوڑے گھنٹے گذرتے ہیں ۔کہ بارہ آدمی ہمارے ہاں سے گئے ۔ان سے ہم نے خوب سوال و جواب کئے ۔بعض تو مسیح کے سچے شاگرد معلوم ہوتے ہیں ۔حالانکہ وہ تین پہلے دوسرے تھے ۔

خصوصاً ایک ش [illegible] آسمان یا دوزخ کسی کو

ہمیں یقین ہے کہ کیرنوں میں کام خوب ہو رہا ہے۔ اگر مخالفت اس امر کی معیار ہو سکتی ہے۔ کیونکہ شیطان بڑا پریشان معلوم ہوتا۔ اور اپنی فوج بہم جمع کر رہا ہے۔ ہم نہیں کہہ سکتے کہ اس معرکے کا انجام کیا ہوگا۔ لیکن جنہوں نے کل بپتسمہ پایا۔ وہ کہتے تھے کہ اگر ڈونگی (ڈپٹی مجسٹریٹ) حکم دے کہ ہمارے سر کٹوائے جائیں۔ تو ہمیں پرواہ نہیں۔ وہ شوق سے ہمارا سر کاٹیں۔ ہمارا ایمان یسوع میں ہے۔ اور اگر ہم مارے گئے تو وہاں جائینگے۔ جہاں مسیح ہے اور خوشی منائینگے۔ مجھے فرصت نہیں ورنہ میں ان جنگل کے سادہ بچوں کی اور بھی دلچسپ حکایتیں سُناتا۔ ایک معزز سو کی کہتا ہے کہ "میں پہلے بڑا شرابی تھا۔ لیکن پچھلے چھ مہینوں سے جس دن سے کہ میں نے کوتھابیو سے یسوع کا نام سُنا۔ ایک قطرہ شراب کا نہیں چکھا۔" وہ یہ بھی کہتا ہے کہ "میرا ایمان یسوع پر ہے اور میں تھوڑے دنوں بعد بپتسمہ پاؤنگا۔ کہتے ہیں کہ وہ بڑا صاحب تاثیر ہے۔ وہ تھوڑی بہت برمی بولتے اور ہم اُسی زبان میں اُن سے سوال کرتے ہیں۔ ہم نے چند نوجوانوں کو کہا ہے۔ (جو برمی بھی سمجھ سکتے ہیں) کہ ملمین مدرسہ جا کر کیرن سیکھیں اور پھر آکر اپنے ہموطنوں کو سکھائیں۔ مجھے اُمید ہے کہ چند مہینوں میں بعض جائینگے۔ اگر اُن کے چاول کٹ جاتے۔ تو وہ ابھی جانے پر تیار ہو جاتے مجھے اُمید ہے کہ وہ جائینگے اور جو کچھ وہ وہاں دیکھیں۔ اور سُنیں اور سیکھینگے اُس سے اُن کے ہموطن برہمیوں کی ماننے سے ایسے رہ گئے رہینگے کہ برسوں کی محنت سے ایسا نہ ہو سکتا۔ کل صُبح کی عبادت میں تیس حاضر تھے۔ عبادت کے بعد چار کیرنوں سے سوال و جواب کئے گئے اور وہ منظور ہوئے بعد ازاں کوتھابیو۔ بادشاہی تالابوں تک اُن کے ہمراہ گیا اور وہاں اُنہیں بپتسمہ دیا۔

بینیٹ صاحب کے روزنامچہ سے ہم برابر اقتباس کرتے رہینگے جنمیں کوتھابیو کی محنتوں اور کامیابیوں کا مُفصل و مکمل بیان دیا گیا ہے۔ اکتوبر اور نومبر کی مختلف تاریخوں میں لکھا ہے۔ "موبی سے ایک کیرن آیا جو کہتا ہے کہ تین دن ہوئے وہ پہلے بھی شہر میں آیا تھا۔ لیکن ہمارے گھر کا اُسے پتہ نہ لگا وہ کہتا ہے کہ میں پھر آؤنگا اور تھوڑی دیر ٹھہرا۔" . . . .

خدا ... کا دن - عبادت کے بعد تین کیرنوں نے بپتسمہ کی درخواست کی - دو نے توسوالوں کا نہایت قابل تعریف طور پر جواب دیا اور تیسرا اگر ہماری زبان سمجھ سکتا تو شاید ایسا ہی جواب دیتا - ہمیں بھائی ان کے جوابوں اور انجیلی صداقتوں کے ٹھیک ٹھیک مطالب سے بالکل دنگ رہ گئے بیشک اُنہوں نے رُوح القدس سے تعلیم پائی ہے - یہ لوگ کہتے ہیں کہ جس دن سے اُنہوں نے کو تھابیو سے مسیح کی بابت سُنا جسے اب چھ مہینے گذرتے ہیں - وہ ابدی خدا پر ایمان رکھتے اور اُس سے دُعا مانگا کرتے ہیں وہ خداوند کے دن کو مانتے - رسالے پڑھنے کیلئے اکٹھے ہوتے اور ایک دوسرے کو تعلیم دیا کرتے ہیں - ایک کہتا تھا - کہ ایک میرے ہمسائے اور اُس کی بیوی نے مجھے پھسلایا کہ † ناٹوں کی پرستش میں اُن کے شامل ہوں - لیکن میں نے یہ کہکر انکار کیا کہ میں اپنی زندگی بھر یسوع مسیح ہی کی پرستش کرتا رہونگا - پھر میرے ہمسائے نے پوچھا کہ کیا یسوع تمہیں ناٹوں کی قوت سے بچا سکتا ہے - میں نے کہا مجھے معلوم نہیں - لیکن میں نے سُنا ہے اور میں مانتا بھی ہوں لیکن میں آسنا جانتا ہوں کہ ناٹوں کی خواہ کتنی ہی پرستش کیوں نہ کرو - وہ بیماری یا موت سے بچا نہیں سکتے اور جب مجھے موقعہ ملا تو رنگون جاکر یسوع مسیح کی بابت اور تعلیم حاصل کرونگا - جب ہم نے اُسے سنایا کہ شیطان نے تمہارے ہمسائے کو اُبھارا کہ تم سے گناہ کرائے - تو اُس نے کہا - مجھے معلوم نہیں لیکن کچھ ایسا ہی معلوم ہوتا تھا - چونکہ وہ سوئی جس کا ۲۰ اکتوبر کو حال لکھا گیا - پاؤں میں چوٹ کے سبب آ جا نہ سکا اور ہم بھی اِن لوگوں سے زیادہ واقفیت حاصل کرنا چاہتے ہیں - ہم نے انہیں صلاح دی کہ اگلے اتوار یا کسی اور موقعہ تک انتظار کریں - کلیسیا تم سے سوال و جواب کریگی اور اگر تم منظور ہوئے تو تمہیں بپتسمہ دیا جائیگا - . . . .

فروری ۳ سنہ ۱۸۹۶ء میں بینیٹ صاحب لکھتا ہے - آج صبح تونا اور پینلہ دو مقدسوں کے

---

† ناٹوں وہمی اشخاص ہیں جو انسانوں سے افضل لیکن فرشتوں سے کم درجہ پر ہیں - کہتے ہیں کہ بعض نچلے آسمانی ملکوں میں رہتے اور بعض زمین اور بادلوں کے مختلف حصّوں پر حکومت کرتے ہیں +

ساتھ جو موبلی اور اس کی گرد نواحی میں کرتے اور لوگوں کو منا[illegible] ہے وطن

ملامین کو روانہ ہوئے جب کشتی نے لنگر اٹھایا اور دریا میں بہنے لگی تو کوٹھابیو[illegible] کیرن نے

ہمراہ آ پہنچا اور چلا چلا کے درخواست کرنے لگا کہ کوئی ملامین سے آکر ہمارے[illegible] کو بپتسمہ دے۔

جو جنگل میں پکے پھلوں کی مانند ہیں۔ اور اس امر کے منتظر ہیں کہ کوئی انہیں [illegible] جمع کرے۔

بعض اوقات ایسا واقع ہوتا ہے کہ پادری برسوں تک محنت کرتے اور انہیں کوئی کامیابی نظر نہیں

آتی۔ اور ایسا معلوم بھی ہوتا ہے کہ جس جگہ بیج بویا نہیں گیا۔ [illegible] پکے ہوئے کھیت منتظر رہتے ہیں

کہ لوگ آکر انکو اکٹھا کریں۔ آہ۔ یہ غریب روحیں کب اپنے منجی کی پیروی کرینگے۔ [illegible] شاد مان

ہونگی آج ان لوگوں سے میں نے خوب گفتگو کی۔ وہ ایسے سادہ دیانتدار صاف باطن اور

مسیح کی محبت سے ایسے بھرے ہیں۔ کہ جو شخص معاف کرنیوالی رحمت کو جانتا ہے بغیر آنسو بہائے

انکی کیفیت سن نہیں سکتا۔ . . . .

بنیٹ صاحب کے رنگون سے چلے جانے کے [illegible] وِنٹن صاحب انکے جانشین مقرر

ہوئے اور وہ کوٹھابیوہ کے کام اور اس کی محنتوں کے پھل کا نمبر اور اکتوبر کی مختلف تاریخوں میں

بیان لکھتا ہے۔ پانچ کیرن موبلی سے آئے۔ وہ وہاں کے حالات کا دلچسپ بیان لکھتے ہیں ملامین

کے دو تین کیرن بھائی۔ چار پانچ مہینوں سے وہاں بڑا کام کر رہے ہیں۔ ان کا بیان ہے کہ ایک سو

دو سو کے درمیان کیرن تین یا چار مختلف جگہوں میں ہر سبت کو عبادت میں شریک ہوتے ہیں۔

یہ ایک دلچسپ واقعہ ہے کہ یہ غریب اور حقیر لوگ کہ جنکی زبان میں دو یا تین سال گذرے کہ ایک حرف

بھی نہ تھا۔ اب بخوبی لکھتے پڑھتے ہیں +

میں نے دریافت کیا کہ "کیا تمام کیرن عبادت میں شریک ہوتے ہیں" "ہاں۔ لیکن بعض فریسی

شامل نہیں ہوتے" "عبادت کے بعد کیا تم گھر جاکر کام کرتے ہو" "نہیں ہم دن بھر اکٹھے رہتے ہیں۔"

"لیکن تم دن بھر کیا کرتے رہتے ہو" "ہم بیبل پڑھتے۔ منادی کرتے۔ اور چار پانچ یا چھ مرتبہ

مانگتے ہیں" ایک کیرن سے اس کے گاؤں کے نمبردار نے اس کے مذہب کی [illegible]

پوچھے اس نے جواب دیا کہ میرا ایمان یسوع مسیح پر ہے اور مَیں نَاٹ یا پگوڈہ یا بتوں کی پرستش نہیں کرتا۔ اور نہ ہی شراب پیتا ہوں۔ بلکہ ازلی خدا کی پرستش کرتا ہوں۔ اُس پر ۶۵ روپیہ جرمانہ کیا گیا۔ اور اُسے حکم ملا کہ اجنبیوں کے مذہب کو قبول نہ کرے۔ مَیں نے پوچھا کہ اب تم سب بہت ڈرتے ہوگے۔ جواب ملا کہ ہاں بعض لوگ ڈرتے ہیں۔ لیکن شاگرد بالکل نہیں ڈرتے اور ہر سبت قریب دو سو یسوع مسیح کی شریعت سُننے کو اکٹھے ہوتے ہیں۔ میں نے پھر کہا کہ شائد حاکم تمہارا روپیہ لیلیں۔ یا تمہیں کوڑے لگائیں۔ تم کیوں نہیں ڈرتے۔ لیکن اُس نے بڑی سادگی اور بڑے توکل کی نگاہ سے کہا۔ کیونکہ ازلی خدا سلطنت کرتا ہے۔

ویب صاحب کا روزنامچہ کئی بپتسمے کی خبروں اور ہمت بڑھانے والی واقعات سے بھرا پڑا ہے جنہیں ہم بخوف طوالت یہاں نظر انداز کرتے اور اس باب کو ھوورڈ صاحب کے بیان سے ختم کرتے ہیں۔ جو اس نے موبے سے جو کوتھابیو کی محنتوں کا منظر تھا۔ دسمبر ۶ سنہ ۱۸۵۳ء میں لکھے۔ ۱۸ نومبر کو مَیں ونسٹن اور امیٹ کے ہمراہ رنگون سے روانہ ہوا۔ تاکہ موبے اور اس کے گرد نواح میں جاکر جہاں کوئی مشنری ابھی تک نہیں گیا تھا۔ کیرن لوگوں کا ملاحظہ کروں۔ ایکسو ساٹھ بپتسمہ یافتہ لوگوں نے امتحان کے سوالات کے ایسے جواب دئے جیسے امریکہ کے لوگ دیسکتے ہیں۔ سب لوگ ان صداقتوں سے خوب واقف معلوم ہوتے تھے کہ انسان کی حالت گناہ کے سبب کیسی بگڑ گئی ہے اور کہ نجات صرف یسوع مسیح ہی سے مل سکتی ہے۔ اور اگرچہ وہ خوب جانتے تھے کہ مسیح کی پیروی کرنے سے ہمیں بحد تکلیفیں پہنچینگی۔ تو بھی انہیں اُن لوگوں کا سا توکل اور خوشی حاصل ہے۔ جو کہہ سکتے ہیں کہ ”میں جانتا ہوں کہ میرا ایمان کس پر ہے۔“ اس حلقے میں نسوا سے کچھ اوپر با ایمان کیرن ہیں۔ جو بپتسمہ پانے کے انتظار میں ہیں۔ اکثر کہتے ہیں کہ وہ ایک یا تین سالوں سے جب سے کہ انہوں نے انجیل کی پہلے پہل منادی سُنی۔ اسی حالت میں ہیں کو تھابیو کے ذریعے دیکار ہیں۔ خدا کو یہ منظور رہا کہ یہ کام کیرن مددگاروں اور خصوصاً

لئے +

بچوں کے لئے

خدا کے پھول

کسی شخص نے بچوں کو "خدا کے پھول" کا شیریں نام دیا ہے۔ تھوڑے دنوں سے میں سوچ رہا ہوں کہ کتنے بچے اِس پیارے نام کے مستحق ہیں۔ کیونکہ باغ میں پھولوں کے سوائے کانٹے۔ پتے۔ گھاس اور اور بیفائدہ چیزیں بھی بہت ہوتی ہیں۔ بعض قسم کے گھاس پھولوں کی جڑوں سے ایسے ملتے جلتے ہیں کہ صرف باغبان ہی اِن دونوں میں امتیاز کر سکتا ہے۔ پیارے بچو! آج میں تم سے پوچھتا ہوں کہ آیا تم **پھول ہو یا گھاس**۔

خدا کے پھول ہونے کے لئے ضرور ہے کہ وہی تمہیں لگائے۔ باغبان گھاس نہیں جتا۔ بیبل میں یہ ایک سنجیدہ فقرہ پایا جاتا ہے کہ "جو درخت میرے آسمانی باپ نے نہیں لگایا وہ جڑ سے اکھاڑا جائیگا" چاہیئے کہ تم مسیح میں جڑ رکھو۔ اس پر بڑھو۔ اس سے اپنی زندگی پاؤ۔ ٹھیک جس طرح کہ چھوٹے پھول آسمان کی بارش اور دھوپ حاصل کرتے ہیں۔ اگر تم خدا کے پھول بن جاؤ تو تم کس کام آؤ گے؟ کیا تم نے کبھی اِس کی بابت بھی سوچ کی ہے کہ پھول کس کام آتے ہیں۔ ان بغیر دُنیا کیسی تاریک ہو جائیگا۔ وہ بہت کچھ تو نہیں کرتے۔ لیکن ان کی نرم خوبصورتی ان کے مالک خدا کے لئے تعریف و ستائش لاتی اور ان کی میٹھی خوشبوئی کئی ایک خستہ دلوں کو تسلی دیتی ہے۔

پیارے بچو! اگر تم خدا کے پھول ہو۔ تو تم بھی یہ سب کچھ کر سکتے ہو۔ تمہاری شیرینی اور خوبصورتی ہی جو خدا کے تبسم کی دھوپ اور اس کے کلام کی اس سے پیدا ہوئی ہے۔ **اس کی شہادت دیگی۔** اور جو لوگ دیکھیں گے وہ تمہارے باپ کو جو آسمان پر ہے جلال دیں گے

پیارے بچو! تم کیا ہو۔ گھاس یا پھول؟ کیا تم مسیح پاس نہ آؤ گے اور اس سے نہ کہو گے کہ اب اور ہمیشگی کے لئے مجھے اپنا بچہ بنا۔ ہاں اپنے باغ کا ایک پھول! آؤ بچو! جلد آؤ!

جون ۱۸۹۶

یسوع کی محبت

پیارے بچو! کیا تم خداوند یسوع مسیح سے محبت رکھتے ہو؟

وہ تو تمہیں بہت چاہتا ہے۔ اس نے تمہیں اتنا پیار کیا کہ تمہارے بچانے کے لئے اپنی جان تک دیدی اور تمہارے گناہوں کی معافی کے لئے خود سزا اٹھائی۔ وہ تم سے اتنی محبت کرتا ہے کہ ہردم تمہاری ہی بابت سوچ و فکر کرتا ہے وہ خود کہتا ہے "میں نے تجھ سے ابدی عشق سے تجھے پیار کیا" (یرمیاہ ۳۱: ۳)۔ اس سے یہ مراد ہے کہ وہ تمہیں شروع سے پیار کرتا ہے اور آخر تک پیار کرتا رہیگا۔ (یوحنا ۱۳: ۱) دیکھنا! یہ کیسی بڑی محبت ہے!

پیارے بچو! اب بھی وہی مسیح تم سے ایک سوال پوچھتا ہے "کیا تو مجھے پیار کرتا ہے؟" کیا تم اس کا جواب "ہاں" دو گے۔ یا "نہیں"

کیا تم دل سے یہ جواب دے سکتے ہو "اے خداوند تو تو سب کچھ جانتا ہے۔ تجھے معلوم ہے کہ میں تجھے پیار کرتا ہوں"۔

تھوڑا عرصہ گزرتا ہے کہ راہ میں مجھے ایک چھوٹا پیارا لڑکا ملا جس سے میں نے باتوں باتوں ہی میں پوچھا "کیا تم خداوند یسوع مسیح سے محبت کرتے ہو"

اس نے جواب دیا "ہاں میں اس سے محبت کرنا چاہتا ہوں۔ اور میں کوشش بھی کرتا ہوں لیکن یہ بڑا مشکل ہے"!

پھر میں نے اس سے پوچھا "کیا تم اپنی ماں سے محبت کرنیکی بھی کوشش کرتے ہو؟" "نہیں تو" لڑکے نے جواب دیا۔ "میں اماں جان سے بڑی محبت کرتا ہوں۔ مجھے کوشش کرنے کی ضرورت نہیں"۔

"ایں۔ یہ کیا"

"اس لئے کہ اماں جان مجھے بہت پیار کرتی ہیں۔ اور اس سے پہلے کہ میں ان سے محبت کرسکتا وہ مجھے پیار کرتی تھیں۔"

میں نے جواب دیا "مسیح کا بھی یہی حال ہے۔ وہ تمہیں تمہاری اماں جان سے بھی زیادہ پیار کرتا ہے اس سے پہلے کہ تم نے کبھی اس کا خیال بھی کیا ہو۔ وہ تمہیں پیار کرتا تھا۔ اور اگر تم بار بار دہراؤ "کہ یسوع مجھے پیار کرتا ہے" تو پھر جلدی ہی تم یہ بھی کہہ سکو گے "میں یسوع سے محبت کرتا ہوں"۔

"ہم اس سے محبت رکھتے ہیں۔ اس لئے کہ پہلے اس نے ہم سے محبت رکھی"۔

رسید زر

جناب لارڈ بشپ صاحب لاہور	ڈیڑھ روپیہ
پادری ٹی آر ویڈ صاحب امرتسر	〃 〃
ڈاکٹر اے لینکسٹر صاحب امرتسر	تین روپیہ
رائے بہادر میاداس صاحب ایکسٹرا اسسٹنٹ کمشنر فیروزپور	ڈیڑھ روپیہ
جان اے لڈل صاحب مشن سہارنپور	〃 〃
میم ایچ صاحب زنانہ شفاخانہ اجمیر	〃 〃
مس کے ووس صاحبہ بٹروال	〃 〃
منشی بھگوانداس صاحب ٹہار	〃 〃
پادری وائٹ بریخت صاحب شملہ	〃 〃
مس کیمپول صاحبہ نارووال	〃 〃
پادری ایچ ڈی گرسوولڈ صاحب مشن کالج لاہور	〃 〃
مس ایم بوس صاحبہ وکٹوریہ سکول لاہور	〃 〃
مسٹر سالومن ڈیوڈ نولکھا لاہور	〃 〃
مسٹر ایم مکرجی مشن کالج لاہور	〃 〃
ڈاکٹر نجم الدین صاحب ڈیرہ غازیخان	〃 〃
پادری سی ایچ ہارٹن صاحب ملتان	〃 〃
منشی پہلاچند صاحب انبالہ	〃 〃
پنڈت جانکی ناتھ صاحب مشن سکول دہلی	ایک روپیہ
پادری سی بی نیوٹن صاحب جالندھر	آٹھ آنے

THE MASIHI
A MONTHLY PAPER
SUBSCRIPTION Rs 1-8
ALL COMMUNICATIONS TO BE
ADDRESSED TO
THE MANAGER
MASIHI
AMRITSAR.
No. 6
Mission Press. Amritsar

مسیحی

امرت سر

نمبر ہفتم — جولائی سنہ ۱۸۹۶ء

فہرست مضامین

مشن پریس امرت سر

مسیحی

جولائی ۱۹۶۰ء

ہندوستانی مسیحیوں کی قانونی مشکلات

مسیحی مذہب اختیار کرنے سے مرید گو ہندو و محمدی مذہبوں کے بندھنوں سے رہائی پاتا ہے پر وہ اپنے پرانے اعتقادوں کی قانونی پابندیوں سے چھوٹ نہیں سکتا۔ ہندو اور محمدی قوانین کی بنیاد اُن کے مذہبی اعتقادوں پر ہے اور اس لئے ایک مسیحی مرید کا اپنے پرانے قوانین اور اعتقادات کا پابند ہونا قرین مصلحت اور انصاف نہیں۔ بے شک مسیحیت کوئی قوانین کا مجموعہ پیش نہیں کرتی۔ لیکن وہ اُن اصولوں کا اظہار کرتی ہے جو اُس کے پیرؤں کے ملکی اور متعلق بعدالت حقوق اور فرائض کی رہنمائی کرسکتے ہیں۔ مسیحی مرید کے لئے اپنے پرانے اعتقاد کے پابند ہونے کی غلطی ہم دو ایک مثالوں سے ظاہر کرتے ہیں۔ محمدیوں کے فرقہ اہل تشیعہ میں اگر کوئی بیوہ بے اولاد ہو یا اگر اُس کی ساری اولاد فوت ہوگئی ہو تو وہ اپنے مرحوم خاوند کی میراث سے محروم کی جاتی ہے۔ ہندؤں کے ایک فرقہ میں حق وراثت اُسی شخص کو حاصل ہوتا ہے جو مرحوم کی کریا کرم و دیگر رسومات بہترین صورت میں سرانجام دے سکے۔ ایک مسیحی مرید کے لئے ایسے قوانین ورثہ کے پابند ہونے کی بیہودگی ہند کے واضعان قوانین نے بخوبی تسلیم کی اور تیس سال گذرے کہ اس جماعت کی وراثت کے الگ قوانین بنائے۔ ہندوستانی مسیحی ہندوستان کی مختلف اقوام و فرقوں سے جو اپنے اپنے قوانین کے پابند ہیں آئے ہیں۔ اور اب بجائے خود ایک الگ جماعت یا قوم ہیں۔ اُن کی یہ انوکھی حالت اِس امر کا مطالبہ کرتی ہے کہ اُن کے فوائد اور

حقوق کے لئے اُن کی حسب حالت نئے اور الگ قانون بنائے جائیں +

قوانین شادی - پہلا امر غور طلب مسیحی مریدوں کی شادی کی طرف کرنے کا قانون ہے -

(The Christian convert Marriage Dissolution Act—21 of 1866)

(ایکٹ ۲۱ ۱۸۶۶ء) "دوسری مذہبی تبدیلی" کے متعلق یہ ایکٹ غیر مکمل اور ناقص ثابت ہوا ہے اگر کوئی ہندو محمدی ہو جائے اور پھر مسیحی مذہب اختیار کرے تو وہ اس ایکٹ سے فائدہ نہیں اُٹھا سکتا اس ایکٹ کے رو سے مسیحی مرید ڈسٹرکٹ جج کی عدالت میں اپنے خاوند یا بیوی کے خلاف حقوق نکاح کی بحالیت کا دعوے کرسکتا ہے اور پھر ضروری تحقیقات اور مقررہ میعاد کے بعد اگر مدعا علیہ (یعنے وہ فریق جس نے مذہب تبدیل نہیں کیا) مدعی (یعنے جس نے مذہب تبدیل کیا ہے) کے پاس جانا نہ چاہے تو شادی ٹوٹ جاتی اور ہر دو فریق کو اختیار ہے کہ پھر اپنی نئی شادی کرسکے لیکن اس ایکٹ کے رو سے مدعی ایسا شخص ہونا چاہئے جو نہ محمدی اور نہ یہودی ہو - اور اس لئے وہ ہندو جو مسیحی ہونے سے پیشتر محمدی ہو گیا اور جس کی بیوی ابھی تک ہندو ہو اس ایکٹ سے کچھ فائدہ اٹھا نہیں سکتا - ہندو قانون کے رو سے کسی فریق کے تبدیل مذہب سے شادی نہیں ٹوٹتی - لیکن از روئے قانون محمدی ایک محمدی مرید اپنی بیوی یا خاوند سے مطالبہ کرسکتا ہے کہ اپنا مذہب چھوڑ کر نیا مذہب اختیار کرلے - اور فریق ثانی کے انکار پر (اور اس سے پیشتر نہیں) پرانی شادی ٹوٹ جاتی ہے - اس سے ظاہر ہے کہ اگر محمدی مرید کے مسیحیت اختیار کرنے سے پیشتر یہ طلب و انکار کا طریق فروگذاشت ہو جائے - تو پرانی شادی بحال و قائم رہیگی - اس لئے ایسا شخص اس ایکٹ سے فائدہ نہیں اُٹھا سکتا اور نہ اپنی ہندو بیوی یا خاوند کے خلاف حقوق نکاح کی بحالی کا دعوے کرسکتا - ظاہر ہے کہ مسیحی مرید اپنی بیوی کے خلاف حقوق نکاح کی بحالی کا دعوے نہیں کرسکتا - لیکن وہ نئی شادی بھی نہیں کرسکتا - کیونکہ دو شادیاں کرنے کے لئے قانون کا تازیانہ سر پر موجود ہے +

انجیل پڑھنے کا طریقہ

۲

لیکن گذشتہ مضمون کا اس مضمون سے کیا تعلق ہے۔ ہمارا جواب ہے کہ بہت سا اور وہ تعلق بالکل نہایت اہم ہے۔ ہمارا مضمون ایک تمثیل ہے جس کا سمجھنا کچھ مشکل نہیں۔ وہ خوبصورت نظارہ یا میدان ہماری چار اناجیل ہیں۔ جو نہایت زرخیز ہر حصہ اور نکتہ میں خوبصورت پوشیدہ خزانوں اور بھیدوں سے پر ہیں۔ اِن کے لئے جو ان پر گہری نظر ڈالتے اور محنت سے اُن کی پوشیدہ کانوں کو کھودتے ہیں۔ ہر دم اِن میں سے نئے خزانے برآمد ہوتے ہیں۔ اِن میں کئی بھید ایسے ہیں۔ جن تک انسانی آنکھ کبھی پہنچنے کی امید نہیں رکھ سکتی۔ اِن کو وہی جانتا ہے جس نے اُن کو پیدا کیا +

ہم تھوڑی دیر کے لئے ٹھہر کر اِس میدان پر نظر ڈالیں۔ کلیسیا یعنے ہمارا مسکن وہ شہر ہے جو پہاڑ پر بسا ہے۔ اور ایک وسیع میدان ہمارے سامنے پھیلا ہوا ہے۔ جس کو کہ ہم اِس اپنے شہر کی گلیوں میں سے چلتے پھرتے دیکھ سکتے ہیں۔ وہ میدان یعنے انجیل کا میدان ہمارے سامنے ہے۔ اور کلیسیا کے بلند شہر میں سے ہم اِس کو دیکھ سکتے ہیں۔ اِس میدان کے ہر ایک حصے کے متعلق ایک خاص قصہ ہے جو کبھی بھول نہیں سکتا۔ اِس میدان میں بلند چٹان ہیں اور سبزہ زار گاہیں بھی ہیں۔ اِس میدان میں آبِ حیات کا دریا بھی بہ رہا ہے۔ اور اِس کے شفاف پانی کی چمک ہم تک پہنچتی ہے۔ ہمارے خداوند کی زندگی کی تاریخ اِس میدان میں ایک سنہری دھاری کی طرح گذرتی نظر آتی ہے۔ ہم دیکھ سکتے ہیں۔ کہ کس طرح ہمارا خداوند عاجز اور غریب ہو کر اِس میدان کی سب سے نچلی اور پست وادی میں پیدا ہوا۔ اُس نے اِس وادی کو اپنی محبت اور خود انکاری کی محنت کشمکش اور جنگ سے رونق افروز کیا۔ پھر ایک چٹانی قبر میں اُتر گیا۔ اور وہاں سے بلند ہو کر خدا کے دہنے ہاتھ جا بیٹھا +

ہماری اس کلیسیائی شہر کا ہر فرد بشر یہ تمام نظارہ دیکھ سکتا ہے۔ تاہم ہمارے درمیان اور ہمارے آس پاس ہزارہا ایسے کمبخت اور بےپرواہ آدمی ہیں جو اِن باتوں سے مطلق واقف ہی نہیں ہیں۔ جن کو اِن سے کچھ سروکار ہی نہیں۔ جس طرح بیل پہاڑی کے دامن میں چرتے ہیں اِسی طرح وہ بھی آنکھیں نیچے کیئے اپنے پیٹ کی فکر میں مبتلا ہیں +

غرضکہ ہمارے درمیان ہزارہا ایسے مسیحی ہیں۔ جو ہمارے خداوند کی انجیلوں کی مطلق پروا نہیں کرتے۔ اور اِن کو استعمال کرنا بھی نہیں جانتے۔ جن کے خیالات کبھی اِن کی طرف نہیں جاتے اور جو اِن کے جلال سے بالکل بےبہرہ ہیں۔ اور جس طرح کسی میدان کی خوبصورتی دیکھنے اور معلوم کرنے کے لئے یہ ضرور ہے کہ آدمی اپنی آنکھوں سے اس کو دیکھے اسیطرح ضرور ہے کہ انجیل کی حقیقی خوبصورتی اِن لوگوں کے سامنے لائی جائے تاکہ وہ اِس کو ایک نظر دیکھ لیں۔ تاکہ وہ اِن کے خیالات میں داخل ہو جائے۔ اور وہ اِس سے مستفید ہوں +

پس یہ دریافت کرنا کہ ہم انجیل کو کس طرح پڑھیں یا اس کو کس طرح استعمال میں لائیں۔ ایک بھاری بات کا دریافت کرنا ہے۔ کیونکہ دیکھا گیا ہے کہ جو لوگ انجیل سے کم واقف ہیں وہی لوگ اس اپنی تھوڑی واقفیت میں زیادہ غلطیاں کرتے ہیں۔ وہ اپنی تھوڑی واقفیت بےپروائی سے پیدا کرتے ہیں۔ اور اس کو بہت تھوڑا سمجھتے اور اِس سے بہت تھوڑا فائدہ حاصل کرتے ہیں۔ اور جب ہم اِن لوگوں کی طرف غور کریں جو زیادہ علم رکھتے ہیں تو ان کا علم بھی کیسا شکستہ اور ناکامل ہوتا ہے۔ عام بھی جن سے آدمی روزمرہ ملتا ہے۔ انجیلوں کے صحیح استعمال سے بہت ہی کم واقف ہیں +

یاد رہے کہ خدا نے ہماری موجودہ اناجیل ان کی موجودہ حالت میں اور موجودہ تعلیم کے ساتھ ایک خاص مطلب سے دی ہیں۔ اِس کو طاقت تھی کہ ہم کو ایک ہی انجیل دیتا اور وہ ایک ایسی ہوتی کہ اِس کے کسی بیان پر کسی قسم کا شک نہ آ سکتا۔ لیکن اُس نے مناسب سمجھا کہ ہمکو چار اناجیل دیوے۔ پھر ممکن تھا کیونکہ اُس کی طاقت سے کوئی چیز بعید نہیں کہ اِن

چار اناجیل کے بیانات حرف بحرف یکساں ہوتے۔ اور ان میں ہمارے خداوند کے کسی کام یا کسی لفظ کی بابت مطلق اختلاف نہ ہوتا۔ لیکن اُس نے مناسب سمجھا کہ اپنی دی ہوئی کتابوں میں اختلاف اور بعض وقت بڑے بڑے اختلاف باقی رہنے دے۔ اور وہ بھی ایسے بیانوں میں جو ظاہرا ایک ہی واقعات کی نسبت ہیں۔ پھر ممکن تھا کہ ہماری اناجیل ہم تک بعینہٖ ویسی پہنچتیں جیسی کہ ابتدا میں مصنفوں سے لکھی گئی تھیں اور ان کے نسخجات میں باہم کسی قسم کا فرق یا اختلاف نہ ہوتا۔ لیکن خدا نے مناسب سمجھا کہ ہماری موجودہ اناجیل میں ہزارہا الفاظ کی بابت اختلاف ہو۔ پھر ممکن تھا کہ ان کا ترجمہ دفعتاً اعجازی طور پر دنیا کی تمام زبانوں میں ہو جاتا۔ لیکن وہ لفظی صحت کے ساتھ ایک ہی زبان میں موجود ہیں۔ اور ان دنوں کی کلیسیائیں ان کو ناقص اور قابل سہو انسانی نسخوں میں پڑھتی ہیں +

آرام
جوئے کیا کام دیتے ہیں

اب ایک اور شبہے کو دور کرنا باقی رہ گیا ہے۔ اِس اظہار کے بعد کہ مجھ سے سیکھو۔ مسیح ایک دستر بھی لگا دیتا ہے۔ جو اُن کے ساتھ میل کھاتے بھی معلوم نہیں ہوتی۔ جبکہ وہ فرماتا ہے۔ کہ "میرا جوا اپنے اوپر لے لو۔ اور مجھ سے سیکھو۔ بھلا اگر یہ سب کچھ سچ ہو۔ تو اِس کو جوئے کے نام سے کیوں پکارتا ہے۔ اِس کی کیا وجہ ہے کہ ادھر تو وہ آرام دینے کا وعدہ کرتا ہے۔ لیکن اُدھر ساتھ ہی کھنچنے سے بوجھ کا ذکر کرتا ہے۔ کیا سچ مچ مسیحی زندگی جیسے کہ اُس کو دشمن بیان کرتے ہیں۔ ایک زائد بوجھ ہی ہے۔ جو زندگی کے پہلے ہی سے ناقابل برداشت بارگراں پر ازاد کیا گیا ہے۔ یا یوں کہو کہ فرائض کے متعلق کچھ اور کاٹ چھانٹ۔ رسم و دستور کی کچھ اور مصیبت انگیز پابندی۔ یا

دنیا کی تمام وحشت انگیز اور آزادی بخش باتوں کی ہیبت ناک مخالفت اور انسداد۔ کیا زندگی
میں آگے ہی مصائب و مشکلات کچھ کم ہیں۔ کہ اُس پر ایک اور جوا بڑھا دیا جائے ؛
یہ دیکھ کر سخت حیرت ہوتی ہے۔ کیونکہ اس صاف اور سلیس فقرے کی نسبت لوگوں
کے درمیان ایسی تعجب انگیز غلط فہمی پھیل گئی ہے۔ کیا تم نے کبھی دم بھر کے لئے بھی
اِس امر پر غور نہیں کیا۔ کہ جوا درحقیقت کس مطلب کے لئے ہوتا ہے؟ کیا وہ اِس لئے
ہوتا ہے کہ جس حیوان پر لگایا جائے اس پر زیادہ بوجھ ڈالا جائے ؟
نہیں بلکہ اِس کے بالکل برعکس۔ جوا اِس لئے ڈالا جاتا ہے۔ کہ اُس سے بوجھ ہلکا ہو جائے
ہل کو بیلوں کے ساتھ جوئے کے بغیر کسی اور طریق سے لگاؤ۔ اور پھر دیکھو کہ وہ اُس کو چلانے
کی طاقت رکھتے ہیں کہ نہیں۔ لیکن جب جوئے کے وسیلے لگایا جاتا ہے تو وہ ہلکا معلوم ہوتا ہے
جوا آلہ عذاب نہیں۔ بلکہ آلہ رحمت ہے۔ اِس کو کسی بدطینت آدمی نے کام کو سخت کرنے کے لئے
ایجاد نہیں کیا۔ بلکہ رحیم اور ملائم طبیعت نے محنت کو ہلکا کرنے کے لئے تجویز کیا ہے
یہ دکھ دینے کے لئے نہیں بلکہ دکھ ہٹانے کے لئے ہے۔ لیکن باوجود اِس کے لوگ
مسیح کے جوئے کا اِس طور سے ذکر کرتے سُنے جاتے ہیں۔ کہ گویا وہ غلامی ہے۔ اور اُن
لوگوں کو جو اُس کو پہنے ہوئے ہیں۔ قابل رحم سمجھ کر اُن پر ترس کھاتے ہیں۔ سالہا سال
سے مسیح کے جوئے پر خطبات لکھے جاتے ہیں۔ بعض تو اُس کے تنگ و محدود
مطالب کو بیان کرنا پسند کرتے ہیں۔ بعض اِن میں اُس کی الوہیت کا نشان پاتے ہیں بعض
اُس کی نسبت معذرت کرتے اور اُس کو سہل و آسان ثابت کرنے کی کوشش کرتے
ہیں۔ اور بعض ہمیں یہ یقین دلانے کی کوشش کرتے ہیں کہ اگرچہ یہ بہت بُرا تو ہے
تو بھی اُن برکات کے مقابلہ میں جو مسیحی مذہب سے حاصل ہوتی ہیں۔ کچھ بھی نہیں۔ کس قدر
لوگ خاص کر نوجوان اِس ایک فقرے کی غلط فہمی کے سبب خدا کی بادشاہت سے
پرے ہٹ گئے۔ بجائے اِس کے کہ مسیح کو لوگوں کے سامنے دلکش بنائے۔ یہ اُسے

بطور ایسے جابر افسر کے ثابت کرتا ہے۔ جو چھوٹی چھوٹی قیدیں لگا کر دائرہ زندگی کو تنگ کرتا
یا بلا ضرورت خود انکاری پر مجبور کرتا ہے۔ اور صرف اِس حیثیت کو دین کا جُوا ہے۔ مصیبت کو
خوبی ٹھہراتا اور خوشی کو صرف اِس لئے کہ وہ کبھی کبھی اُس سے پہلو تہی کرتی ہے ناجائز قرار دیتا
ہے۔ اِس خیال کے مطابق مسیحی لوگ بخت واژگون کے شکار معلوم ہوتے ہیں۔ اُن کی
زندگی نفس کشی کی زندگی معلوم ہوتی اور آئندہ زندگی کی اُمید اِس زندگی کی اُمیدوں کا
خون کرنے سے زندہ باقی ہے +

اِس غلطی کی وجہ زیادہ تر یہی معلوم ہوتی ہے کہ لوگ الفاظ طوق اور جوئے کو
گڈمڈ کر دیتے ہیں۔ مگر مسیح کے قول میں جو لفظ ہے۔ اُس سے طوق مراد نہیں بلکہ
معمولی ساز یا حلقہ گلو جو مشرقی ممالک کے کسان استعمال کرتے ہیں۔ اِس سے وہ چوبی
تختہ مراد ہے۔ جو اُس نے خود بھی جب وہ بڑھئی کا کام کرتا تھا۔ اپنے ہاتھ سے اکثر
تیار کیا ہوگا۔ وہ صاف اور سخت اور اچھے اور بُرے جوئے میں فرق کر سکتا تھا اور یہ بھی
جانتا تھا کہ سخت کس حیوان پر جو اُس کو پہنتا ہے۔ اُس سے کیا اثر ہوتا ہے۔ ناہموار
سخت جوا دکھ دیتا اور اُس سے بوجھ بھاری معلوم ہوتا ہے۔ صاف جوا تکلیف نہیں دیتا
اور بوجھ کھینچنے میں سہولت ہوتی ہے۔ ٹھیک نہ بیٹھنے والا ساز ایک آفت ہے۔ اور
ٹھیک بیٹھنے والا ساز راحت ہے +

اور بوجھ کیا ہے؟ یہ کوئی خاص بوجھ نہیں۔ جو صرف مسیحیوں پر لادا جاتا ہے۔ اور
نہ کوئی دینی شریعت ہے۔ جو فقط انہیں کو اٹھانی پڑتی ہے۔ بلکہ یہ وہی ہے۔ جس کو سب
آدمی اُٹھاتے ہیں۔ یہ خود زندگی یعنی انسانی زندگی ہی ہے۔ جس کا بوجھ ہم سب کو گہوارہ
سے لے کر قبر تک اُٹھانا پڑتا ہے۔ مسیح نے دیکھا کہ لوگوں کو زندگی اندوہناک معلوم ہوتی
ہے۔ بعض تنگ آ رہے ہیں۔ بعض مایوس بیٹھے ہیں۔ بعض ماتم زدہ ہیں۔ اور سب کے سب
نہایت سخت جدوجہد کر رہے ہیں۔ اُس وقت۔ ساری دنیا اِسی مسئلہ کے حل کرنے میں

مصروف تھی۔ کہ اِس بارِ زندگی کے اٹھانے کی کیا تدبیر ہے؟ اور اب بھی یہ مسئلہ تمام دنیا کے سامنے پیش ہے۔ اب دیکھو کہ مسیح اِس کو کس طور سے حل کرتا ہے۔ "اُٹھاؤ جیسے میں اٹھاتا ہوں۔ میری طرح زندگی کو قبول لو۔ جس پہلو سے میں دیکھتا ہوں۔ تم بھی اُسی پہلو سے نظر کرو۔ میرے اُصولوں کے مطابق اُس کا منشا سمجھو۔ میرا جُوا لو مجھ سے سیکھو۔ اور تم اُسے آسان پاؤ گے۔ کیونکہ میرا جُوا آسان و ملائم ہے۔ کندھوں پر ٹھیک بیٹھتا ہے۔ اور اِسی لئے میرا بوجھ ہلکا ہے" +

یہاں اِس بات کا کچھ ذکر نہیں کہ مذہب کسی آدمی کو اِس بوجھ کے اُٹھانے سے رہائی دے دیتا ہے۔ ایسا کرنا تو گویا اُس کو زندگی سے خارج کرنا ہوگا۔ کیونکہ یہ بوجھ خود زندگی ہی کا بوجھ ہے۔ مسیحی مذہب صرف اُسے قابلِ برداشت بنا دینے کی تدبیر بتاتا ہے۔ مسیح کا جُوا سوائے اِس کے نہیں کہ وہ انسانی زندگی کے اِس گراں بار بوجھ کو ہلکا اور قابلِ برداشت کرنے کا بھید ہے۔ یا یوں کہو۔ کہ وہ نہایت عُمدہ اور فرحت بخش طریق سے زندگی بسر کرنے کا ایک حکمی نسخہ ہے۔ لوگ دنیا کے افکار و اشغال کے لئے اپنے آپ کو بھدے سے ناموزوں اور غیر طبعی ساز پہناتے ہیں۔ مگر یہ جُوا پرانی قسم کا جُوا ہے۔ جو بالکل کھردرا اور نہ ٹھیک بیٹھنے کے سبب محنت اور جانفشانی کو غیر متحمل کر دیتا ہے۔ اور پھر اُسکو لگاتے بھی ہیں۔ تو گردن کے اُس حصے پر جو نہایت نازک ہے۔ اور جہاں اُسی رگڑ گھسر سے آخر یہاں تک نوبت پہنچتی ہے۔ کہ کل جسم مارے درد کے بےتاب اور لاچار ہو جاتا ہے +

جہاں اَور بہت سے امراض اِس کورہ بالا غلطی سے پیدا ہوتے ہیں۔ اُن میں سے ایک کا نام زود رنجی ہے۔ جو اگرچہ نام سے تو بالکل بےضرر اور ہلکا سا معلوم ہوتا ہے۔ لیکن درحقیقت دنیا میں بےآرامی کا سب سے بڑا باعث ہے۔ یہ مرض جب مُزمن ہو جاتا ہے۔ تو ایکطرح سے ہماری اندرونی طبیعت میں بدخوئی کی صورت میں بطور عادت کے جم جاتا ہے۔ یہ خود پسندی خودداری کا مرض ہے جو بڑھتے بڑھتے ناقابلِ علاج حد تک پہنچ گیا ہے

اس کا علاج صرف یہی ہے کہ جوئے کو ہٹا کر دوسری جگہ رکھدیا جائے۔ تاکہ انسان اور
اشیاء ہم کو ہماری طبیعت کے کسی نئے اور غیر مستعمل حصے پر مَس کریں۔ یعنے ہم حلیم اور
دل سے فروتن بن جائیں۔ اور پرانی طبیعت کو بے استعمالی کے ذریعہ سے مُردہ اور
ناکارآمد ہونے دیں۔ مسیحی مذہب ہر ایک جگہ یہی خوش آیندہ کام انجام دیتا ہے۔ کہ زندگی
کے بوجھ کو اس کے اُٹھانے والے کے ساتھ اور اُٹھانے والوں کو بوجھ کے ساتھ
مناسب طور سے مانوس و وابستہ کرے۔ اس کے پاس بیماری اور دکھ کے دور کرنے کا
ایک کامل نسخہ ہے۔ جس کو معجزہ کہیں تو بجا ہے۔ وہ انسانی فطرت کو توڑنے مروڑنے کے
بغیر اس کو زندگی سے بالکل موافق بنا دیتا۔ اور تمام اردگرد کی اشیا کے ساتھ اس کا
پورا میل ملاپ کرا دیتا ہے۔ اور جو لوگ دنیا کے گرد وغبار اور درماندگی سے تنگ آ گئے ہوئے
ہیں۔ ان کو ایک نئی اور مبارک زندگی کی توفیق بخشتا ہے۔ زندگی کا رُخ بدلنے اور اشیاء
کی صورتوں کو تغیر دینے سے وہ انسانی افکار و آلام کے بوجھ کو اس قدر سبک کر دیتا ہے
کہ اس فن میں اپنا ثانی نہیں رکھتا۔ یہ ایک علمی مسئلہ ہے کہ ہماری اشیاء کا وزن زمین
کی کشش ثقل پر موقوف ہے۔ لیکن فرض کرو۔ کہ زمین سے کشش ثقل دُور ہو جائے تو
وزن کہاں باقی رہیگا۔ اور اب بھی کسی دوسرے ستارے پر جہاں کشش ثقل کم ہے۔ جس چیز کا
وزن من بھر ہو۔ وہاں آدھ من بھی نہیں ہو گا۔ اب اسی طرح مسیحی مذہب بھی اس زمینی
کشش کو دُور کر دیتا ہے۔ اور اس طریق سے وہ انسانوں کے بوجھ کو گھٹاتا ہے۔
وہ انہیں ایک دوسری دنیا کے وطنی بنا دیتا ہے۔ جو بوجھ کل من بھر معلوم ہوتا تھا۔
آج ہمیں سیر بھی نہیں۔ اسی طرح وہ انسان کے حالات بدلنے کے بغیر محض ایک فراخ تر وسعت
نظر اور ایک مختلف حسِ موازنہ عطا کرنے سے دنیا کی تمام شکل وصورت کو
متغیر کر دیتا ہے۔ مسیحی مذہب جیسا کہ مسیح نے تعلیم دی۔ زندگی کا ایسا سچا فلسفہ ہے کہ
ویسا اور کہیں پایا نہیں جاتا۔ مگر مسیحیت کا ذکر کرتے وقت اس بات کو یاد رکھنا چاہئے کہ

ہماری مراد اُس مسیحی مذہب سے ہے جس کی مسیح نے تعلیم دی۔ اور تعلیم نہ تو اصل کی ناقص نقلیں۔ یا مبالغے۔ یا غلط فہمیاں یا اُس کی گہری تعلیم کی سطحی اور نامکمل شرحیں ہیں۔ جن کا حاصل ہونا اُمید سے باہر اور جن کے نتائج نا بکار ہیں۔ لیکن میں دعوے سے کہتا ہوں کہ خواہ کیسا ہی آدمی کیوں نہ ہو۔ یا آنسوؤں کی کتنی ہی گہری وادیوں کے درمیاں سے کیوں نہ گذرا ہو۔ یا گذرنے والا ہو۔ اُس کے لئے اِس راستے میں بھی زندگی موجود ہے +

کلیسیا کی پیدائش کا زمانہ

دریائے اورنٹیز کے کنارے سمندر کے قریب انطاکیہ کا عظیم شہر آباد تھا۔ جس کو مسیحی سن سے تین سو برس پیشتر سلیوکس نکیٹر نے آباد کیا تھا۔ اُس کو انٹیوکس ایپی فینز نے جو کہ یہودیوں کا خاص دشمن تھا بڑی رونق اور خوبصورتی بخشی تھی۔ اِس زمانہ میں یہ شہر رومیوں کے قبضے میں تھا۔ اِس میں قریب تین لاکھ آدمی بستے تھے اور مشرقی شہروں میں یہ شہر بڑا نامور تھا۔ مشرقی تجارت کی بڑی منڈی یہیں تھی۔ اور اِس شہر سے ہر روز سوداگروں کے قافلے ریگستانی رستوں سے مشرقی ملکوں کی طرف روانہ ہوتے تھے یا سمندر کی راہ سے جہازوں میں مشرقی پیداوار مغرب کو لیجاتے تھے۔ فرات کے پار رومی قلعے تھے جن میں اِن کی جرار سپاہ موجود تھی۔ اِنکے لئے خوراک اور دیگر سامان یہیں سے روانہ ہوتا تھا۔ روم اور اسکندریہ کی سوداگری سمندر کی راہ سے ساحل کے بندرگاہ کو آتی تھی۔ اور وہاں سے دریا کے رستے کشتیوں میں انطاکیہ کو پہنچائی جاتی تھی +

وہ مسیحی جو ہیرودیس اگرپا کے ظلم کے باعث یروشلم سے بھاگ گئے تھے، جن میں شائد مقدس پطرس بھی تھا۔ تجارت اور تمدن کے اس دار السلطنت میں

جمع ہوئے۔ یہ شہر ایسا تھا۔ اور اس میں ایسے وسائل اور سامان موجود تھے۔ کہ ان کے ذریعہ سے انجیلی روشنی باسانی دنیا کے کناروں تک پہنچائی جا سکتی تھی۔ اسی شہر میں پہلی دفعہ دنیا کی توجہ مسیحی گروہ کی طرف راغب ہوئی۔ اور ان کو کرسچیان کا نام دیا گیا۔ یہاں پر جبکہ مسیحی جماعت ایک خاص جوش سے ربانی کی عبادت میں مشغول تھی۔ ایک عجیب اور قابل ذکر بات وقوع میں آئی۔ روح القدس نے کسی خاص مکاشفے سے حکم دیا کہ پولوس اور برنباس رسولی عہدے پر مقرر کئے جائیں۔ ان پر کمال سنجیدگی سے ہاتھ رکھے گئے۔ اور وہ غیر قوموں کی طرف روانہ ہوئے +

انطاکیہ سے روانہ ہو کر وہ دونوں سلوکیہ کے بندرگاہ میں آئے۔ اور وہاں سے جہاز لیا۔ سائپرس کے جزیرے میں پہنچے۔ یہاں کا رومی گورنر نام سرجیس پولس ایمان لایا۔ پولس نے جو کہ اب تک ساؤلوس کے نام سے مشہور تھا۔ یہاں آکر اپنا نام بدل ڈالا اور اب سے پولس کے نام سے مشہور ہوا۔ پافس سے روانہ ہو کر رسول ایشیاء کوچک میں آئے اور پمفیلیا اور پسدیہ میں دورہ کیا۔ پسدیہ کے شہر انطاکیہ میں انہوں نے منادی کی اور پہلے یہودیوں سے مخاطب ہوئے۔ لیکن جب انہوں نے توجہ نہ کی تو رسول غیر قوموں کی طرف پھرے۔ غیر قوموں نے بخوشی انجیل کو سنا +

اکونیم میں بھی اسی طرح رسولوں کے دل خوش ہوئے۔ پھر لسترا پہنچے۔ یہاں لوگ اکثر غیر اقوام سے تھے۔ ان کے دل یہودیوں کی صحبت اور تعلیم سے بالکل انجیل کے لئے طیار نہ کئے گئے تھے۔ رسولوں نے اپنی منادی ایک معجزے سے شروع کی اور ایک شخص کو جو ماں کے رحم سے لنگڑا تھا چنگا کیا۔ یہودی یہ دیکھ کر نہایت ناراض ہوئے۔ کیونکہ ان کی نظر میں غیر قوموں کے سامنے منادی کرنا تمام قومی خیالات اور پالیسیوں کی خلاف ورزی تھا۔ انہوں نے ہر طرح رسولوں کا پیچھا کیا اور عوام الناس کو ترغیب دیکر ان پر پتھراؤ کروا دیا +

یہاں سے روانہ ہوکر رسول دربی تک گئے۔ اور وہاں سے واپس ہوکر دوبارہ اُن شہروں میں پھرے جہاں انجیل کا جھنڈا گاڑ چکے تھے۔ اور شاگردوں کو تقویت دی۔ اور اُن کے درمیان بزرگ مقرر کئے۔ جن کو نئی نئی کلیسیاؤں کی چوپانی عنایت کی پھر روانہ ہوکر واپس انطاکیہ پہنچے۔ اور تمام کلیسیا کو جمع کرکے اُن کو سنایا کہ ہمارے سبب سے خدا نے کیسا بڑا کام غیر اقوام میں کیا ہے۔ غیر قوموں کا رجوع لانا ایک بڑی بحث کا باعث ہوا۔ اور یہ عظیم سوال درپیش ہوا۔ کیا ضرور ہے کہ غیر قوموں کا ختنہ کیا جائے اور اُن کو حکم کیا جائے کہ پرانے عہد کے تمام دستورات کو بجا لائیں۔ یا فقط یہ سمجھا جائے کہ انجیلی آزادی اور انجیلی محبت کے قوانین کے سوا اور کوئی شریعت اِن پر حکم نہیں رکھتی۔ کیا مسیحی مذہب ایک آزاد مذہب ہے یا موسوی مذہب کی محض ایک شاخ ہے +

انطاکیہ کے مسیحیوں نے غیر قوم مسیحیوں کو بغیر ختنے کے اپنے میں ملا لیا تھا لیکن بعض جھگڑالو یروشلم سے آکر کہنے لگے کہ اگر تم ختنہ کرواکر موسوی شریعت کے مطیع نہ ہو جاؤ تو تم ہرگز نجات کے مستحق نہ ہوگے +

اِس مشکل سوال کو حل کروانے کے لئے پولس اور برنباس یروشلم کو بھیجے گئے۔ تاکہ رسولوں اور بزرگوں سے فتوے حاصل کریں +

اگر ہم خدا کو اجازت دیں تو وہ اپنا کام ہم میں اور ہمارے ذریعہ سے جلال کے لئے کریگا۔ خدا کا کبھی یہ مطلب نہیں کہ بغیر روح القدس کی مدد کے کوئی سبق سکھایا جاوے یا وعظ سنایا جاوے اگر کوئی پوچھے کہ یہ کس طرح ہوسکتا ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ ہر ایک رکاوٹ کو دور کرو۔ اِس سے عمدہ اور کون سوال ہوسکتا ہے کہ اے روح پاک کیا کوئی ایسی چیز ہے جو تجھ کو مجھے استعمال کرنے سے روکتی ہے تب اپنے آپ کو خود تن کر دو اور کہو اے خداوند میں کمزوری اور خوف اور بیکسی کی حالت میں حاضر ہوں اور بالکل لاچار ہوں میری عقل تباہ ہوگئی میری تدبیروں۔ کوششوں طاقتوں اور خود پر ... لفظ موت لکھا ہوا ہو تب خداوند کی طرف متوجہ ہو اور اسکے حکم کی انتظار کرو ایمان سے روح پاک کی بخشش کو از سر نو حاصل کرو اور خدا پر بھروسہ رکھو کہ وہ تمہارے ذریعہ روح القدس کی قدرت میں اور اپنے ہی جلال کے لئے تمہارے فہم سے بالا کام کرے۔ اور وہ ضرور کریگا +

مسیحی زندگی

دعا کی قیمت

دعا مانگنا بہت آسان بات معلوم ہوتی ہے کیونکہ وہ فقط اپنے باپ سے کہ ان میں چند سیدھی سادی باتیں کہنا ہے۔ ہم دعا مانگنا ایک مشکل بات نہیں سمجھتے۔ لیکن تو بھی بعض اوقات یہ بہت کٹھن بات معلوم ہوتی ہے۔ اکثر جن چیزوں کے لئے ہم دعا مانگتے ہیں۔ وہ ہمیں صرف جانکنی اور آنسو بہانے سے ملتی ہیں +

دعا کا بنیادی اصول خدا کی مرضی پر اپنی زندگی کو چھوڑ دینا ہے۔ جب تک ہمارے دل میں ایسی کامل اطاعت پیدا نہ ہو۔ ہم اس قسم کی دعا جو قبول ہو سکے۔ بالکل نہیں مانگ سکتے۔ اور نہ خدا کے حضور آسکتے ہیں۔ اس لئے دعا کی بنیاد یہ بات ہونی چاہئے کہ میری مرضی نہیں۔ بلکہ تیری مرضی ہو۔" ایسی کامل اطاعت بہت مشکل سے پیدا ہوتی ہے کیونکہ اس میں اپنی سب مرضی اور روش کو چھوڑ دینا پڑتا ہے۔ جب اطاعت سچے دل سے اور واقعی ہو تو جب جب ہم دعا کے لئے گھٹنے ٹیکتے ہیں۔ تب تب گویا نئے سرے سے اپنے تئیں قربانگاہ پر چڑھاتے ہیں۔ اگر ہم کسی گناہ کو پسند کر کے اپنے دل میں جگہ دیں تو سچے طور پر دعا نہیں مانگ سکتے۔ اگر ہم کسی منصوبہ۔ خواہش یا آرزو کے پورا کرنے میں خود سر ہو کر سرکشی اختیار کریں۔ اور خدا کی مرضی کے تابع نہ ہوں۔ تو وہ ہماری ایسی دعاؤں سے منہ پھیر لیتا ہے۔ دعا مانگنے کا ہمیشہ یہ مطلب ہے کہ ہم اپنی مرضی کو خدا کی مرضی پر قربان کر دیں +

کیا دعا مانگنا مشکل نہیں ہے؟ اور کیا اس کے باعث کچھ تکلیف نہیں اٹھانی پڑتی؟

جب ہم دعا مانگتے ہیں کہ تیری مرضی ہو۔ تو کیا اُس کو پورا کرنے کے لئے ہمیں نفس سے لڑنا۔ عزیز از جان خواہشوں کو چھوڑ دینا یا دل پسند چیزوں کو ہاتھ سے نکل جانے دینا اور نہ مانی گئی التجاؤں کو دبانا نہیں پڑتا +

شاید کوئی چیز تم نے خدا سے مانگی مگر یقین نہ تھا کہ وہ تمہیں دینے پر راضی ہے یا نہیں۔ مگر گرمی سے دعا مانگتے وقت تم نے یہ عرض کی کہ تیری مرضی ہو۔ نہ میری۔ کیونکہ وہ چیز تمہیں نہ ملی۔ اور جب تم دعا مانگتے اور راہ دیکھتے تھے۔ رفتہ رفتہ تمہاری آس کم ہوتی گئی۔ اور آخر کو معلوم ہوا کہ خدا کی مرضی نہیں تھی کہ وہ چیز تمہیں ملے۔ مگر ساتھ ہی اس کے رنج یا کشمکش بھی نہ رہی۔ بلکہ اطمینان اور خوشی نے اس کی جگہ پکڑ لی۔ کیا اس اطاعت میں تمہارا کچھ نہیں خرچ ہوا؟ +

یا شاید کوئی غم تھا جس کے واسطے تم نے منت کی۔ کوئی عزیز بیمار تھا۔ اور تم سارے دل سے عرض کرتے تھے۔ کہ وہ چنگا ہو جائے۔ دعا مانگتے وقت مجبوری [illegible] اس بات پر آمادہ کیا کہ اپنا بوجھ خدا پر ڈال دو۔ دن رات فکر و اندیشہ میں گ[illegible] بیماری بڑھتی گئی۔ اور جب معلوم ہوا کہ تمہارا عزیز تم سے لے لیا جائیگا [illegible] دل میں خدا کی ایک نئی اور عجیب محبت پیدا ہو گئی اور تمہاری طبیعت [illegible] جگہ پکڑ لی۔ اور جب جدائی کی گھڑی آ پہنچی۔ تو کچھ بھی سرکشی او[illegible] بلکہ صرف ایک شیریں اعتماد۔ یہ سب عجیب تبدیلیاں تم میں دعا کے سبب [illegible] اُس سے خدا کی مرضی نہیں بدلی۔ لیکن تمہاری مرضی خدا کے تابع ہو [illegible] کچھ خرچ نہ ہوا؟

سب دعا مانگنے والوں کا یہی [illegible] ہے۔ ہم اُن [illegible] ہیں۔ جو ہم سوچتے ہیں کہ ہمیں زیادہ خوشی بخشینگی [illegible] کے واسطے۔ برکت کے بجائے [illegible] ہوتی ہیں

اور جانتے ہیں کہ خدا کی بھی یہی مرضی ہے۔ پر شائد اپنے چال چلن کو اپنی مرضی کے مطابق بنانے میں بہت دنوں تک تکلیف اُٹھانی پڑیگی۔ ہم زیادہ حلیم بننے کے لئے دُعا مانگتے ہیں۔ لیکن شائد اس کے قبول ہونے کے پیشتر ہمیں بہت سی ذلت اور دھتکار سہنی پڑیگی۔ ہم صبر کے واسطے دعا مانگتے ہیں۔ لیکن لفظ "صبر" ہی سے ہم کو معلوم ہوتا ہے کہ بہت تکلیفیں برداشت کرنی ہونگی۔ اور صبر ایسی چیز ہے جو صرف آزمائشوں کے ذریعے سے ملتا ہے۔ پھر ہم دعا مانگتے ہیں کہ مسیح زیادہ تر ہمارے دل میں جگہ پائے اور خدا بہت چاہتا ہے۔ کہ ہماری اس آرزو کو پورا کرے۔ لیکن شائد ہمارا دل ایسا بھرا ہے کہ جب تک اُس میں سے بہت سی اَور چیزیں نہ نکال دیں۔ مسیح کو اُس میں جگہ نہیں دے سکتے۔ یہی باتیں ہیں۔ جن کو ہم دعا کا مول کہتے ہیں۔ پرانی انسانیت کبھی نئی انسانیت کو جگہ نہیں دیگی۔ جب تک کہ شکست کھا کر مغلوب نہ ہو جائے۔

بہتر بننے میں ترقی کرنا آسان بات نہیں ہے۔ جب تم خوش مزاجی کے لئے دعا مانگتے ہو تو کیا وہ چپ چاپ اور آسانی سے تمہارے دل میں اتر آئیگی۔ جیسے کبوتر مسیح پر بپتسمہ کے وقت آسمان سے اترا تھا؟ خوش مزاجی کے پیدا ہونے کا یہ ڈھنگ نہیں ہے بلکہ وہ ایک سخت قسم کی تادیب ہے۔ جس سے سرکش اور بے قرار رُوح رفتہ رفتہ سدھرتی اور قابو میں آتی جاتی ہے۔ مگر یہ بات صرف بھاری اور سخت کش مکش اور بہت سی آفتادوں کے بعد حاصل ہوتی ہے۔ جب ایک بدمزاج شخص بہت سرگرمی سے دعا مانگتا ہے کہ وہ اپنے مزاج کو قابو میں رکھ سکے اور خوش مزاجی میں ترقی کرتا جائے تو وہ پورے طور سے نہیں سمجھتا کہ اس دعا کی قبولیت میں اُس کا کتنا خرچ ہوگا۔ ہر ایک سچی خواہش کا جو مسیح کی مانند بننے کے لئے ہو یہی حال ہے۔ جب ہم خدا کے حضور میں یہ درخواست کرتے ہیں۔ کہ وہ ہمارے دل میں پاکیزگی محبت اور حلیمی کو ترقی دے۔ تو ہم یہ سمجھنے لگتے ہیں۔ کہ خدا کسی عجیب طریق سے ہماری اس دعا کو قبول کریگا اور بغیر کسی

کشمکش یا جد و جہد کے ہم میں وہ تبدیلی پیدا ہو جائیگی ۔ مگر دعاؤں کے جواب اِس طور سے نہیں ملتے ۔

جان نیوٹن اپنے ایک گیت میں ایسی دعا کا بیان کرتا ہے اُس نے خدا سے ایمان محبت اور فضل کے لئے درخواست کی اور یہ امید رکھتا تھا کہ کسی نیک ساعت میں اُس کی درخواست قبول ہو جائیگی ۔ اور اُس کے گناہ خدا کی قدرت سے مغلوب ہو جائینگے ۔ مگر بجائے اِس کے اُس کے دل کی برائی اُس پر ظاہر کی گئی ۔ اور اُس کی روح کو تاریکی کے غضبناک قدرت والوں نے گھیر لیا ۔

جو سچے دل سے اِس گیت کے الفاظ میں دعا مانگتے ہیں کہ تجھ پاس خداوند وہ نہیں جانتے کہ کس چیز کے لئے درخواست کرتے ہیں ۔ شاید ہم کو زیادہ بلند اور خدا کے قریب ہونے کے لئے صلیب اُٹھانی ضرور ہو ۔ لیکن اگر سچ پوچھو ۔ تو اپنے نفس کے مغلوب کرنے اور ایک پاک اور خوشنما زندگی کے حاصل کرنے کے لئے جو کچھ دینا پڑے تھوڑا ہے ۔

ایک اور طرح کا خرچ ہے ۔ جو ہمیں دوسروں کے واسطے دعا کرنے میں برداشت کرنا پڑتا ہے ۔ بعض اوقات دوستوں کے واسطے دعا مانگنا بہت آسان ہے ۔ کیونکہ ایسا معلوم ہوتا ہے ۔ کہ اِس میں ہمارا کچھ خرچ نہیں ہوتا ۔ مگر جب کچھ عرصے تک ہم دوسروں کے لئے گرمی اور اصرار سے دعا مانگتے ہیں تو ہم دیکھ لیتے ہیں کہ اپنی دعا کی قبولیت کے واسطے ہم کو بھی کچھ کرنا ضرور ہے ۔ جب والدین اپنے بچے کے لئے درخواست کرتے ہیں تو وہ اپنے سارے دل سے کرتے ہیں ۔ ہم غیر قوموں کے لئے دعا مانگتے ہیں ۔ لیکن اگر ہماری دعا سچے دل سے ہو تو اُن کے بچانے کے لئے کوشش بھی کرینگے ۔ ہم بیمار ۔ غریب اور لاچاروں کے لئے دعا مانگتے ہیں ۔ لیکن اگر ہماری خواہش سچی ہے تو دعا ہی پر اکتفا نہ کرینگے ۔ ایک مناد خدا سے منت کرتا تھا ۔ کہ وہ اپنے فرشتے کو بھیجے ۔ تا کہ وہ اِن دو

لاوارث لڑکوں کی بہنیں اُس نے اُن کی مردہ ماں کے پاس بھوکے اور ننگے پڑے پایا خبر لے۔ اُس وقت اُس کے دل میں ایک آواز آئی کہ تو ہی میرا فرشتہ ہے اور اِس خاص کام کے لئے میں نے تجھے بھیجا ہے۔ لڑکوں کے لئے دعا مانگنے میں اُس کو بہت خرچ اُٹھانا پڑا۔ اگر تم چاہتے ہو کہ تمہارا دعا میں کچھ خرچ نہ ہو۔ تو خدا کے اِن چھوٹوں کیلئے جو تکلیف اور تنگی میں ہیں۔ دعا ہی نہ مانگو۔ نہیں تو خدا تم سے ضرور اِس مصیبت زدہ کی خبر لینے کو کہیگا ؞

ہم اپنے دشمنوں کے لئے جو ہمیں ستاتے ہیں۔ دعا مانگتے ہیں مگر یہ آسان بات نہیں ہے اگر ہم گھر جاکے شام کے وقت اپنی کوٹھری میں گھٹنے ٹیک کے اُن لوگوں کو جنہوں نے دن بھر ہمارے ساتھ محبت سے سلوک کیا۔ یاد کر کے اُن کے حق میں دُعا کریں۔ تو ہمیں ہمارا کچھ خرچ نہیں ہوتا۔ ایسا تو ہر ایک شخص کر سکتا ہے۔ ہم کو چاہئے کہ جنہوں نے ہم سے بدسلوکی کی۔ اور ہمارے حق میں بُرا بھلا کہا۔ یا کسی طرح ہمارا نقصان کیا ہو۔ اُن کو بھی یاد کر کے اُنکے واسطے دعا مانگیں۔ مگر اُن کے واسطے دعا مانگنا گویا دل سے اُن کو معاف کرنا ہے۔ اگر ہم سچے دل سے اُن کے واسطے دُعا مانگیں۔ جنہوں نے ہمارا نقصان کیا ہے تو ہم اپنے دل میں بُغض غصہ اور ڈاہ کو جگہ نہیں دینگے۔ سفارشی دُعا کی قربانگاہ کے پاس غصہ غضب اور کڑواہٹ سب دور ہو جاتے ہیں۔ دوسروں کیلئے دُعا مانگتے وقت سوائے محبت کے اَور سب کچھ جو ہمارے دل میں بھرا ہو نکال دینا ہوتا ہے اِس لئے اِس میں بہت خرچ پڑتا ہے۔ لیکن برکت [illegible] اُس سے ملتی ہے۔ بہت ہی قیمتی ہے ؞

سب جو اوپر بیان ہوا دعا کی قیمت کی تمثیلیں ہیں۔ سب روحانی خواہشیں ہم کو صادق اور شریف بناتی ہیں۔ دعا ہمیشہ ہمیں خدا کی طرف کھینچتی ہے اور ہم صرف بڑی کشمکش اور خود غرضی اور بُرائی نفس کے [illegible] سے خدا کی طرف کھینچے جاتے ہیں

داؤد نے کہا کہ وہ اُن چیزوں کو نہ دے گا جن پر اُس کا کچھ خرچ نہوا ہو۔ خدا کو قربانی نہ چڑھائیگا۔ دعا مانگنے میں بھی ایسا ہی کرنا چاہئیے۔ جس درخواست میں کچھ خرچ نہیں ہوتا ہے۔ وہ مقبول نہو گی۔ اور جن دعاؤں میں بہت خرچ ہوتا ہے۔ اُن کے ساتھ برکت بھی بہت سی ملتی ہے +

ازتر

ایمان

موت اور عصیاں کی اِس دُنیا بچاری میں ہوا — تیرا آنا اے مسیح لیکن نمائش سے نہ تھا
ناصرت میں بھی مکاں تیرا نہیں دیکھا گیا — ٹھیک ہے ہم کو یقیں دل سے کہ تو ہے ابنِ خدا

اُس زمیں پر تیرا دائم نقشِ پا پڑتا رہا

حال اُس نادان و وحشی قوم کا کیا ہو بیاں — کر دیا مصلوب۔ تم کو درمیانِ ظالماں
کہ عداوت اِن کو خدا سے پورا ہوا تھا بے زباں — ہم نے نہ دیکھا۔ لیکن ہے یقیں بالکل بیاں

جس نے لرزایا زمین و آسمان سورج کو تھا

کاٹھ سے میرے مسیحا جب تجھے لائے اوتار — اور بدن تیرا مبارک تھا جہاں میانِ مزار
بالاخانہ اور رستے میں تجھے لائے غمگسار — ہم نے نہ دیکھا و لیکن ہے یقیں اے نامدار

زندہ کو مُردوں میں مت ڈھونڈو فرشتوں نے کہا

اے مسیح سوئے فلک جب کہ کیا تو نے صعود — بادلوں میں دیکھ کر سب نے کیا تم کو سجود
ورنہ آئی کہ یوں مثل صعود ہوگا ورود — ہم نے نہ دیکھا و لیکن ہے یہ ایماں بالعقود

فانی آنکھیں دیکھتی تھیں جب تو ابروں میں چھپا

بادشاہت ہے تیری ہاں دائم بر آسماں — منتظر اپنوں کو تو تیار کرتی ہے جاوداں
کیا جلاوت ہے شعاع کوئی چمکتی واں سے یاں — ہم نے نہ دیکھی۔ و لیکن ہے یہ ایماں دل سے ہاں

تو ہی برگشتوں کو گر دیگا بحال ابن خدا

مسیحی شہادتیں

مسیح کا جی اُٹھنا

۳

اناجیل مروجہ کے مخالف بھی اس امر کو تسلیم کرچکے ہیں۔ کہ پہلی تین انجیلیں قرنتیوں کے پہلے خط سے تھوڑا ہی عرصہ بعد لکھی گئیں۔ پس وہ ۶۰ء اور ۸۰ء عیسوی کے درمیان لکھی گئیں*۔

---

*نوٹ۔ شاید کوئی اعتراض کرے کہ فرض کرو ہم ۶۰ء کو پہلی تین اناجیل کے لکھے جانے کی تاریخ منظور کریں۔ گویا یہ امر تحقیق ہوا کہ اناجیل صعود مسیح سے ۳۰ برس بعد لکھی جانی شروع ہوئیں۔ کیا ایسے شبے کے باعث [illegible] کے قائم کرنے کے لئے کہ ایک شخص مرکر جی اٹھا ہم ایک گواہ کی گواہی قبول کرسکتے ہیں۔ جو امر واقع شدہ کے تیس برس بعد لکھتا ہے یہ ایک بھاری اعتراض ہے جس کا کافی جواب کلیسیا کے پاس موجود ہے۔ ہم یہاں فقط اشارہ کے طور پر اس کا ذکر کرتے ہیں۔ یاد رکھنا چاہئے۔ کہ مسیحی کلیسیا اناجیل کے ذریعہ سے نہیں پیدا ہوئی۔ بلکہ اناجیل [illegible] سے پیدا ہوئیں۔ وہ مجمع یعنی کلیسیا جو مسیح کی قیامت کے شاہدوں کا مجمع تھا اُن تیس برسوں میں موجود [illegible] اناجیل کے گویا لکھے جانے کی طیاری ہو رہی تھی۔ گواہ موجود تھے۔ موجودہ اناجیل انہیں گواہوں کی [illegible] گواہی یا اظہار کا درجہ رکھتی ہیں۔ موجودہ اناجیل جو امر واقع شدہ سے تیس برس بعد تحریر ہوئیں اس بات [illegible] دیتی ہیں۔ کہ ایسے گواہ موجود تھے جو اپنی زبان سے چشم دید باتوں پر گواہی دیتے اور [illegible] کرتے تھے۔ پس اسباب کے ظاہر ہونے سے کہ ہماری اناجیل مسیح کے صعود [illegible] ہوئیں۔ اُن کی صداقت یا کلیسیائی ایمان کو مطلق بٹا نہیں لگتا۔

متی کی انجیل مسیح کے دو دفعہ ظاہر ہونے کا ذکر کرتی ہے۔

(۱) خداوند کا دو پیاری جوان عورتوں کو عنایت ہوا جو قیامت کے روز کی صبح کو قبر پر گئی تھیں۔ (۲) وہ جو گلیل کے ایک پہاڑ پر واقع ہوا جہاں خداوند نے مقرر کیا تھا اور جہاں اُس نے گیارہ رسولوں کو حکم دیا کہ جا کر ساری دنیا کو روشن کرو اور تمام قوموں کو بپتسمہ دو شاید یہ وہی ظہور ہے جو پانسو شاگردوں کے روبرو واقع ہوا اور جس کا مقدس پولوس نے بھی ذکر کیا ہے مقدس متی صرف گیارہ رسولوں کا ذکر کرتا ہے۔ شاید ... کرنے کا حکم فقط انہیں کو دیا گیا تھا +

مقدس لوقا کی انجیل میں مسیح خداوند کے ... دفعہ ظاہر ہونے کا بیان ہے (۱) مقدس پطرس ... کا ذکر مقدس پولوس بھی کرتا ہے (۲) ان دو شاگردوں پر جو ... اماوس کے گاؤں کو جا رہے تھے قیامت کی شام کو (۳) گیارہ شاگردوں کو قیامت کے روز کی شام ... اس کی طرف بھی مقدس پولوس اشارہ کرتا ہے۔ (۴) روز صعود ... اس کی طرف ... پولوس نے اشارہ کیا ہے +

مقدس مرقس خداوند کے تین دفعہ ظاہر ہونے کا ذکر کرتا ہے (۱) مریم مگدلینی کو (۲) دو شاگردوں کو ... اماوس کو جا رہے تھے (۳) گیارہ شاگردوں کو +

مقدس یوحنا کے بیانات زیادہ پورے اور باریک ہیں اس کے بیان میں چار دفعہ ظاہر ہونے کا ... (۱) مریم مگدلینی پر۔ اس کا نہایت دلچسپ اور باریک بیان یوحنا نے لکھا ہے (۲) رسولوں پر ... بالا خانہ میں (۳) آٹھ روز کے بعد تھوما کی موجودگی میں (۴) سات شاگردوں پر ... کی جھیل کے کنارے۔ یہ آخری دو ظہور فقط یوحنا نے لکھے ہیں +

... بالا بیانات میں ایک بات غور کے لائق ہے۔ فروعات میں ایک انجیل کا بیان ... بیان سے کسیقدر مختلف ہے لیکن تاہم بیان ایک ہی ہے سب کہتے ... دو شخص ... بات کا بیان دو آور شخصوں سے کرتے ہیں یا جب

ایک ہی بات کے دو گواہ مختلف جگہوں پر اس کا بیان لکھتے ہیں تو وقوعات میں اکثر فرق آجایا کرتا ہے۔ ہاں اگر وہ پہلے سے گٹھ لئے ہوں یا اُنہوں نے پہلے سے آپس کے بیانات کا مقابلہ کر لیا ہو۔ تو شائد وقوعات کا فرق دور ہو جائے ✦

کیسی تعجب کی بات ہے کہ ہم اکثر دعا کی مخالفت کیا کرتے ہیں ہماری کوشش ہمیشہ ہر امر کو آسان اور مرغوب بنانے کی ہوتی ہے۔ خدا ہر وقت ایسی ضرورتیں پیدا کرتا ہے کہ ہم اُس کے محتاج رہا کرتا ہے لیکن جب ہم ہر لمحہ مسیح سے اپنی زندگی حاصل کرنے لگتے ہیں تو مخالفت اور مایوسی کا کم ہو جانا کوئی چھوٹی بات نہیں ہوتی ✦

زبور ۶۲ آیت ۸ میں مذکور ہے ”اے لوگو ہر وقت اس پر توکل کرو اور اپنے دل اُس کے حضور انڈیل دو۔ خدا ہماری پناہ ہے“ خدا ہر وقت ہماری پناہ ہے کیونکہ ہم ہر وقت اپنے دل اُس کے حضور انڈیل سکتے ہیں دل کے حیران کرنے والے اور ہولناک خیالات تو انڈیلے جا سکتے ہیں جو اس کے حضور کسی طرح بیان کئے جا سکتے ہیں۔ جیسے محبت اور عبادت کے جذبات اس امر میں ایوب نے سب زمانوں کے مقدسوں کے لئے نہایت ہمت بڑھانے والا نمونہ دکھایا ہے۔ لوگ حیران ہوتے ہیں کہ کس دلیری کے ساتھ وہ اپنی مصیبت زدہ روح کے درد کا حال خدا کے پاس بیان کرتا ہے۔ خدا کی یہ مہربانی بیان سے باہر ہے کہ اُس نے ہمیں اجازت دی ہے کہ اپنے غم اور حیرانگی کی حالت اپنا سارا حال سچ سچ اُس کے حضور کہہ سنائیں۔ ہم اپنا حال کسی اور کو سنانے کی جرأت کس طرح کریں۔ اگر میں کہتا کہ یوں بیان کرونگا تو دیکھ کہ میں تیری اولاد کے گروہ سے بیوفائی کرتا (زبور ۷۳ آیت ۱۵) لیکن ہم میں سے کون ہے جو کہہ سکتا ہے کہ میں نے ایوب کی طرح اپنا سارا حال خدا کو کہہ سنایا۔ اور وہ مجھ سے بے پرواہ ہو گیا ہے۔ اگر لوگ ایوب کے نمونہ پر چلیں۔ اور بجائے اپنے نازک خیالوں پر غور کرنے میں ڈوبے رہنے کے اپنے دلوں کو خدا کے حضور انڈیل دیں تو اُن کے غم کس قدر گھٹ جائیں ✦

کیرن لوگون کا رسول

چھٹا باب

تتمّہ

مسیحیت برکتوں کا ایک پُر جلال طریق ہے۔ کوئی ایسا جذبہ نہیں۔ جسے یہ تہذیب نہ کر سکے کوئی ایسا بُرا شوق نہیں جسے یہ تباہ نہ کرے اور کوئی ایسی بُری عادت نہیں۔ جسے یہ نہ مٹا ڈالے۔ ملزم کانشنس (نور ہدایت) کے بے نتیجہ خوفوں کے لئے اس پاس سلامتی و طمینان ہے اور ہر ایک ڈنگ کے لئے مجرّب تریاق لیتے بانی کے قیمتی وعدوں کو یہ کیسے پورا کرتا ہے اور کوئی تعجب نہیں کہ بے خوف رسول پلیٹو اور زینو کے شاگردوں کے تمسخر اور حقارت کے درمیان دلیرانہ کھڑا ہو کر مسیح مصلوب پر اپنا جلال ظاہر کرے۔ پلیٹو کے مکالمات تو زندہ ہیں لیکن لوگوں کے چلن اور عادات پر اُن کی تاثیر کے بارے میں اُن کا جلال جاتا رہا ہے۔ ستوا کے شاگرد گذر گئے اور سوائے اُن بر آمدوں کے کھنڈرات کے جن میں وہ تعلیم دیا کرتے تھے۔ اپنی ہستی کا کوئی نشان نہیں چھوڑ گئے۔ لیکن صلیب کی تعلیم ابھی تک بیدرد مرد کو انسان بنانے اور ایک بچّے بدمعاش کو جس کے سامنے سے نیکی خود بخود بھاگ اٹھتی ہو۔ ایک نیک مرد روح القدس اور ایمان سے بھرا ہوا بنانے کو زندہ ہے۔

جس جگہ آدھے عالم آب کے گرد سفر کرنے کے بعد بیگو کے نیلے پہاڑ تھکے ماندے ملاح کی آنکھوں کو فرحت بخشتے ہیں۔ کو تھابیو سوتا ہے کوئی مقبرہ اُس کی قبر اور کوئی گنبد اُس کی جائے آرام کا اظہار نہیں کرتا بلکہ ابدی پہاڑ اُس کی یادگار ہیں اور مسیحی گاؤں جو اُس کے اطراف میں پائے جاتے۔ اُس کی لوح قبر۔

کوتابیو کے کیریئر کی بابت مکین کا پادری جے۔ ایچ ونگٹن لکھتا ہے:۔
جو کوئی ... پ کا عہدہ لینا چاہتا۔ وہ اچھا کام کرتا ہے۔ کوتابیو سے بڑھکر کوئی شخص اپنے کام پر دل دادہ نہیں۔ مسیح مصلوب کی منادی کرنا۔ اس کے نزدیک سب کاموں سے مقدم تھا۔ وہ مسیح کی انجیل سے شرمندہ نہیں ہوتا تھا۔ بلکہ فخر کرتا تھا۔ کہ میں گنہگار لوگوں کے لئے اُس کا ایک حقیر مبشر ہوں۔ یہ کہا گیا ہے۔ کہ اگر کسی شخص نے بت پرستی سے نفرت کی تو کوتابیو نے کی لیکن میں یہ بھی کہونگا۔ کہ اگر کسی شخص نے انجیل سے محبت رکھی تو وہ کوتابیو تھا۔ . . . خدا کا کلام اس کی ہڈیوں میں ایک بند آگ کی طرح تھا۔ جب کبھی یہ سوال اُٹھتا کہ میں کسے بھیجوں یا کون ہمارے لئے جائیگا تو وہ ہمیشہ یہ کہنے کو تیار تھا کہ میں حاضر ہوں . . . . رسولوں کے دنوں سے زمانہ حال تک اُن لوگوں میں سے جنہوں نے اپنی ساری زندگی اس کام کے لئے دیدی۔ ہزار میں سے شائد ایک شخص بھی ایسا نہ ہوگا۔ جو اتنے لوگوں کے مسیحی ہونے کا وسیلہ ٹھیرا ہو۔ جیسے یہ سادہ دل کیرن . . . .

اگر یہ سوال پوچھا جائے کہ یہ کیا باعث ہے کہ ایسی ادنےٰ لیاقتوں کا آدمی انجیل کی منادی میں گویا ابن رعد ثابت ہو تو میرا یہ جواب ہے کہ وہ دعا کا آدمی تھا۔ ہمیشہ اُس کے یہ خیالات تھے۔ کہ اگر تو میرے ساتھ نہیں چلتا تو مجھے نہ بھیج۔ میں تو ناچیز ہوں اور کچھ کر نہیں سکتا "لیکن خداوند کے نام سے میں سب کچھ کر سکتا ہوں" ۔ وہ اپنے آپ پر ہرگز بھروسہ نہیں رکھتا تھا اور اسی لئے وہ اکثر پایۂ رحمت کے پاس جاتا اور وہیں ٹھیرا رہتا۔ جب وہ منادی سے فارغ ہوتا تو اپنا وقت پڑھنے اور دعا مانگنے میں صرف کرتا۔ اس لئے میں نے کئی بار دیکھا کہ اس نے اپنا سارا دن پڑھتے اور دعا مانگتے ہی کاٹا۔ شام کی عبادت کے بعد وہ اپنی عبادت شروع کرتا۔ اور نو دس اور گیارہ بجے تک لگا رہتا۔ پھر کوئی تعجب کی بات نہیں کہ ایسا شخص اپنے خدا سے اتنی عزت اور اتنی روحیں بطور انعام کے پائے اور روح کی قوت سے منادی کرے" جو میری عزت کرتے ہیں۔ میں اُن کی عزت کرونگا۔

اور جیسا کہ ہم جانتے ہیں "نہ تو قوت سے اور نہ زور سے بلکہ میری روح سے خداوند رب الافواج فرماتا ہے" نتیجہ وہی ہوا جس کی ہمیں امید رکھنی چاہئے۔ اگر کسی شخص میں فرشتوں کی سی فصاحت و بلاغت اور لیاقتیں ہوں لیکن اگر وہ دعا سے تقدیس یافتہ نہوں تو ایک خاص قوت کی جو منادکو چاہئے کمی رہیگی اور خدا کا کلام اس کے ہاتھوں میں آگ کا شعلہ ثابت نہ ہوگا۔ خدا اپنا کام اوروں کے سپرد کر دیگا۔ اور اگر وہ کمزور رہیں تو انہیں قوت دیگا تاکہ کوئی بشر اُس کی حضوری میں جلال نہ کرے"۔ - - - - - - - - -

یہ ہے کوتھا بیو کی کامیابی کا بھید تمام مضمون اس سے بالکل بے بہرہ اور نادان لیکن جس وقت اُس نے اپنا چاہتا مضمون چھیڑا۔ اُس نے اپنی طبیعت کے زور اور خیالات کی باریکی سے سب کو محو حیرت کیا +

کوتاہ بیو دعا میں

۱۔ جنگل میں تھا وقت نیم شب کا — سنسان میں ہلتا تھا نہ پتا

نہ پانیوں میں تھا شور برپا — جو چلتا تھا نالہ واں سو چکا

خاموشی میں چاندنی تھی ایسی — بیدار چرند تھے نہ وحشی

۲۔ خائف تھا مسافر ایسی جا پر — ٹھہرا وہیں پاؤں کو بچا کر

تلوار پہ ہاتھ تھا برابر — تھی کانپتی انگلیاں سراسر

تھا عالم خامشی کا دوراں — ہر سمت نظر تھی واں پریشاں

۳۔ اُس وقت ہوئی پیدا ایک آواز — اس سکتے میں کرتی تھی جو پرواز

خائف ہوئے اُس سے سارے دمساز — حیرت میں تھا ہر طرف وہ جانباز

تھی اپنے نہ پا کی سرسراہٹ — نہ شیر کے نرم پا کی آہٹ

۴۔ پُر درد دعا کی تھی یہ آواز — کرتا تھا جو کوتاہ بیو ممتاز

پیاری تھی خدا کو یہ بانداز ۔۔۔ پاتا تھا خدا سے ہر دم اعزاز
پوری ہوئی جب دعا بجوا ۔۔۔ پھر خاتمہ کوتاہ بیوگا تھا

۵۔ کیا اُس کا مزار ہے بگلشن ۔۔۔ یا گنگا کے متصل کوئی بن
پودا نہیں اُس پہ سایہ افگن ۔۔۔ اُس کا ہوا کوہ بیگو مدفن
جسم اُس کا اگرچہ در زمیں ہے ۔۔۔ روح اُس کی مسیح کے ہم قریں ہے

۶۔ پہنچا یہ مقام کامرانی ۔۔۔ راہی ہوا ملک جاودانی
جاتا رہا چھوڑ دارِ فانی ۔۔۔ اُس نے لیا تاجِ زندگانی
سچ کہتے ہیں اُس کے سارے طالب ۔۔۔ آئی ہے دعا خدا پہ غالب

۷۔ آرام میں سوتا ہے وہ جس جا ۔۔۔ کوئی نہیں واں محل ہے برپا
کتبہ و دعا ہے کیرن اُس کا ۔۔۔ اُس قبر سے نطق ہے وہ پیدا
جو زندہ زبانوں میں نہیں ہے ۔۔۔ نے کتبہ و لوح میں کہیں ہے

۸۔ یا الفتِ ربِّ دادگر ہے ۔۔۔ جو نامِ مسیح میں جلوہ گر ہے
اور اغیبت اتواب کدھر ہے ۔۔۔ آ دیکھ دعا میں کیا اثر ہے
تسکیں ہو دعا سے جسم و جاں کو ۔۔۔ مقدس کرے سرگ کے مکاں کو

سچ مانو۔ عدالت کے روز ہم سے یہ نہیں پوچھا جائیگا۔ کہ ہم نے کیا کچھ پڑھا ہے۔ بلکہ یہ کہ کیا کچھ کیا ہے۔ نہ یہ کہ ہماری باتیں کیسی شیریں تھیں۔ بلکہ یہ کہ ہمارا چال چلن کہاں تک خدا کے احکام کے مطابق تھا۔

اٹامس اے کمپس

خیالی مذہب

رویا میں کیا دیکھتا ہوں کہ ایک خوفناک سمندر ہے جس پر کالی گھٹائیں چھائی ہیں گاہے گاہے بجلی کوندتی اور رعد بھی کڑکتی ہے ہوا کے زور سے ایک ہیبتناک طوفان برپا ہے لہریں اُٹھتی ہیں کشتیاں ڈگمگاتی اور ٹکرا ٹکرا کر ٹوٹ جاتی ہیں۔ اور پھر کشتیوں کے تختے اور ٹکڑے لہروں کے ساتھ بہتے پھرتے ہیں۔ اس سمندر میں لاکھوں لاکھ آدمیزاد دیکھتا ہوں جو غوطے کھاتے چلاتے چیختے جد وجہد کرتے اور ڈوب رہے ہیں ✚

اس ہیبتناک سمندر کے کنارہ پر ایک بلند چٹان ہے جس کی چوٹی گویا آسمان سے سرگوشیاں کر رہی ہے چٹان کے نیچے نیچے ایک چبوترہ ہے۔ اُسی چبوترے پر چڑھنے کے لئے سمندر میں سے لوگ جد وجہد کر رہے ہیں چند اُن لوگوں میں سے بعض جو بچ چکے اُن چڑھنے والوں کی مدد بھی کر رہے ہیں جب زیادہ غور کیا تو کیا دیکھتا ہوں کہ اُن میں سے ایک بڑی تعداد جو بچ چکے ہیں انہیں تدابیر میں لگے ہیں۔ اور سیڑھیوں۔ رسوں۔ بانسوں اور کشتیوں سے اُن ڈوبتے ہوؤں کو بچانے میں مشغول ہیں بعض بعض اشخاص اوروں کو بچانے کے ایسے مشتاق ہیں کہ اُس خوفناک سمندر کا خیال نہ کر کے خود ہی سمندر میں کود پڑے۔ معلوم نہیں کہ زیادہ خوشی اس بات کے دیکھنے میں ہے۔ کہ لوگ کیونکر چٹان کو جھٹ جھٹ کر سلامتی کی جگہ میں پہنچ جاتے ہیں یا اُن لوگوں کی جانفشانیوں اور خود انکاریوں میں جو انہیں بچانے میں مشغول ہیں۔ جب میں نے اور بھی غور کیا تو کیا دیکھتا ہوں کہ چبوترہ پر کے لوگ مختلف قسم کے ہیں۔ یعنے انکے مختلف فرقے اور مختلف کارروائیوں میں لگے ہوئے۔ اور اُن کی نسبت جو اوروں کو سمندر سے بچانے میں لگے ہیں۔ ان کی تعداد بہت تھوڑی ہے ✚

سب سے تعجب کی بات ان پہلے لوگوں کی بابت یہ معلوم ہوئی کہ وہ بھی کبھی نہ کبھی اس سمندر سے بچائے گئے۔ پر اب معلوم ہوتا ہے کہ اُن میں سے ہر ایک اُس معاملہ کو بھول گیا ہے

اور کسی نہ کسی طرح اُس تاریک سمندر اور اُس کے خطروں کا خیال اُن کے دل سے ایسا نکل گیا کہ ان کو اُن ڈوبتے ہوؤں کی جو ایسے قریب تھے بالکل پرواہ نہیں۔ حالانکہ اُن میں بعضوں کے شوہر بعضوں کی جوروئیں اور بعضوں کے والدین اور بعضوں کے بچے ہیں +

اِس بے پرواہی کی وجہ یہ نہیں کہ یہ لوگ اِس ماجرے سے بے خبر ہیں۔ بلکہ اس لئے کہ وہ ہر روز اِن ڈوبتے ہوؤں کو دیکھتے۔ کبھی کبھی اُن کی بابت گفتگو کرتے۔ اور بلاناغہ ایسی تقریروں کو سنتے ہیں جن میں اُن لوگوں کے خطرے کا ذکر ہو +

میں ابھی بیان کر چکا ہوں کہ وہ لوگ جو چبوترے پر ہیں مختلف کارروائیوں میں مشغول ہیں بعض سوداگر ہیں جن کے دل میں روپیہ یا جائداد پیدا کرنے کا خیال ہے۔ بعض اُن چھپوں سے اپنے دل کو بہلا رہے ہیں۔ جو اُس چٹان کی اطراف پر آ گئے ہیں۔ بعض گانے بجانے میں بعض رنگ برنگ کے کپڑوں سے آپ کو آراستہ کر رہے ہیں۔ کہ لوگ اُن کی تعریف کریں بعض کھانے پینے میں مشغول ہیں۔ بعض اُس سمندر کی ڈوبتی ہوئی جانوں اور اُن کے انجام کی بابت مباحثہ میں لگے ہیں۔ بعض عبادت کی عجیب عجیب ترتیبوں کو بار بار پڑھ رہے ہیں +

بعضوں کو ایک رستہ اُس چٹان کے اوپر جانے کے لئے مل گیا جو کہ ایک اونچے اونچے چبوترہ تک پہنچاتا ہے۔ یہ جگہ اُن سیاہ بادلوں سے بھی اونچی ہے۔ یہاں سے برِ اعظم جو کہ بہت دُور نہیں۔ صاف صاف دکھائی دیتا ہے۔ اِس برِ اعظم کو پہنچنے کے لئے سب تیاریاں کر رہے ہیں۔ وہ جو اُس چبوترہ تک پہنچ گئے۔ پیارے سے ایک دوسرے کے ساتھ میٹھی میٹھی باتیں کرتے۔ اور اُس خوفناک سمندر سے بچ جانے کے لئے آپس میں مبارکبادیاں دیتے ہیں۔ اور برِ اعظم کی طرف انگلی کر کے وہ گیت گاتے ہیں۔ جس کا شروع یہ ہے۔ دیکھ گھر ہے تیار بیچ آسمان۔ وغیرہ

اِس سارے عرصہ میں سمندر کا وہی حال ہے۔ اس اعلےٰ چبوترہ پر چڑھے ہوئے لوگ اُن کی چیخوں کو سُن رہے ہیں۔ اُن کی جد و جہد پر غور کر رہے اور اُن کو صاف ڈوبتے ہوئے دیکھ رہے ہیں +

جب میں نے غور کیا تو دیکھا کہ وہی تھوڑے سے آدمی جو آگے بچانے کے کام میں مشغول تھے اب بھی ویسے ہی کوشش کر رہے ہیں۔ بے اختیار میں نے ایک سرد آہ بھرے اور میرے مُنہ سے نکلا۔ کاش اے خداوند یہ ایک بڑی جماعت ہوتی"۔ واقعی ان ڈوبتے ہوؤں کو بچانے کے سوا ان لوگوں کی اور کوئی تدبیر کوشش اور کام نہیں۔ وہ اس کام میں ایسے محو ہیں کہ اپنے بدن کا آرام نہ ڈھونڈتے۔ اور نہ ہی اپنے اردگرد کے لوگوں کو بدنی آرام کی صلاح دیتے میں اس لئے گنتی میں خواہ سوا بہت مہربان ؤں اور مذہبی لوگ انہیں ناپسند کرنے لگ گئے۔ پر ان خدا کے بندوں نے اس بات کی بالکل پرواہ نہیں کی۔ بلکہ اپنا سب کچھ بیچ کر ان کمبخت ڈوبتے ہوؤں کی مدد کے لئے اس سے بانس سیڑھیاں اور کشتیاں مہیا کرنے لگے۔ پھر میں ایک اور عجیب بات دیکھتا ہوں۔ کہ ان لوگوں کی مصیبت۔ جانکنی خطرے اور علاج سے جو کہ اس تاریک سمندر میں ڈوب رہے ہیں۔ آسمان کے یہوواہ کو ایسا رحم آیا کہ اس نے ایک کو آسمان پر سے ان لوگوں کی سلامتی کے لئے بھیج دیا۔ اس نے اپنے محل سے نکلتے ہی ان سیاہ بادلوں میں سے گذر کر اس خوفناک سمندر میں چھلانگ ماری اور وہاں میں نے دیکھا کہ وہ آنسو بہاتا اور چلاتا ہوا ان ڈوبتے ہوؤں کی مدد کر رہا ہے۔ یہانتک کہ اس کا پسینہ لہو ہو کر بہنے لگا۔ اور جب وہ سخت محنت کے ساتھ کسی بچارے ڈوبتے ہوئے کو چٹان کے پاس لاتا وہ ہر بار ان لوگوں کی طرف جنہیں اس کے زخمی ہاتھوں نے بچایا اور جو کہ اب اس چبوترے پر آرام کر رہے ہیں۔ مخاطب ہو کر پکارتا ہے کہ آ کر اس محنت کام میں میری مدد کرو تعجب کی بات یہ تھی کہ چبوترہ نشین اس آواز کو خوب سنتے اور پکارنے والے کو بخوبی جانتے۔ اور مانتے ہیں کہ ہمیں کم از کم اس کی فرمانبرداری کرنی چاہئے۔ زبانی اقرار کیا کرتے ہیں کہ ہمیں ان کو پیار کرنا چاہئے اور اس نیک کام میں ہمدردی کرنی چاہئے۔ میں نے خیال کیا کہ وہ اپنے کاروبار تجارت خوشیاں مذہبی عیاشیوں اور بزم عظیم کو جانے کی تیاری میں ایسے مشغول ہیں کہ انہوں نے اس آواز کی جو سمندر سے آتی ہے بالکل پرواہ نہیں +

اِن سب باتوں سے جو میں نے دیکھیں اب ایک عجیب ترین بات دیکھتا ہوں کہ اُن لوگوں میں سے بعض جو چبوترے پر ہیں۔ بجائے اُس بزرگ کی فرمانبرداری کرنے کے اُلٹا اُس کی منت کرتے اور اُسے پکارتے ہیں کہ تو ہمارے درمیان آ جا۔ بعض پکارتے ہیں کہ ہمیشہ ہمارے درمیان آ کر رہا کر۔ اور اپنے وقت اور طاقت کو ہمارے خوش کرنے میں خرچ کر۔ بعض کہتے ہیں کہ نہیں ہمارے پاس آ۔ اور ہمارے شک و شبہ کو دور کر اور اُن خطوں کی صداقت کو جو تو نے وقتاً فوقتاً بھیجے ہم کو دکھا ۔

بعض چاہتے ہیں کہ وہ ہمارے پاس آئے اور ہمارے قدموں کو مضبوطی سے چٹان پر جمائے تاکہ وہ بار بار پھسلا نہ کریں۔ کیونکہ بہت لوگ چٹان پر چڑھتے ہوئے ایسے پھسلتے کہ پھر اُسی سمندر میں گر پڑتے ہیں۔ کہ وہ بزرگ ہمارے پاس آئے اور ہمیں سخت یقین دلائے کہ ہم بھی کسی دن محل عظیم میں پہنچ جائینگے ۔

میں یہ دیکھتا ہوں کہ وہ بزرگ چٹان کی سب سے اونچی جگہ چڑھ جایا کرتے اور اُس بحر اعظم کی طرف جہاں یہوواہ رہتا ہے دیکھ دیکھ کر پکارا کرتے ہیں۔ "ہمارے پاس آ اور ہماری مدد کر"۔ لیکن وہ تو تب ہی سے اُس سمندر میں ڈوبتے ہوؤں کو بچا رہا ہے اور اُن کے گرد ہاتھ ڈالے ہوئے چٹان کی طرف لانے کی کوشش کر رہا ہے۔ اور اُن چبوترہ نشینوں کو بار بار پکارتا ہے کہ آؤ اور میری مدد کرو۔ بلکہ پکارتے پکارتے اُس کا گلا بھی بیٹھ گیا ہے ۔

تب مجھے اُس سب کی سمجھ آ گئی اور میں نے معلوم کیا کہ وہ بحر زخار زندگی کا سمندر ہے یعنی حقیقی انسانی ہستی کا سمندر ہے۔ چمک صداقت ہے جو یہوواہ کے تخت سے آتی ہے۔ گرج یہوواہ کے قہر کا نمونہ ہے۔ اُس سمندر کے ڈوبنے والے مختلف مت و مذہب کے زناکار، شرابی، چور، جھوٹے، بت پرست، کفر بکنے والے ملحد وغیرہ ہیں ۔

آہ یہ سمندر کیسا تاریک ہے امیر غریب جاہل تعلیم یافتہ اس بات میں سب یکساں ہیں کہ سب خدا کے آگے گنہگار ٹھہرے ہیں۔ ہاں ایک بات میں سب یکساں ہیں نہیں ...

نہ صرف خدا کے سامنے سب گنہگار ہیں۔ بلکہ جب تک وہ بچائے نہ جائیں سب ڈوبتے چلے جاتے ہیں یہاں تک کہ سب جہنم میں جا گرتے ہیں +

وہ بڑی چٹان کوہ کلوری ہے اور جو لوگ اُس کے اوپر نظر آتے ہیں گناہ اور موت سے بچائے ہوئے ہیں اور اپنے آپ کو خدا کے خادم کہتے ہیں۔ اور وہ تھوڑے سے لوگ جو بڑی سرگرمی کے ساتھ بچانے کے کام میں مشغول ہیں۔ وہ ہیں جنہوں نے کلیۃً طور پر اپنے آپ کو خدا کی نذر کر دیا ہے اور وہ بزرگ جو آسمان سے آیا خداوند یسوع مسیح خدا کا بیٹا ہے۔ جو آج کل اور ہمیشہ یکساں ہے وہ اب تک بچانے کے کام میں مصروف ہے +

ناظرین! تم کو اُس نے ڈوبنے سے بچا لیا ہے۔ اور اب تم اُس چٹان پر صحیح وسلامت ہو [illegible] تاریک سمندر میں ہے۔ جہاں نہ تم کو اپنی مدد کے لئے بلاتا ہے نہ جاؤ گے؟ تمہارے چاروں طرف گناہ کا خوفناک سمندر لاکھوں بلکہ کروڑوں جانوں کو تباہ کر رہا ہے [illegible] کوئی رویا یا خیالی بات نہیں۔ بلکہ ایسی یقینی ہے جیسے بائیبل۔ ایسی یقینی ہے جیسے مسیح [illegible] پہنچ گیا [illegible] یقینی ہے جیسے عدالت کا دن۔ بلکہ ایسی یقینی ہے۔ جیسے بہشت یا دوزخ جو عدالت کے بعد ہوگا +

میری رویا بہت ہی ڈراؤنی تھی۔ لیکن اُس کی اصلیت اور بھی زیادہ ڈراؤنی ہے وہ جو چٹان پر ہیں [illegible] سمندر میں ہیں۔ اُن بیچارے لوگوں کی طرف دیکھو کہ کس طرح سے غرق ہو رہے ہیں اور [illegible] یسوع مسیح اُن کے درمیان محنت کر رہا ہے۔ اور کس طرح تمہیں حکم دیتا ہے کہ سمندر میں کود [illegible] گے؟ اور کلیۃً طور پر اپنے آپ کو اُس کے حوالے کر دو گے؟

[illegible] کہ ایک عورت میرے پاس آئی اور مجھے کہا کہ کچھ عرصہ سے میں نے [illegible] خداوند کے واسطے دے دیا ہے۔ اور اب اپنے آپ کو اُس کی نذر کرتی ہوں۔ [illegible] کہ میں کودتی ہوں +

[illegible] ڈوبتے ہوئے آدمی کو پانی میں ڈوبتے دیکھتا ہے۔ تو وہ اپنے

کپڑے اُتار کر جھٹ پٹ پانی میں چھلانگ مارتا ہے۔ کیا تم بھی جو کنارہ پر کھڑے ہو شرم مغرور لوگوں کے خیال کی پرواہ۔ آرام طلبی کے پیار کو جنہوں نے اب تک تم کو کودنے سے باز رکھا ہے چھوڑ کر اُن بیچارے ڈوبتے ہوؤں کی مدد کرو گے؟

کیا سمندر تم کو موجزن اور خوفناک دکھائی دیتا ہے؟ بیشک ایسا ہی ہے۔ اور اس کو دنے کا مطلب تمہارے لئے کیا ہر ایک کے لئے دُکھ مصیبت و طعن ہے۔ شائد تمہارے لئے اس سے بھی زیادہ ہو۔ شائد اس کا مطلب موت ہو۔ تو بھی وہ تم کو بلا رہا ہے تم کو ضرور اُس کی فرمانبرداری کرنی چاہئے۔ کافی ہے کہ تم نے اب تک مدت سے اپنے دل کو خوش رکھنا چاہا۔ بلکہ رکھا بھی۔ اب خدا کے حضور جاؤ اور عرض کرو کہ اے خداوند دنیا اور اُس کی چیزوں کی طرف میں پیٹھ پھیرتا ہوں اور اپنی باقی زندگی کو اُن مصیبت زدہ اور ڈوبتے ہوؤں کی مدد میں صرف کرنا چاہتا ہوں۔ ایسی کوشش کرو کہ تمہاری دعائیں اُن کے لئے ہوں۔ تمہاری خوش الحانی۔ جادو بیانی سے اُن کو فائدہ پہنچے۔ بلکہ تمہارا سب کچھ اُن کے فائدہ کے لئے ہو +

بس آگے کو تمہاری خوشی اُن کی تکلیف کے شریک ہونے میں ہو۔ تمہارا آرام اُن کی مصیبت کے ساجھی ہونے میں ہو۔ تمہارا تاج اُن کی صلیب اٹھانے میں ہو۔ اور تمہارا بہشت انہیں بچانے کی خاطر دوزخ کے جبڑوں تک جلنے میں ہو۔ آمین

از جنرل بوتھ

ہا ہے۔ اگر انسان بدی کی جڑ اکھاڑنے اور نیکی کا بیج بونے میں اسی قدر محنت کرتا جس قدر بحث مباحثہ میں کرتا ہے۔ تو دنیا میں نہ تو اس قدر ضرر رسانی ہوتی۔ نہ ایسی بُری بُری باتیں سننے میں آتیں۔ اور نہ دینداری کے مدعیوں میں اس قدر بیدینی پائی جاتی +

اٹامس اے کیمپس

THE MASIHI

A MONTHLY PAPER

SUBSCRIPTION Rs 1-8

ALL COMMUNICATIONS TO BE

ADDRESSED TO

THE MANAGER

MASIHI,

AMRITSAR.

No 7

Mission Press, Amritsar

مسیحی

یکم جنوری سنہ رواں سے ایک ماہواری رسالہ بنام مسیحی شہر امرتسر پنجاب سے جاری کیا گیا ہے۔ اس کی اشاعت کے اغراض مندرجہ ذیل ہیں۔

اولاً۔ مسیحی زندگی کے اندرونی مشاہدات کا انکشاف کرنا +

ثانیاً۔ کتاب مقدس کی تلاوت اور دعا کے لئے تحریک +

ثالثاً۔ مسیحی ممالک اور انجمنوں اور مشنوں کے حالات درج کر کے مسیحی یگانگت کو قائم کرنا اور پھیلانا +

رابعاً۔ نامی مسیحی کارندوں کی سرگذشتیں چھاپنا +

خامساً۔ جہانتک ممکن ہو۔ مسیحی کلیسیا کی ملکی اور اخلاقی حالت اور عام انتظام کے متعلق رائے کا ظاہر کرنا +

مسیحی کلیسیا کی موجودہ حالت سے ثابت ہوتا ہے کہ اس رسالے نے ایک بہت بڑی ضرورت کو رفع کیا ہے۔ اور جو قدر اور منزلت اس نے ایک قلیل عرصے میں حاصل کی ہے۔ اُس سے ظاہر ہے کہ یہ رسالہ دلچسپ اور مفید ثابت ہوا ہے +

فی الحال اس کی ضخامت ۳۲ صفحے کی رکھی گئی ہے اور قیمت برائے نام ایک روپیہ سالانہ محصولڈاک سب کو معاف۔ نمونے کا پرچہ پتہ ذیل پر درخواست کرنے سے مفت مل سکتا ہے

مینیجر مسیحی امرتسر

نمبر نہم

ستمبر ۱۸۹۶ء

فہرست مضامین

کشف الحقایق بمبئی

رسالہ کشف الحقایق یکم فبروری ۱۸۹۵ء سے
ہر مہینے کی پہلی تاریخ کو شائع ہوتا ہے ۔ اس کا
مقصود انجیل اقدس کی بے لوث خوبیوں کو
غیر قوموں میں پھیلانے اور مخالفین کے اعتراضات
کو رفع کرنیکا ہے ۔ کشف الحقایق کا حامی کوئی
مشن نہیں ہے ۔ اس لئے اُس کی آمدنی اُس
کے اخراجات کے لئے کافی نہیں ہوتی ۔ اگر کبھی
زرچندہ سے ۔ یا خریدار ہوکر امداد کیجئے تو میں
نہایت مشکور ہونگا +

درخواست آنے پر ایک یا دو پرچے بطور نمونہ
نذر ہونگے مگر پیشگی قیمت وصول ہونے کے سوا
کسی صاحب کا نام خریداروں کے رجسٹر
میں درج نہ ہوگا ۔ البتہ وہ صاحب مستثنےٰ
ہیں جن سے مجھے تعارف ہے +

کشف الحقایق کی سالانہ قیمت مع محصول
۱۲ ؍ ہے ۔ خوشخط اور عمدہ بڑی تقطیع (رائل
سائز) کاغذ پر جو نہایت موزوں تقطیع ہے
ہر مہینے میں ۱۶ صفحہ پر چھپتا ہے +

خاکسار

حسام الدین ایڈیٹر و منیجر کشف الحقایق
موس بلڈنگ گرانٹ روڈ ۔ بمبئی

Our English Contemporaries.

We recommend '*The Christian Patriot*,' and '*The Indian Christian Messenger*'—under the able management of Indian Christians—to our English-knowing readers in the Punjab.

The Christian Patriot.
Subscription Rs. 5 per annum.
Apply to :—
K. KRISHNA RAU, Esq.,
Editor and Manager, Royapettah,
Madras.

The Indian Christian Messenger.
Subscription Rs. 3-8 per annum.
Apply to :—
THE MANAGER,
Indian Christian Messenger,
11, Clive Road,
Allahabad.

Kashfu' 'Haqaeq' an Urdu Monthly.
Subscription 12 Annas.
Apply to :—
HISSAM-UD-DIN,
Moss Building,
Grant Road,
Bombay.

مسیحی

ستمبر ۱۸۹۶ء

مسیحی طالب علموں کیلئے ایک ہائی سکول اور کالج بلا امتیاز فرق

انڈین کرسچن ایسوسی ایشن آف گریٹ برٹن کے پہلے جلسے میں جسکا مختصر حال اگست کے مسیحی پرچے میں لکھا گیا کین صاحب ممبر پارلیمنٹ نے جو صدر انجمن تھے اپنی تقریر میں فرمایا۔ کہ یگانگت قائم کرنے اور پھیلانے کا ایک طریق یہ ہے کہ مختلف مشنری سوسائٹیاں متحدہ سکول اور کالج قائم کریں ۔ ۔ ۔ چاہیے کہ مشنری سوسائٹیوں کے [illegible] آمدہ ممبر اس پر غور کریں۔ اور اپنے سکولوں اور کالجوں کو جو ایک ہی شہر میں ہوں باہم ملا دیں +

لنڈن مشنری سوسائٹی کے انسٹیٹیوشن واقع بھوانی پور کلکتہ کے پرنسپل جے۔ این۔ فارکوہر صاحب ایم اے نے بھی ایک مضمون میں جو بنگال میں ہندوستانی مسیحیوں کی اعلےٰ تعلیم پر کلکتہ مشنری کانفرنس کے روبرو گذشتہ ماہ فروری میں پڑھا ایسے ہی خیالات کا اظہار کیا۔ بڑے بڑے دلائل سے ثابت کر کے کہ تعلیم کا موجودہ طرز ناقص اور ناقابل تسلی ہے۔ اس نتیجے پر پہنچے کہ کلکتہ میں ایک ہائی سکول اور کالج بلا امتیاز فرق قائم کرنا چاہیئے تمام [illegible] کو جو بنگال میں کام کر رہے ہیں چاہیئے کہ ایک ایک استاد اپنی طرف سے مقرر کریں +

[illegible] گورکھپور کے مسٹر [illegible] بیرسٹر ایٹ لا نے ایسوسی ایشن مذکور کے دوسرے جلسے میں ایک دلچسپ کاغذ پڑھا۔ آپ نے [illegible] نقصوں کی طرف اشارہ کیا جو ہند میں مختلف مشنوں کے ایک دوسرے سے الگ الگ کام کرنے سے واقع ہو رہی ہیں اور [illegible] بھی بتایا کہ اگر سب باہم متفق ہو کر اکٹھے کام کریں۔ تو کتنا بڑا کام ہو سکتا ہے پھر آپ نے ذرا تحیر سے کہا کہ [illegible] روپیہ ہندو مسلمانوں کی تعلیم میں خرچ کئے جاتے ہیں جس پر ہمارا کوئی اعتراض نہیں لیکن بنگال [illegible] ہند میں [illegible] بھی ایسے انسٹیٹیوشن نہیں جس میں صرف ہندوستانی مسیحیوں ہی کی تعلیم و تربیت کی جاتی ہو

کلکتہ میں بیشک بشپ کالج ہے لیکن وہ یورپین اور یوریشنوں سب کے لئے کھلا ہے۔ اور بسبب ڈ نامی مثل ہونے کے بہت کچھ محدود ہے۔ پھر آپ نے بڑے عمدہ طور سے ثابت کیا کہ مسیحیوں پر ہندو مسلمانوں کے ساتھ پڑھنے سے کسقدر نقصان عائد ہوتا ہے +

مزید براں مشنری تعلیم کا موجودہ طریق ذیل کے نقصوں سے خالی نہیں :

ا۔ چند مسیحی لڑکوں کو سیکڑوں ہندوؤں کے درمیان رکھنے سے انکے ایمان اور اخلاق کو نقصان پہنچتا ہے +

ب۔ تمام بڑے بڑے مشنری انسٹیٹیوشنوں میں زیادہ تر استاد اور پروفیسر غیر مسیحی ہوتے ہیں اور مسیحی طلبا انسے تعلیم پاتے ہیں +

ج۔ اس حالت میں مسیحی اُستادوں کو نہ وقت ملتا ہے نہ موقعہ کہ لڑکوں سے مل جل کر اُن پر اپنی اچھی تاثیر ڈالیں۔ اور اپنے شاگردوں کے مسیحی کیرکٹر کو بڑھائیں +

اس لئے ضرور ہے کہ ایسے سکول اور کالج قائم کئے جائیں جنمیں صرف مسیحی ہی داخل کئے جائیں ظاہر ہے کہ ہر ایک مشن اپنا اپنا علیحدہ سکول اور کالج قائم نہیں کرسکتی - اس کا ایک ہی علاج ہے کہ ہر ایک صوبہ میں ایک ایک سکول اور کالج بلا امتیاز فریق قائم کیا جائے۔ اس پر بہت روپیہ بھی خرچ نہیں ہوگا کیونکہ ہر ایک سوسائٹی اپنا ایک ایک مشنری دیگی۔ اور یوں ایسے لئیق اُستاد بہم پہنچینگے۔ کہ ہند کے کسی کالج کو نصیب نہیں۔ ہماری دعا ہے کہ خدا ان اُمیدوں کو جلد بر لائے۔ آمین

سی۔ ایم۔ ایس کانفرنس اور ڈیوسیسن چرچ کونسل کا مجوزہ الحاق پیرینٹ کمیٹی سی۔ ایم۔ ایس نے بڑے غور و فکر کے بعد اس تجویز کو کہ سی۔ ایم۔ ایس کانفرنس اور چرچ کونسل باہم ملائی جائیں نامنظور کیا ہے۔ یاد رہے کہ جائینٹ کمیٹی پیرینٹ کمیٹی کی استدعا سے مقرر ہوئی تھی۔ کہ کوئی تجاویز بنائے کہ جس سے چرچ کونسل بہتر صورت پر اپنے کام کو نبھا سکے اس کی یہ تجویز تھی۔ پھر معاملات وہیں کے وہیں آ ٹھیرے۔ اب دیکھئے اس کے بجائے کونسی اصلاح پیش کی جاتی ہے +

کلام نہیں ہ

نبیوں کو گناہ سوئے شیطان ہر وقت اُنکے گرد رہتا تھا کہ انکو گرادے۔ اور کبھی کبھی وہ اس کوشش میں کامیاب بھی ہوا لیکن باوجود اسکے بھی نبیوں کا کلام پورے سا درکامل اعتبار کے لائق ہے۔ اِس کی دلیل یہ ہے کہ جو روح نبیوں کی ہدایت کرتی تھی وہی روح خداوند مسیح نے ہمکو بھی بخشی ہے۔ اور جسطرح اس روح نے نبیوں کے ذریعہ سے باوجود ان کی گنہگاری کے خدا کی سچی مرضی بنی آدم کے لئے ظاہر کروائی اسیطرح وہ روح آج کے دن اس کلام کی سمجھ میں ہماری مدد کرتی ہے "ان میں جو عورتوں سے پیدا ہوئے یوحنا بپتسمہ دینے والے سے کوئی بڑا ظاہر نہیں ہوا۔ لیکن جو آسمان کی بادشاہت میں سب سے چھوٹا ہے وہ یوحنا سے بڑا ہے"۔ آسمان کی بادشاہت کے فرزند کا درجہ انبیاء سابقین سے بڑا ہے۔ محمدیوں کو یہ بات کفر معلوم ہوتی ہے کہ کوئی شخص اپنے تئیں نبیوں سے بڑا کہے۔ لیکن جس نے مسیح کی صلیب کو سمجھا ہے اور جسکو روح القدس کا انعام ملا ہے۔ وہ فی الحقیقت موسیٰ اور باقی نبیوں سے بڑا ہے۔ یہ بھاری بات ہے۔ ہمیں روح ملی ہے۔ اور اگر بائبل کی عبارت میں کہیں غلطی ہے تو اس سے ہمارے علم میں فرق نہیں آتا۔ بلکہ ہم روح کی ہدایت سے اس غلطی کو صحیح کرسکتے ہیں۔ ہم فقط خدا کے غلام نہیں۔ بلکہ مسیح میں ہوکر اسکے بیٹے اور اسکے گھر کے بھیدی ہیں۔ کیا ہماری نجات اور وہ علم جو ہم خدا کی نسبت رکھتے ہیں۔ اب کسی کتاب پر منحصر ہے۔ ہاں ہماری تعلیم بائبل کے لفظوں سے شروع ہوتی ہے اور اس کے الفاظ ہمارے لئے دودھ کیطرح ہیں جو کمزور بچوں کو دیا جاتا ہے۔ جب ہم نے روح القدس کا انعام پایا تو ہماری زندگی سیدھی خدا کی طرف سے آتی ہے۔ اور ہمارا ایمان کسی لفظی غلطی یا شک سے متزلزل نہیں ہوسکتا۔ اگر قرآن بگڑ جائے تو اسلام کی دیوار لرزاں ہونے لگیگی۔ کیونکہ اس مذہب کی ساری بنیاد اور جان لفظوں میں ہے لیکن ہماری بنیاد اور ہماری عمارت روح پر ہے۔ جو بلا وسیلہ سیدھی باپ اور بیٹے کے پاس سے ہمارے دل میں آتی ہے۔ فرض کرو کہ دنیا کی ساری بائبلیں خراب یا تحریف کیا بلکہ جلادی جائیں اور دنیا پر سے بالکل غائب ہو جائیں۔ کیا مسیحی مذہب کمزور یا مشکوک ہو جائیگا۔ ہاں شائد ان کے نزدیک ہو جائے جن کو ابھی تک پوری طرح سے روح نہیں ملی یا جنہوں نے ابن اللہ کی صورت اچھی طرح نہیں دیکھی لیکن جنکو روح مل چکی ہے۔ وہ بغیر توریت زبور صحف انبیاء اور انجیل کے باپ کا منہ دیکھا کرینگے۔ اور اس کی باتیں کیا کرینگے۔ مسیحی مذہب کی مضبوطی ایک عجیب مضبوطی ہے۔

قرآن مسلمانوں کے دماغ میں رہتا ہے لیکن انجیل مسیحیوں کی روح میں رہتی ہے محمدیت لفظوں اور گوشت اور خون کا مذہب ہے مسیحی مذہب روح القدس کا الہام اور مذہب ہے۔ لفظ ٹل سکتے ہیں۔ گوشت و خون فنا ہو سکتے ہیں۔ لیکن روح زندہ رہتی ہے۔ بائبل کے الفاظ انسانی الفاظ ہیں۔ وہ جسم کی طرح ہیں۔ لیکن اس جسم کے اندر خدا کی روح سکونت کرتی ہے۔ ظاہر ہے کہ جسم بدل سکتا ہے۔ جسم میں مرض اثر کر سکتا ہے جسم کم و بیش ہو سکتا ہے۔ اس طرح بائبل کے الفاظ انسان کی غلطی یا بدنیتی سے تبدیل یا خراب ہو سکتے ہیں لیکن جو الٰہی روح انکے اندر ہے وہ کبھی نہیں بدلتی۔ وہ محرف نہیں ہو سکتی ✦

سچ پوچھو تو تحریف کا اعتراض جس کے ہمارے بھائی مسلمان بڑے شائق ہیں۔ بڑا بھدا اور موٹا اعتراض ہے۔ جو بات ظاہر ہو گئی وہ پھر پوشیدہ نہیں ہو سکتی۔ جب خدا نے اپنے تئیں ایکدفعہ بذریعہ اپنے کلام کے ظاہر کر دیا اور اس کلام نے پورا پورا اثر انسان پر کر لیا تو پھر چاہے وہ کلام بگڑ جائے وہ ظہور جو خدا بخش چکا ہے۔ مٹ نہیں سکتا۔ اور وہ روشنی جو اس کے ذریعہ سے بنی آدم کو مل چکی ہے تاریکی سے بدل نہیں سکتی۔ گو بائبل کی عبارت ناقص ہو۔ تاہم اسکے ذریعہ سے خدا کا ظہور کسیقدر انسانی روح کو حاصل ہوتا ہے اور جو باقی رہ جاتا ہے اسکو خدا کی روح پورا کرتی ہے۔ مسیحی علماء بائبل کی عبارت کے نقص ظاہر کرنے سے بالکل نہیں شرماتے بلکہ برعکس کوشش کرتے ہیں۔ کہ انکو صاف صاف ظاہر اور مشہور کریں۔ اس کی وجہ کیا ہے۔ فقط یہ کہ مسیحی مذہب روح کا مذہب ہے جسپر دھبا یا نقص عائد نہیں ہو سکتا کسی محمدی سے کہو کہ قرآن محرف ہے۔ وہ تمہارا سر توڑنے کو طیار ہو گا۔ کیا وجہ فقط یہ کہ اسلام لفظوں کا مذہب ہے۔ اور اگر لفظ بگڑ جائیں تو اسلام بگڑ جائیگا۔ محمد صاحب نے اسلام اور قرآن کی بنیاد اپنی فصاحت پر رکھی ہے روح پر نہیں۔ مسیح نے اپنے مذہب کی بنیاد روح پر رکھی ہے۔ اس لئے اگر ثابت ہو جائے کہ انجیل محرف ہے تو کچھ نقصان نہیں۔ صحیح ایمان سینہ بسینہ بلکہ روح بروح پاک روح کی تاثیر اور نگرانی میں شروع سے چلا آیا ہے اور چلا جائیگا آسمانی زندگی بجلی کی طرح روح القدس سے نکلکر سب میں پھرتی ہے۔ اور اس کی صحت کا ثبوت یہ ہے کہ انجیلی ایمان آج تک انسانی کمزوریوں اور گناہوں کا علاج کرتا ہے۔ جس طرح محمدیوں کے دعوے کے مطابق قرآن اپنا معجزہ یعنے فصاحت اپنے ساتھ رکھتا ہے۔ اس طرح کلیسیا اپنا معجزہ اور اپنی روحانی تعلیم کی صحت کا ثبوت اپنے آپ میں رکھتی ہے

یعنے یہ معجزہ کہ وہ قوموں کو بلند کرتی ہے جس طرح اسلام انکو گراتا اور جہالت اور تعصب میں پھنساتا ہے باوجود
اپنی فصاحت کے۔ نبی گنہگار اور قابل سہو تھے لیکن تسلیم کرنے سے انکا اعتبار دور نہیں ہوتا۔ خدا کی
روح یعنے الہام کی روح کمزور اور گنہگار آدمی کے ذریعے کامل نتائج پیدا کر سکتی ہے۔ الہام کا معجزہ یہی ہے
کہ گنہگار کے منہ سے کامل تعلیم نکلے۔ بائبل کی عبارت کئی جگہوں میں ناقص ہے لیکن اس سے بائبل کا اعتبار
جاتا نہیں رہتا۔ اسی ناقص عبارت میں سے پاک روح ہمارے ساتھ بولتی ہے۔ اور اسی ناقص عبارت میں سے مسیح
آفتاب صداقت کی طرح چمکتا ہے۔ اور ہم اسکا ایسا جلال دیکھتے ہیں جیسا باپ کے اکلوتے کا جلال فضل اور
راستی سے بھرپور۔ ہم گور کو کھلا اور موت کو مغلوب دیکھتے ہیں۔ ہم آسمان کو کھلا اور فرشتوں کو ابن آدم پر اترتے
اور پھر اوپر جاتے دیکھتے ہیں۔ ہاں اس کتاب کی عبارت کہیں کہیں ناقص ہے۔ لیکن یاد رہے کہ آفتاب میں بھی
دوربین سے دھبے نظر آتے ہیں۔ لیکن باوجود ان دھبوں کے آفتاب کی روشنی ہماری ضروریات سے
کہیں بڑھ کر ہے۔ باوجود عبارت کے نقصوں کے ہمارا دل پکارتا ہے کہ اے خداوند ہم کس کے پاس جائیں ہمیشہ
کی زندگی کی باتیں تو تیرے پاس ہیں ÷

شاید ہمارے اس مضمون کو پڑھ کر کوئی کہے کہ ہمنے پاک کلام کی قدر و منزلت کو کم کر دیا ہے ہرگز نہیں ہمنے روح کی ہدایت کو پاک کلام
پر ترجیح دی ہے کیونکہ اسکے بغیر کوئی پاک کلام کو سمجھ نہیں سکتا ہزارہا آدمی ہیں جنکے خیال میں بھی کبھی نہیں آیا کہ بائبل کی عبارت میں
کوئی نقص ہے لیکن باوجود اس ایمان کے وہ پاک کلام کے معنے نہیں سمجھتے۔ اس لئے کہ انکو روح نہیں ملی۔ اور صدہا ایسے ہیں
جو علانیہ اقرار کرتے ہیں کہ بائبل کی عبارت ناقص ہے لیکن چونکہ انکو روح ملی ہے انکا ایمان دن بدن مضبوط ہوتا جاتا ہے اور وہ روح کی
ہدایت سے اس ناقص کلام میں سے وہ مقاصد وہ معانی وہ عرفان و بلندی حاصل کرتے ہیں کہ عقل حیران ہوتی ہے کہ انکو یہ روشنی اور یہ نور
کہاں سے حاصل ہوا کیا اس سیدھی سادھی اور ناقص عبارت والی بائبل سے خدا کی طاقت کمزوری میں ظاہر ہوتی اور اسکا نور بیوقوفوں کی باتوں سے
چمکتا ہے۔ حاصل کلام یہ ہے کہ بائبل ہمارے خداوند کی طرح ایک ٹھوکر کا پتھر اور ٹھیس کھلانیوالا چٹان ہے۔ ایماندار اسمیں سے روح کی
آواز سنتے ہیں۔ لیکن بے ایمان اور جھگڑالو تا قیامت اعتراض کرتے جائینگے۔ اور سیدھے آگ کی [illegible]
چلے جائینگے۔ اور خدا کی حقیقت و ماہیت کو کبھی نہ سمجھینگے۔ ایماندار اسکے ذریعہ [illegible]
نور تک ترقی کرینگے۔ لیکن جھگڑالو ہلاکت سے ہلاکت تک تنزل کرتے [illegible]

الہام

[illegible] واضح ہو کہ مسیحی کلیسیا نے آج تک کبھی لفظ یا مسئلہ الہام کی پوری پوری تعریف یا حد بندی نہیں کی کلیسیا
[illegible] لی تعلق اس بات سے ہو جاتی ہے کہ مقدس کتابوں کے لکھنے والے روح القدس سے متحرک کئے جاتے تھے۔
۲ پطرس ۱-۲۱ وہ بات مسلم تھا۔ جس نے پہلے یہ دعوے کیا کہ وہ شخص جس پر الہام نازل ہوتا ہے [illegible]
[illegible] بالکل ایک [illegible] ہو جاتا ہے اور اس کی اپنی ذاتی لیاقتیں اس وقت لینے الہام
کے وقت [illegible] بالکل سو جاتی ہیں جس طرح کہ ربط بجانیوالے کے ہاتھ میں بربط۔ برعکس اسکے ہماری یہ رائے ہے کہ
[illegible] جو ہر شخص کو اپنی مرضی کے مطابق انعام تقسیم کرتا ہے (۱ قرنت ۱۲-۱۱) اسنے اپنے کلام کے لئے
[illegible] آدمی چن لئے ہیں۔ اور ان کو اسطرح طیار کیا ہے کہ ان کی قدرتی طبیعت ۔ ان کی حالت اور ان کی
[illegible] تعلیم و تربیت بلکہ انکے قصور اور کمزوریاں ۔ ان سب کا انکا اثر اور نشان اس کلام میں دکھائی دیتا ہے جو
[illegible] انہوں نے لکھوایا ہے ۔ چونکہ روح کا ارادہ تھا کہ آدمیوں سے مخاطب ہو اس لئے اسنے اپنے خیالوں کو پہلے
[illegible] بنایا تاکہ ان کی سمجھ آدمیوں کو آجائے اور انکا اثر آدمی کے دلپر ہو سکے۔ اگر خدا کے خیالات
[illegible] آتے تو [illegible] نہ آتی ۔ روح نے اپنے آلہی خیالات میں انسانی زندگی اور انسانی
[illegible] تاکہ وہ ہم سے بہت اونچے نہ رہیں بلکہ ہماری سمجھ کے دائرے کے اندر آکر ہم کو بلند کریں اور ہم
[illegible] بنا دیں۔ خدا کے [illegible] نے جب چاہا کہ ہم کو اپنے باپ کے لیے ایک بیٹے بنائے
[illegible] مسئلہ الہام کی وہی کیفیت اور گہرائی ہے۔ جو مسئلہ تجسم کی ہے تجسم میں خدا آدمی بنا۔
[illegible] کے خیالات انسانی خیالات بنتے ہیں ٭

[illegible] محمدی شبہ جیسا ن ہونگے۔ اور ان میں سے اکثر کہنے لگینگے کہ بائبل انسانی کتاب ثابت ہو گئی
[illegible] تو اس مضمون کے لکھنے والے نے اقرار کر لیا۔ ہم محمدیوں کی توجہ قرآن کی طرف کرتے ہیں
[illegible] کسی [illegible] محمدی کے ساتھ اسے پڑھو تو تمہیں معلوم ہو گا کہ اس میں محمد صاحب کی

فقط اسبات کو مدنظر رکھ کر ہم سمجھ سکتے ہیں۔ کہ بائبل کے بیانات میں کس لئے تناقص بلکہ غلطیاں پائی جاتی ہیں مثلاً پہلی تین اناجیل کے بیانات میں کہیں کہیں خفیف تناقص یا غلطیاں پائی جاتی ہیں۔ کیا کوئی کہہ سکتا ہے۔ کہ متی پر الہاماً یہ بات نازل ہوئی۔ کہ گدرا کے کنارے پر دو دیوانے تھے لیکن مرقس کو روح نے بتایا کہ فقط ایک ہی دیوانہ تھا۔ کیا اس کا الہام قابل تمسخر نہیں ہو جاتا لیکن ان کے نزدیک جو الہام کی بابت کلیسیا کا گہرا آزادانہ اور وسیع اعتقاد رکھتے ہیں ایسے اختلافات کچھ بھی خفیف نہیں رکھتے۔ برعکس اسکے گہری عقل والے مومن ایسی مشکلات کو معلوم کرکے کوشش کرتے ہیں کہ الہام اور روح کی ہدایت کی گہرائی کو پہنچیں۔ اور اسکے حقیقی معنوں کو دریافت کریں۔ پاک روح جب کسی شخص پر الہام نازل کرتی ہے تو اس شخص کی روح کی جڑ ھ پر اپنا تصرف کر لیتی ہے نہ فقط اسکی انگلیوں پر۔ اس شخص کے الفاظ انسانی الفاظ رہتے ہیں۔ ان کا بیرونی لباس انسانی ہوتا ہے۔ اور قابل ترمیم و تبدیل ہوتا ہے۔ ہم کمال سنجیدگی سے کہہ سکتے ہیں۔ کہ جب خدا نے اپنا کلام نبیوں کو دیا تو ان کی روحوں اور انکے دلوں کے اندر سچائی کی روح پھونکدی۔ لیکن ان کو لفظی یا بیان کی خفیف غلطی سے نہ بچایا۔ یہ لفظی یا بیانی خفیف غلطیاں ایسی نہیں ہیں کہ انسے روح کا ارادہ فوت ہو جائے۔ اسکا ثبوت کلیسیا کے کام اور زندگی کی طرف غور کرنے سے معلوم ہو سکتا ہے۔ اگر کلیسیا کی زندگی کی طرف کوئی دیکھ کر کہہ سکے کہ وہ مردہ ہے فقط وہی شخص یہ کہنے کی دلیری کر سکتا ہے کہ بائبل اسقدر غلط اور ناقابل اعتبار ہے کہ اس میں روح کا مطلب اور مقصد بالکل فوت ہو چکا ہے +

کلیسیا کا دعوے ہے کہ باوجود فروعات کی چھوٹی چھوٹی غلطیوں کے بائبل کامل ہدایت کا سرچشمہ ہے ان باتوں میں جن پر نجات اور نور معرفت موقوف ہے۔ بائبل غلطی نہیں کر سکتی۔ ممکن ہے پرانے عہدنامہ میں کسی لڑائی میں جو فوجیں مصروف تھیں انکا شمار غلط بیان کیا گیا ہو۔ شائد یہ غلطی کاتبوں کی ہو۔ ممکن ہے کہ کسی انجیل نویس نے ایک نبی کے الفاظ دوسرے کی طرف غلطی سے منسوب کر دئیے ہوں۔ ممکن ہے کہ اس کا

حاشیہ بقیہ صفحہ طبیعت اور خواہشات کی کسقدر ہوتی ہیں۔ الہامی کلام میں ملہم کی طبیعت کا اثر ضرور ہویدا ہوتا ہے۔ اس حالت سے قرآن مستثنیٰ نہیں تعصب کی عینک اتار کر محمدی قرآن کو پڑھیں تو انکو صاف معلوم ہو جائیگا۔ کہ قرآن شریف شروع سے آخر تک محمد صاحب کی تصنیف بلکہ تالیف ہے +

ایسا کرنا غلطی نہو بلکہ کسی ایسی دلیل سے جواب تک ہمیں دستیاب نہیں ہوئی ایسی ظاہری غلطی بھی درست ہو جائے یا غلطی نہو بلکہ اس انجیل نویس کا ایسا کرنا بالکل صحیح ہو۔ تاہم کوئی ذیعقل شخص ایسی غلطیوں کو اس امر کی دلیل نہیں بنا سکتا کہ بائبل مسائل میں غلطی کرتی ہے۔ مسائل انبیاء اور رسولوں کی اندرونی زندگی اور کشمکش کا نتیجہ تھے۔ ممکن نہ تھا کہ ایسوں کی قلمبند کرنے میں غلطی ہوتی۔ لیکن اُن چھوٹی چھوٹی باتوں میں جو محض مسائل یا خیال یا محاورہ کا درجہ رکھتی تھیں۔ اگر انبیاء سے غلطی ہوتی تو اسکا چنداں مضائقہ نہیں ✦

حاصل کلام۔ مسیحی مذہب میں الہام کا مسئلہ لائف یا حیات کی مانند ہے جسکی ہم تعریف نہیں کر سکتے۔ کیونکہ اس کی پوری حالت سے ہم واقف نہیں۔ لائف کی طرح وہ تمام تعریفوں اور حدبندیوں سے بعید ہے۔ اگر کوئی ہم سے کہے۔ کہ الہام کی تعریف کرو تو ہم صاف جواب دینگے کہ یہ ہماری طاقت سے بعید ہے جس شے کی پوری حالت سے ہم واقف نہیں اس کی منطقی تعریف کیونکر کرینگے۔ لیکن جس طرح ہم لائف کے ظہور اور اقسام اور تاثیرات پر ہم غور کرتے ہیں۔ اسیطرح الہام کو بھی ہم سٹڈی یعنے تحقیق کر سکتے ہیں۔ ہم ایمان سے مانتے ہیں۔ کہ الہام ایک چیز یا تاثیر یا ہدایت ہے۔ اسکا پورا بیان ہم نہیں کر سکتے ہم پوری طرح نہیں کہہ سکتے کہ الہام کیا چیز ہے یا کسطرح نازل ہوتا ہے۔ نازل ہوکر وہ ملہم کی ذاتی قوتوں کو کہاں تک بدلتا یا دباتا ہے۔ وہ کیا کیا نشان اپنے ساتھ رکھتا ہے جس سے معلوم ہو جائے کہ وہ فی الحقیقت خدا کی طرف سے ہے۔ اور شیطان کی طرف سے نہیں ✦

ہم فقط اتنا کر سکتے ہیں۔ کہ ایمان سے اسکو تسلیم کر کے سمجھنے کی کوشش کریں۔ اور اسکا اثر اپنی روح پر ہونے دیویں۔ جب اسکا اثر ہماری روح پر پوری طرح ہو چکا اور ہمنے ایک نظر آفتاب صداقت کو اسکے ذریعے سے دیکھ لیا اور ہم کو یقین ہو گیا کہ ہمنے خدا کو دیکھا ہے۔ اسوقت بلا دلیل ہم پر ثابت ہو جاتا ہے کہ بائبل الہامی کتاب ہے۔ اور یہ یقین عین الیقین بلکہ حق الیقین سے بھی دس درجہ زیادہ بلند ہو جاتا ہے۔ اسکا بیان لفظوں میں نہیں ہو سکتا۔ اسکو وہی سمجھ سکتا ہے۔ جو اس درجے کو پہنچا ہے۔ نچلے درجے کے لوگ جھگڑا اور بحث کرتے رہتے ہیں۔ لیکن اس مسئلے کے عارف آرام اور تسلی سے آفتاب صداقت کی شعاعوں میں اپنی روحوں کو گرماتے رہتے ہیں ✦

مسیحی الہام زندگی اور حیات ہے۔ اسلامی الہام کی طرح پتھر نہیں جو آسمان سے گرا ہے اور نہ بڑھتا نہ گھٹتا ہے۔ زندگی بڑھتی گھٹتی ہے پتھر گھٹتا بڑھتا نہیں۔ بائبل حیات ہے وہ زندہ شے ہے۔ قرآن پتھر ہے

ایک نامعلوم راہ

۱- مَیں سفر میں ایک رہ طے کرتا ہوں روز و شباں
کیا خبر لمبی ہے یا چھوٹی۔ یہ ہو کیونکر عیاں
رہ میں ہیں ٹھوکر کے پتھر یا کہ ہے ریگ تپاں
یا کہ گرمی اور دھوپ اس میں ہے اور رہ بے اماں
چونکہ تو ہے پیشوا اے منجی و شاہِ جہاں

۲- بیوفائی اپنی پر نادم ہوں میں اے کردگار
اپنے فعلوں کا بیاں کیونکر کروں میں نابکار
مجھ کو اندیشہ ہے جو مَیں نے کیا ہے بار بار
لیک تو ابر کرم ہے اے مسیح رحمت ببار
چونکہ تو ہے پیشوا اے منجی و شاہِ جہاں

۴- جرم عصیاں سے تو کرتا پاک ہے اے شافی طبیب
تیری رحمت سے نڈر ہوں گرچہ ہے شیطاں رقیب
جمع تیرے انس و الفت کے ہیں دل موتی عجیب
تیری مرضی تیری شیریں گفتگو کر ہو نصیب
چونکہ تو ہے پیشوا اے منجی و شاہِ جہاں

۴- وہ خوشی جس کا مرے سامنے ہے التیام
دیکھ سکتا میں نہیں ہوں اب ہماری انتظام
اور وہ انعامِ اطمینان تیرا فیض عام
تیرہ و تاریک دنیا جب کہ ہو گی بالاتمام
چونکہ تو ہے پیشوا اے منجی و شاہِ جہاں

عمر کے سالوں دنوں کا علم ہے مجھ سے نہاں
بادلوں کے سایہ و تاریک میں ہے کیا نہاں
وحشی و طیور و دام و دد کا رہ میں کیا سماں
یا کہ سبزہ زار ہے اور ہر طرف آبِ رواں
ہے یقیں مجھ ناتواں کا تو ہی ہے منزل رساں

ہے میری رفتار ایسی جس سے ہو انساں کو عار
سب گھٹا ناکامیوں میں وقت میرا بے وقار
شرمگیں منہ ہے میری آنکھیں ہیں پُر اشک سے مجھ
شوق و الفت اپنی مجھ کو بخشدے اے نامدار
ہے یقیں مجھ ناتواں کا تو ہی ہے منزل رساں

تاج بہرِ دوستاں ہے عرش پر تیرے قریب
پر یہی دل میں ہوس ہے لے میرے اعلیٰ حبیب
جس سے تیرے تاج کی زینت ہو اور شانِ عجیب
کہہ کے یہ چپ چاپ بیٹھوں تیری خدمت
ہے یقیں مجھ ناتواں کا تو ہی ہے منزل

رو برو دیکھونگا تجھ کو جب شہِ عالی
ہاں نجات اور فضل تیرا جانتا ہوں
زیست کا پیمانہ ہے میرے لئے
تیرے جلوے سے منور خوب
ہے یقیں مجھ ناتواں کا تو ہی ہے منزل

چوپانی زبور

پہلا باب

مزمور المزامیر

(۲۳ زبور)

اس زبور کو "سام اوف قرون" بھی کہتے ہیں۔ یعنی پانی کی چھڑی جس سے وہ سب دشمنوں کے گلہ بان کا عصا ہے۔ نیز زبور صلیب اور زبور تاج کے درمیان واقع ہے۔ اگر بائیسواں زبور۔ اس گڈریے کی ... طرح جانی ہے اور اگر چوبیسواں اس بڑے گڈریے کی جو پھر آنے والا ہے۔ تو تئیسواں زبور اچھے گڈریے کا بیان کرتا ہے۔ جو اپنے گلہ کی کامل نگہبانی اور کامل حفاظت سے حفاظت کرتا ہے +

وہ کوئی مزدور نہیں کہ اجرت مانگے۔ یا اس کو کچھ حصہ چاہئے۔ بلکہ وہ تو اپنی نگہبانی کو کبھی خیال میں نہیں لاتا ... اپنی ہیں۔ اور اس زبور کے شیریں الفاظ سے ہم کو پتہ لگتا ہے۔ کہ وہ کیسی محبت اور نرمدلی سے اُنکے ساتھ سلوک کرتا ہے +

بعض اس زبور کو مسیحی عقیدہ سمجھتے ہیں۔ ایک دیندار مسیحی کی بابت مجھے کچھ معلوم ہے۔ کہ جب ... والوں سے جو اس محقق زمانہ میں ہر ایک دل اور دماغ کو گھبرا دیتے تھے تنگ آگیا اور اسے زور دیا گیا ... عقیدہ کا اظہار کرے۔ تو اُس نے یہی زبور چمکتی آنکھوں اور رقت آمیز آواز سے سنانا شروع ... جب پورا زبور ختم کر چکا تو کہا کہ یہ ہے میرا عقیدہ۔ نہ میں اور عقیدہ چاہتا نہ مجھے ضرورت ہے۔ ... اپنی ماں سے سیکھا اور گذشتہ ... برسوں میں ہر روز میرا اعتقاد رہا ہے۔ تب بھی میں نے ابھی ... اور صرف اس کے بے انتہا معنوں کے زبانی بیان کرنے سیکھے ہیں۔ اور اس سے ... ضرورت آجائیگی۔ میں یسوع کے فضل سے میں اسے اپنا عقیدہ مانتا رہونگا اور

اس پر یقین کرنے کی کوشش کرونگا اور دعا کرونگا کہ اس کے مطابق اپنی زندگی بسر کروں کیونکہ میں جانتا ہوں کہ وہ مجھے مسیح کی صلیب تک پہنچا دیگا اور صلیب مجھے جلال تک پہنچا دیگی ❖

ہاں یہ گواہی سچی ہے۔ جیسے کوئی ایک انمول جواہر کے بیچ مختلف رنگوں کے چشمے بہتے دیکھتا ہے ایسے ہی جب ہم اس زبور پر غور کریں تو ان چند آیتوں میں جو گو بچپن کی میٹھی باتوں کی طرح سادی لیکن فرشتوں کے گیتوں کی طرح گہری ہیں۔ ہم انجیل کی پوری تصویر دیکھتے ہیں۔ خدا کے فضل کا عکس اس میں یوں پایا جاتا جیسے شبنم کی اوس میں سورج۔ اور وہ باتیں جو نہ کانوں نے سنیں نہ آنکھوں نے دیکھیں اور جو انسانی فہم سے باہر ہیں ۱ کرنتی ۲:۹ ❖ ان الفاظ کو انجیل کی روشنی میں دیکھو تو ہمیں ایک ایسا بیمثال عقیدہ ملجائیگا جسپر تمام مسیحی بلا پس و پیش ایمان لا سکتے ہیں ❖

بعض اس زبور کو ایک سردار مغنی کہتے ہیں جسکے سامنے کتاب کا ایک صفحہ کھلا ہے جس میں ایسا بیان ہے کہ یہ زبور دراز غنی ہے جسے خدا کی طرف سے حکم ملا کہ دنیا میں ادھر اُدھر جا کے اپنے لحن داؤدی کے ایسے سُر گائے کہ جو اُسے سنیں سب اپنے تمام دل توڑنے والے غمونکو بالکلیت بھولجائیں۔ یہ بالکل سچ ہے۔ یہ زبور ایسی میٹھی سُر سے اپنے سرود کی آواز دیتا ہے۔ کہ عام خاص اسکے معنی سمجھ سکتے ہیں یہ ایک ایسا جادو کرتا ہے۔ کہ تمام رنج و الم جو فلاسفی اور اسباب راحت سے رفع نہ ہوں آن کی آن میں دور ہو جاتے ہیں ❖ یہ ابر جیسے خیالوں سے شکوک کی کالی گھٹاؤں اور بھاری غمونکے بوجھ سے جو سمندر کی ریت سے زیادہ ہیں دلوں کو سبکسار کر دیتا ہے۔ اس نے غم رسیدوں کی بڑی بڑی جماعتوں کو تسلی دی ہے ناامیدوں کی فوج کو جرأت دلائی۔ بیماروں کو تسلی اور صحت دی۔ شکستہ قیدیوں کی ملاقات کی اور انکی زنجیروں کو توڑا پطرس کے فرشتے کی مانند قیدیوں کو قید سے باہر لیگیا اور خوشی کے گیتوں کے ساتھ گھر پہنچا دیا۔ اُسنے بستر مرگ پر پڑے ہوئے مسیحیوں کو انکے مالکوں سے زیادہ آزاد بنا دیا۔ اور ... پسماندگان کو جو اپنے عزیزوں کے لئے غم کرتے تھے کہ وہ جلد یا بدیر زیادہ اس لئے کہ ہم بھی رہ گئے تسلی دیتا ہے ❖

ابھی تک اس سردار مغنی کا کام ہو نہیں چکا۔ وہ زمانہ کے آخر تک گاتا رہیگا۔ اور جب تک کہ آخری مسافر گھر میں سلامتی سے نہ آجائے اور زمانہ تمام نہ ہو۔ وہ اپنے پنکھ نہ سمیٹے گا تب وہ خدا کے پاس جہاں سے وہ آیا ہے واپس جائیگا۔ اور وہاں پر اُن گیتوں اور خوشی کے آسمانی راگوں کے ساتھ جو آسمان کو سُریلا بنا رکھتے شامل ہو جائیگا ❖

بعضوں نے اسے قدس الاقداس بھی کہا ہے۔ گو مقدس شہر یروشلم کے بازاروں اور کوچوں میں زندگی کے کاروبار کا شور رہتا تھا۔ یہانتک کہ ہیکل کے صحن میں بھی خرید و فروخت کا بازار گرم رہتا مگر قدس الاقداس

میں عہد کے صندوق کے اوپر کروبین پر پھیلائے رہتے۔ اور وہاں بالکل خاموشی کا عالم طاری رہتا۔ اگر کاہن کو کسی طرح وہاں رہنے کی ہمیشہ اجازت ہوتی تو رہتے اور دنیا کے کاروبار کی تکلیفیں اور سب محنتیں بھول جاتے۔ لیکن چاہئے کہ ہر خاک جلدی اور بے آرام خدا کے وہاں داخل ہونے سے پیشتر اپنے پیراہن اور جوتیاں اتاریں ۔

ایسے ہی یہ زبور ہمارے سامنے ہے دنیا کے لق و دق صحرا میں ایک شیریں چشمہ سخت زندگی کی چڑھائی کی پہاڑی پر ایک آرامگاہ اور دنیا کی دوپہر کی آتشیں دھوپ سے بچنے کے لئے سایہ اور پناہ کی جگہ۔ ہاں یہ چپ چاپ سوچ اور آسمانی دھیان کے لئے ایک خاموش پُر آرام جا ہے ۔

اے تھکے ماندو سب بے آرام اور بوجھ سے لدے ہوئو ادھر آؤ۔ اور اس ٹھنڈی اور تسلی بخش آرام گاہ میں ٹھیرو کہ اسکے میٹھے راگ سنے جاؤ۔ تمہارے ان خیالوں کو دور کریں۔ جو تمہاری سلامتی اور اطمینان میں خلل انداز رہتے ہیں ۔

تم جن کا گڈریا خداوند ہے کیسے مبارک اور سلامت ہو۔ اس کتاب کو تھوڑی دیر کے لئے رکھ دو اور پاک خیال سے اس زبور کو شروع سے آخر تک پڑھو اور دیکھو کیا وہ ایسی پناہگاہ نہیں جس پر زندگی کے طوفان اور باڑیں اور آندھیاں گو کتنا ہی زور کیوں نہ ماریں۔ اسے کچھ نقصان نہیں پہنچا سکتیں۔

مصنف کا بیان اس سوال کی تو ضرورت ہی نہیں کہ یہ کس نے لکھا۔ داؤد کی عبارت ایک ایک فقرے سے ٹپکتی ہے لیکن یہ کہاں لکھا گیا اور اس کے دلکش نغمے انسانی کانوں میں اول کب سنائی دئے؟ کیا یہ بیت لحم کی پہاڑیوں پر جہاں بھیڑیں چرتی تھیں سنا یا گیا؟ کیا یہ پہلے ساؤل کو سنایا گیا؟ شاید ایسا ہی ہو۔ لیکن اس کے مضمون میں ایسی گہرائی۔ قوت اور بلاغت پائی جاتی ہے۔ کہ جسے ایک نوجوان نہ لکھ سکتا بلکہ وہ شخص کہ جسنے اپنے تجربہ اور سخت گناہ کی آزمائشوں سے نیکی کو پایا ہو۔ جس نے اپنی زندگی کے تجربوں سے اس خدا کے چوپانی فضل کو آزما لیا ہو۔ جس کا وہ زمزمہ پرداز ہے ۔

بیشک یہ نغمہ اول اول ضرور اسکے منہ سے نکلا ہوگا۔ جس نے سخت دکھ اور مصیبت اٹھائے جس نے کئی تلخ پیالے پئے ہوں اور جس نے اپنا رستہ لاانتہا مشکلوں میں پایا ہو ۔

کہتے ہیں کہ محمود کے وزیر ایاز نے اپنے محل میں ایک کمرہ اپنے پہلے دنوں کی یادگاری کیلئے علیحدہ

کر رکھا تھا۔ کیونکہ پہلے وہ ایالی تھا پیچھے بادشاہ کی نظر مہربانی سے وزیر بنایا گیا۔ اس کمرہ میں جہاں کوئی فرش نہ تھا۔ اپنی کمبلی اور کونڈی اور عصا رکھے ہوئے تھے۔ اور ہر روز پہلی حالت کی یادگاری کے لیئے وہاں جایا کرتا۔ تاکہ اقبال مندی کے ان امتحانوں سے جو انسان کی حالت پر زہر کا حکم رکھتے یہ عبرت انگیز کمرہ تریاق کا کام کرے +

اسیطرح داؤد بادشاہ داؤد گڈریا کو نہ بھولا۔ اس کے دل میں بھی ایک کمرہ تھا۔ جسمیں وہ پوشیدگی میں جا کے دعا اور دھیان کرتا۔ اسی کمرہ میں داؤد نے یہ زبور لکھا۔ جہاں اسکے بلوغت کا کامل تجربہ لڑکپن کے اسوقت کے خیالوں کے ساتھ ملا تھا۔ جو اُس نے بھیڑیں چرانے میں خرچ کیا۔ جیسے اس زبور میں ایک تاثیر ہے۔ کہ جو اُسے مس کریں۔ اُن کی صحت کے لئے ظاہر ہوتی۔ ویسے ہی اس کی قوت اسمیں ہے۔ کہ اسمیں آدمی کا بہت ہی کم اور خدا کا بہت زیادہ ذکر ہے۔ دیکھو ہر ایک آیت میں یہی ذکر آتا ہے کہ خدا ایک کرتا ہے اور یہ ہی انسانی زندگی کی سچی بنیاد ہے +

کم اعتقادی واقعات کو اپنے اور مسیح کے درمیان ایسے حائل کر دیتی کہ مسیح نظروں سے چھپ جاتا ہے جیسے شاگردوں نے طوفان کے وقت دھند میں کیا اور خوف سے چلا اُٹھے۔ ایمان مسیح کو اپنے اور واقعات کے درمیان کھڑا کرے۔ یہانتک کہ مسیح کی جلالی روشنی سے وہ سب نظروں سے غائب ہو جاتے۔ کم اعتقادی اپنی نگاہ انسان پر اشیاء ممکنات اور واقعات پر لگاتی ہے +

ایمان ان سب کو خیال میں بھی نہیں لاتا۔ اور اپنا وقت اور طاقت انکے ذکر میں ضائع نہیں کرتا۔ ایمان کی آنکھ مضبوطی سے مسیح پر لگی ہے۔ اُسے یقین ہے کہ وہ اس قابل ہے کہ میری ساری ضرورتوں کو پورا کرے اور ساری تکلیفوں اور مصیبتوں میں بیڑا پار لگائے +

اے لرزان دل ادھر آ۔ اور ادھر اُدھر سے نگاہ اُٹھا کے اوپر دیکھ تیری تکلیفیں تیرے غم مصیبتیں اور آزمایشوں کی طرف دیکھنے سے دُگنے ہو گئے ہیں۔ ان سب کو چھوڑ دے۔ دیوار جیلخانہ کی چار دیواری اور پر تکلیف رستہ اور اندھیری وادی۔ اور شیروں اور چوروں کا چرچا چھوڑ اور گڈریا کی محبت اور دانائی اور طاقت پر دھیان کر۔ محبت جسنے اپنے خون سے بھی دریغ نہ کیا۔ طاقت جسنے دنیا کو بنایا۔ دانش جسنے

ستارونکو نام دیا! تمہاری نجات اس پر موقوف نہیں کہ تم کیسے ہو۔ لیکن اس پر کہ تمہارا بچانیوالا کیسا ہے
اس ایک نگاہ کے عوض جو تو اپنے پر ڈالتا ہے۔ مسیح پر دس گنا نگاہ ڈال۔ اب آئینہ میں تکنا چھوڑ اور میں
کو مسیح سے بدل دے۔

اپنے آنسوؤں اپنی ناکامیابی اور اپنے گناہوں کا مجھ سے ذکر نہ کر لیکن مسیح کی کامل طاقت کا بیان کر اور بتا کہ
تیری ضرورتیں اس کی طاقت سے کیونکر پوری ہوئی ہیں۔ وہ پرانا گیت جس سے معلوم ہوتا ہے کہ خدا نے
چوپانی پیا ہیں ہماری ضرورتیں پوری ہو گئیں۔ پھر گا۔ اور جب تو ہنی چین اور بڑے باپ کے زبور کو
پھر گائے۔ تو ہر ایک دہ پر زور دیتا جا۔

مسیحی کا نقش

میتھوڈسٹ فرقہ کے بانی مسٹر وسلی سے کسی شخص نے سوال کیا کہ صاحب! اگر آپ کو معلوم ہو جائے
کہ کل آدھی رات کے وقت آپ کی جان نکل جائیگی تو آپ کیا کرینگے؟ اس مرد خدا نے جواب دیا کہ میں ہی کرونگا
جو میں دل میں مقرر کر چکا ہوں۔ یعنے کل دن بھر متفرق مقامات میں عبادتیں کراؤنگا۔ وعظ کرونگا۔ کلیسیا کے
بزرگوں سے ملاقات کرونگا وغیرہ۔ اور پھر رات کے وقت اپنے بستر پر لیٹ کر سو جاؤنگا۔ اور جلال میں
اٹھونگا۔

ایک یقینی علامت۔ عبادت کے مجمعوں میں ہمیشہ حاضر ہونا دینداری کا نشان ہو یا نہ ہو لیکن ایسے موقعوں کی
نسبت غافل رہنے کا عادی ہونا بے دینی کی علامت ضرور ہے۔

میں چٹان پر ہوں:۔ ایک پادری صاحب اپنی جماعت کی ایک بڑھیا عورت کو جو بستر مرگ پر تھی
دیکھنے گئے۔ اپنی زندگی بھر یہ عورت مسیحی زندگی کا ایک نمونہ تھی اس آخری وقت میں پادری صاحب نے اسکا
ہاتھ پکڑ کر پوچھا کہ اس وقت تمہارا کیا حال ہے؟ اس بڑھیا نے بڑی دھیمی آواز سے لیکن دلی استحکام کے
ساتھ جواب دیا کہ "میں چٹان پر ہوں" (زبور ۴۰/۲)۔

کر رکھا تھا۔ کیونکہ پہلے وہ ایالی تھا پیچھے بادشاہ کی نظر مہربانی سے وزیر بنایا گیا۔ اس کمرہ میں جہاں کوئی فرش نہ تھا۔ اپنی کملی اور کونڈی اور عصا رکھے ہوئے تھے۔ اور ہر روز پہلی حالت کی یادگاری کے لیئے واں جایا کرتا تاکہ اقبال مندی کے ان امتحانوں سے جو انسان کی حالت پر زہر کا حکم رکھتے یہ عبرت انگیز کمرہ تریاق کا کام کرے +

اسیطرح داؤد بادشاہ داؤد گڈریا کو نہ بھولا۔ اس کے دل میں بھی ایک کمرہ تھا جسمیں وہ پوشیدگی میں جا کے دعا اور دھیان کرتا۔ اسی کمرہ میں داؤد نے یہ زبور لکھا۔ جہاں اسکے بلوغت کا کامل تجربہ لڑکپن کے اسوقت کے خیالوں کے ساتھ ملا تھا۔ جو اُس نے بھیڑیں چرانے میں خرچ کیا۔ جیسے اس زبور میں ایک تاثیر ہے۔ کہ جو اُسے مس کریں۔ اُن کی صحت کے لئے ظاہر ہوتی۔ ویسے ہی اس کی قوت ہمیں یہ کہ اسمیں آدمی کا بہت ہی کم اور خدا کا بہت زیادہ ذکر ہے۔ دیکھو ہر ایک آیت میں یہ ہی ذکر آتا ہے کہ خدا کیا کرتا ہے اور یہ ہی انسانی زندگی کی سچی بنیاد ہے +

کم اعتقادی واقعات کو اپنے اور مسیح کے درمیان ایسے حائل کرتی کہ مسیح نظروں کو چھپ جاتا ہے جیسے شاگردوں نے طوفان کے وقت دھند میں کیا اور خوف سے چلا اٹھے۔ ایمان مسیح کو اپنے اور واقعات کے درمیان رکھتا ہے۔ یہانتک کہ مسیح کی جلالی روشنی سے وہ سب نظروں سے غائب ہو جاتے۔ کم اعتقادی کی نگاہ انسان سے خیال ممکنات اور واقعات پر لگاتی ہے +

ایمان ان سب کو خیال میں بھی نہیں لاتا۔ اور اپنا وقت اور طاقت انکے فکر میں ضائع نہیں کرتا۔ ایمان کی آنکھ مضبوطی سے مسیح پر لگی ہے۔ اُسے یقین ہے کہ وہ اس قابل ہے کہ میری ساری ضرورتوں کو پورا کرے۔ اور ساری تکلیفوں اور مصیبتوں میں بیڑا پار لگائے +

اے لرزاں دل ادھر آ۔ اور ادھر اُدھر سے نگاہ اُٹھا کے اوپر دیکھ تیری تکلیفیں تیرے غم مصیبتیں اور آزمایشوں کی طرف دیکھنے سے دُگنے ہو گئے ہیں۔ ان سب کو چھوڑ دے یا در جیلخانہ کی چار دیواری اور پُر تکلیف رستہ اور اندھیری وادی اور شیروں اور چوروں کا چرچا چھوڑ اور گڈریا کی محبت اور دانائی اور طاقت پر دھیان کر۔ محبت جسنے اپنے خون سے بھی دریغ نہ کیا۔ طاقت جسنے دنیا کو بنایا اور اس سے

ستاروں کو نام دیا ! تمہاری نجات اس پر موقوف نہیں کہ تم کیسے ہو۔ لیکن اس پر کہ تمہارا بچانیوالا کیسا ہے اس ایک نگاہ کے عوض جو تو اپنے پر ڈالتا ہے۔ مسیح پر دس گنا نگاہ ڈال۔ اب آئینہ میں تکنا چھوڑ اور میں کو مسیح سے بدل دے ✦

اپنے آنسوؤں اپنی ناکامیابی اور اپنے گناہوں کا مجھ سے ذکر نہ کر لیکن مسیح کی کامل طاقت کا بیان کر۔ درحقیقت تیری ضرورتیں اس کی طاقت سے کیونکر پوری ہوتی ہیں۔ وہ پرانا گیت جس سے معلوم ہوتا ہے کہ خدا کے جیسا کہ بیابان میں ساری ضرورتیں پوری ہو گئیں پھر گا۔ اور جب تو ہرن چین اور تڑپانے کے زبور کو پھر گائے۔ تو پھر ایک دفعہ پر زور دیتا جا ✦

مسیحی کا نرکش

میتھوڈسٹ فرقہ کے بانی مسٹر ویسلی سے کسی شخص نے سوال کیا کہ صاحب اگر آپ کو معلوم ہو جائے کہ کل آدھی رات کے وقت آپ کی جان نکل جائیگی تو آپ کیا کرینگے ؟ اس پر جناب نے جواب دیا کہ میں وہی کرونگا جو فیصل پہلے مقرر کر چکا ہوں۔ یعنے کل دن بھر متفرق مقامات میں عبادتیں کراؤنگا۔ وعظ کرونگا۔ کلیسیا کے بزرگوں سے ملاقات کرونگا وغیرہ وغیرہ پھر رات کے وقت اپنے بستر پر لیٹ کر سو جاؤنگا۔ اور جلال میں اٹھونگا ✦

ایک یقینی علامت۔ عبادت کے مجمعوں میں ہمیشہ حاضر ہونا دینداری کا نشان ہو یا نہو لیکن ایسے موقعوں کی نسبت غافل رہنے کا عادی ہونا بے دینی کی علامت ضرور ہے ✦

میں چٹان پر ہوں :- ایک پادری صاحب اپنی جماعت کی ایک بڑھیا عورت کو جو بستر مرگ پر تھی دیکھنے گئے۔ اپنی زندگی بھر یہ عورت مسیحی زندگی کا ایک نمونہ تھی اس آخری وقت میں پادری صاحب نے اس کا نبض دیکھ پوچھا کہ اسوقت تمہارا کیا حال ہے ؟ اس بڑھیا نے بڑی دھیمی آواز سے لیکن دلی استحکام کے ساتھ جواب دیا کہ "میں چٹان پر ہوں" (زبور ۴۰ : ۲) ✦

ہمارے مشن اور سوسائٹیاں

یوگنڈا مشن

۶

پادریوں کی قدرومنزلت دیکھ کر عرب دل میں بہت جلے۔ یہ معلوم نہیں کہ اس تمام معاملہ سے بادشاہ کی کیا غرض تھی۔ شاید پرانی بدسلوکی کا معاوضہ دینا چاہتا تھا۔ شاید وہ اپنا زور اور طاقت مسٹر گارڈن اور مسٹر واکر کو دکھانا چاہتا تھا۔ لیکن مشن کا کام بالاستقلال جاری رہا۔ اور یوگنڈا کی کلیسیا ترقی کرتی گئی +

موانگا چار برس سلطنت کرچکا تھا لیکن اس عرصہ میں اسنے رعایا کا دل لینے کی کوشش کی۔ سب اس سے نفرت کرتے تھے۔ جو گروہ اس سے خاص کر متنفر تھا۔ متلاشیوں کا تھا۔ اور اس گروہ کو دن بدن ترقی تھی۔ ان میں رومیوں۔ پروٹسٹنٹوں اور محمدیوں کے شاگرد شامل تھے۔ اس گروہ میں کئی زبردست امیر اور اہلکار بھی تھے۔ ان دنوں موانگا کے درباریوں اور افسروں میں کئی پکے مسیحی داخل تھے۔ اسنے کئی دفعہ مسیحیوں کا نام نشان مٹا دینے کی کوشش کی لیکن کامیاب نہوا اور انجیل نے بڑی ترقی کی۔ اب اسنے ان تمام نئے مذہبوں کو نیست و نابود کرنے کے لئے ایک حکمت اور سازش پیدا کی۔ وہ حکمت یہ تھی کہ اسنے ارادہ کیا کہ میں ان سب کو کسی جزیرے میں بھیجدونگا اور کشتیاں واپس منگوا لونگا تاکہ یہ لوگ سب کے سب بھوکے جزیرے پر مر جائیں لیکن یہ سازش فاش ہوگئی۔ اس کے فاش ہوتے ہی سب نے موانگا سے بدلا لینے کا ارادہ کیا۔ مسیحی نہ چاہتے تھے۔ کہ موانگا کو تخت سے اتار دیں لیکن مسلمانوں کی درخواست پر وہ رضی ہو گئے +

اب انتقام کا زمانہ آیا۔ دو فوجوں نے دو طرف سے اسکے محل پر حملہ کیا۔ ایک فوج محمدیوں کی تھی اور اسکے ساتھ

موانگا کا شاہ بھائی کولیوا تھا۔ دوسری فوج مسیحیوں کی تھی۔ لیکن موانگا اپنی عورتوں اور نوکروں کو ساتھ لیکر کسی دوسرے شہر کو بھاگ گیا۔ جب تخت خالی ہوگیا تو کولیوا اسپر بٹھایا گیا۔ بادشاہ کے ماتحت سب سے اعلےٰ عہدہ ایک کاتھولک کو دیا گیا۔ اس سے دوسرے درجہ پر ایک پروٹسٹنٹ مقرر ہوا اسکا نام اپالو تھا۔ اور ۱۸۸۶ء کی اذیت میں بادشاہ کے ہاتھ سے زخمی ہوچکا تھا۔ بعض اور عہدے مسلمانوں کو دئیے گئے۔ سب کو مذہبی آزادی دیگئی +

کئی مسیحی اپنی کمین گاہوں سے نکلے اور مشن ہوس کے گرد ہجوم ہونے لگا مسٹر گارڈن لکھتے ہیں کہ وہ لوگ ہمارے چوگرد مکھیوں کی طرح ہجوم کئے رہتے ہیں۔ اتوار کے روز تین سو آدمی عبادت کے لئے جمع ہوگئے +

لیکن یہ آزادی تھوڑا ہی عرصہ رہی۔ کولیوا اپنے امیروں سے بہت دبتا تھا اور محمدیوں نے فوراً سازش کی۔ یہ لوگ اسبات سے بہت ناراض تھے۔ زیادہ عہدے مسیحیوں کو دئیے گئے۔ اسلئے اُنہوں نے مسیحی مذہب کو بیخ و بن سے اڑا دینے کا ارادہ کیا۔ اس غرض سے اُنہوں نے ایک عجیب کہانی بنائی۔ اُنہوں نے جاکر بادشاہ سے کہا کہ مسیحی آپ کو تخت سے اُتار ایک عورت کو تخت نشین کرنا چاہتے ہیں تاکہ یوگنڈا انگلینڈ کیطرح ایک عورت کا محکوم ہوجائے۔ اسبات کا اتنا اثر ہوا کہ مسیحیوں پر حملہ کیا گیا۔ چند ایک قتل ہوئے اور کئی بھاگ گئے۔ مشنریوں کو بادشاہ نے گرفتار کروالیا۔ اور رومن کیتھولک مشنریوں کے ساتھ ایک جھونپڑی میں جو چوہوں اور پسوؤں سے بھری ہوئی تھی قید کردیا۔ اور جھونپڑی کے چوگرد پہرا لگ گیا۔ پانچ روز یہ لوگ یہاں قید رہے۔ اور جو کچھ کھانا اپنے ساتھ لائے اسپر گذران کرتے رہے۔ پانچویں روز نیا وزیر اعظم جو محمدی تھا اپنی فوج کے ساتھ آیا اور مشنریوں کو انکا مشن ہوس لیگیا تاکہ انکا سب مال ضبط کرلے تمام اشیا لوٹ لیگئیں۔ وزیر کو جو چیزیں پسند آئیں اسنے ان کی گٹھڑیاں باندھ لیں۔ باقی امیروں نے بھی ایسا ہی کیا۔ گارڈن صاحب اپنا مال ضبط کروانے جو گئے تو کیا دیکھتے ہیں۔ کہ انکے مکان کا پہلے ہی صفایا ہوچکا ہے۔ جب لوٹ کا کام پورا ہوگیا تو مسلمانوں نے مشن ہوس کو بالکل توڑ پھوڑ ڈالا +

یہ سب تباہی دیکھکر مشنری اپنی قید کی جھونپڑی کو واپس گئے۔ اور رات وہاں کاٹی۔ دوسری صبح

مسلمانوں نے سب کو باہر نکالدیا۔ اور ہانک کر جھیل پر لیگئے۔ اور مشن کی کشتی پر بٹھادیا۔ جو کچھ باقی تھا اُنہوں نے اب وہ بھی چھین لیا یہانتک کہ مسٹر ڈاکٹر کا کوٹ اور پتلون بھی اتار لیگئے۔ رخصت ہوتے وقت ان کو یہ حکم سنایا گیا:

"دو برس تک کوئی سفید آدمی یوگنڈا میں اپنا منہ نہ دکھائے ہم نہیں چاہتے کہ کشتی پھر یہاں آئے کوئی سفید استاد یہاں تعلیم دینے نہ آئے۔ جبتک کہ ہم نے سب کو مسلمان نہیں کر لیا"

کشتی میں تھوڑے چاول اور گیہوں تھے۔ کا تھولکوں کے پاس تھوڑی کوڑیاں تھیں مصیبت زدہ مشنری روانہ ہوئے۔ لیکن ایک بڑی ناگہانی آفت ان پر پڑی۔ ایک دریائی گینڈے نے نیچے سے آکر کشتی کو ایسی ٹکر ماری کہ کشتی الٹ گئی۔ اور اس میں چھید ہو گیا۔ چند آدمی تیر کر ایک جزیرے میں پہنچے جب انہوں نے کشتی کو دیکھا تو وہ الٹی ہوئی دُور پانی میں نظر آئی۔ اور باقی آدمی اسکو چمٹے ہوئے تھے پانچ ہلاک ہوئے۔ اور باقی بمشکل بچے۔ پانی صاف تھا۔ اور ڈوبی ہوئی چیزیں دکھائی دیتی تھیں تیراکوں نے بڑی کوشش سے اسکو نکالا کشتی کو گھسیٹ کر جزیرے پر لائے تو معلوم ہوا کہ وہ بالکل بیکار ہے۔ اسمیں دو چھید تھے۔ ایک پندرہ انچ سے نو انچ اور دوسرا چھ انچ سے تین انچ۔ ان کی بڑی کوشش سے مرمت کیگئی۔ تیسرے روز یہ لوگ پھر اسی کشتی میں روانہ ہوئے۔ ان کی تعداد چونتیس آدمی کی تھی پندرہ دن کے سفر کے بعد سب کے سب اکیبی کے رومن کاتھولک مشن میں پہنچے۔ دوسرے روز مسٹر گالڈن اور ڈاکٹر بوسمبرد کے مشن میں پہنچے۔ وہاں مسٹر میکے نے ان کا استقبال کیا +

فرائض کی پابندی:- مہم کابل کی لارڈ لارنس بہلی دفعہ رخصت پر انگلستان میں تشریف لے گئے۔ اور وہاں جا کر شادی کی کچھ عرصہ کے بعد ایسا سخت مرض انگیز ہوا کہ ڈاکٹروں نے فتویٰ دیا کہ اب اسکو ہندوستان میں واپس جانے کے ارادے سے دست بردار ہو نا چاہیئے لیکن صاحب موصوف کو اپنی ڈیوٹی پر حاضر ہونیکا ایسا خیال بندھا تھا کہ اُنہوں نے جوابدیا کہ ہندوستان میں رہنا مجھے نصیب ہو یا نہو لیکن میں صرف وہیں جا کر مرونگا +

کلام مقدس میں تلاش کر کے دیکھو ہمارا خداوند کتنی مرتبہ اور کس کس موقعہ پر اپنی نسبت ضرور ہے کا استعمال کرتا ہے +

بشپ فرنچ مرحوم

کی

مختصر سوانح عمری

ٹامس ولپی فرنچ پادری پیٹر فرنچ (واکراوف ہولی ٹرنٹی واقع برٹن اپن ٹرنٹ) کا بڑا بیٹا تھا۔ اس کی والدہ کا نام پینیلوپ ارابلا تھا۔ جو موضع رڈنگ کے مشہور معروف ڈاکٹر ولپی کی بیٹی تھی۔ ٹامس ولپی فرنچ کی پیدائش یکم جنوری ۱۸۲۵ء کے روز ہوئی۔ اسکے والدین متمول تھے اور وہ بچپن سے تہذیب پاکیزگی علم اور دینداری سے محیط رہا۔ اسکا خاندان تمام دنیوی اور جسمانی تکلفات سے آزاد اور اعلےٰ خیالات اور ممتاز ارادوں سے مالامال تھا۔ اسنے پہلے کچھ عرصہ تک رڈنگ میں تعلیم پائی۔ اور بعد ازاں رگبی کے عالیشان مدرسہ کو بھیجا گیا۔ یہاں اس نے مشہور ڈاکٹر ٹامس آرنلڈ اور رٹیٹ سے عمدہ تعلیم و تربیت پائی۔ کلاسیکل علوم میں اسنے یہاں اتنی ترقی کی کہ یونیورسٹی کالج آکسفورڈ میں اسنے ایک وظیفہ حاصل کیا۔ اس وقت اس کی عمر اٹھارہ برس کی تھی۔ جن دنوں میں وہ یونیورسٹی میں تھا۔ کئی مشہور اور حیرت خیز وقوع ہوئے۔ ڈاکٹر نیومن انہیں دنوں میں چرچ اوف انگلینڈ کو چھوڑ کر چرچ اوف روم میں داخل ہوئے۔ ان واقعات کا اثر فرنچ کے دل پر بہت ہوا لیکن اس کی طبیعت میں بڑا استقلال تھا اور وہ تحصیل علوم میں ہمہ تن مصروف رہا۔ ان دنوں میں اس کا اصول یہ تھا کہ جو کچھ تجھے کرنا ہو اُسے اپنی ساری طاقت سے کر۔ فرنچ کی طبیعت نہایت سنجیدہ اور آزاد تھی۔ اور وہ ہر گہرے خیال اور مسئلے کو خوب سوچا کرتا تھا۔ اس کی محنتوں کا نتیجہ یہ ہوا کہ نتیجہ امتحان میں اسکا نام اول درجہ میں رکھ گیا۔ اسکے دو برس بعد اسنے ایک لاطینی مضمون لکھکر ایک مشہور معروف انعام حاصل کیا۔

بعد آرڈینیشن پانے کے اکثر انکا خیال اور امید تھی کہ فرنچ اپنی اعلے دماغی لیاقتوں کو یونیورسٹی
میں صرف کریگا۔ اور کسی اعلے عہدہ تعلیمی کے حاصل کرنے کی کوشش کریگا۔ لیکن بچپن سے اس کی
توجہ مشن کے کام کی طرف رہی تھی۔ لیکن بعض باتیں تھیں جن کی وجہ سے وہ اپنے اس خیال کو فوراً پورا نہ کر سکا
اس کی محبت مس جونسن سے تھی جس کے ساتھ اس کی ملاقات اتفاقیہ ہو گئی تھی۔ اور اسکے دل میں
شادی کا مضبوط ارادہ تھا۔ علاوہ اسکے تمام دوست و احباب کی رائے تھی کہ ایسا عالم اور مہذب
نوجوان یونیورسٹی کے لئے نہایت فائدہ بخش ہوگا۔ والدین سے بھی اس کی بڑی محبت تھی اور ان سے
جدا ہونا بھی آسان نہ تھا لیکن مشنری زندگی کی کشش بھی مضبوط تھی۔ اسکا ایک نہایت عزیز دوست بنام فاکس
ہندوستان میں مشنری تھا اور بار بار اسنے لکھا تھا کہ اپنی بیش قیمت زندگی اور لیاقت کو خداوند کی کلیسیا
کی ترقی میں صرف کرنا سب سے ممتاز اور مبارک کام ہے۔ جب وہ اس کشمکش میں تھا تو بشپ ولبرفورس
کے ایک وعظ نے اس کی مشکل کو آسان کیا۔ بشپ صاحب ممدوح آکسفورڈ یونیورسٹی کے نوجوانوں کی توجہ
مشنوں کی طرف کرتے تھے اور چاہتے تھے کہ بہت سے لائق نوجوان خداوند کی کلیسیا کی خدمت میں اپنی زندگی صرف
کریں۔ یہ وعظ سنکر فرنچ کی مشکل آسان ہوئی۔ اور اسنے اپنے تئیں خدا کے سپرد کیا۔ اسنے چرچ مشنری
سوسائٹی کے پاس عرضی بھیجی۔ انہیں دنوں میں اسکا عزیز دوست فاکس خداوند میں سو گیا اور ایک اور
دوست بنام آرتھرلی جسے فرنچ کیطرح اپنے تئیں مشن کے کام کے لئے خداوند کو دیا تھا۔ ایک حادثہ
میں چوٹ کھا کر مر گیا۔ ان وارداتوں نے فرنچ کے دلی ارادے کو ذرہ بھی کمزور نہ کیا۔ اس کی توجہ آگرہ
کے شہر کی طرف تھی۔ اس کی وجہ یہ تھی۔ کہ اس شہر میں ایک شخص بنام عبدالمسیح نے جو ہنری مارٹن
کا اکیلا مرید تھا اپنی موت تک محنت کی تھی۔ اس کی موت کے بعد آگرہ مشن نے کچھ تنزل کیا اور سوسائٹی
چاہتی تھی کہ اس مشن کو دوبارہ رونق دے۔ اسلئے صلاح ٹھہری کہ آگرہ میں ایک بڑا کالج قائم کیا جائے۔
اس کام کے لئے سوسائٹی نے فرنچ کو مقرر کیا۔ ٹرنٹی کالج ڈبلن کا ایک گریجوایٹ بنام ایڈورڈ کریگ
سٹوارٹ۔ فرنچ کا مددگار مقرر ہوا ؛

آگرہ کا مشن ان دنوں میں کسیقدر بڑا اور مشہور تھا۔ مشن کے متعلق دو تعلیم خانے ایک بچوں

زباندانی کی ان کو خدا کی طرف سے خاص برکت اور لیاقت عنایت ہوئی تھی۔ ہفت زبان پادری کا لقب ان پر بہت صادق آتا تھا۔ گرمی کے موسم میں بھی فرنچ صاحب دن میں دس گھنٹے پڑھتے تھے۔ غیر زبانیں بولنے کی طاقت کا معجزہ گذر گیا اس لئے ضرور تھا کہ انجیل کا وعظ دن میں دس گھنٹے پڑھے ۔

پادری فرنچ صاحب نہ فقط اعلےٰ اردو اور ہندی کی تحصیل میں ہمہ تن کوشش کرتے تھے بلکہ دیہاتی لوگوں کی موٹی زبان کے سیکھنے کی بڑی خواہش رکھتے تھے۔ انکا دل جوش سے موجزن تھا۔ اور وہ چاہتے تھے کہ ادنےٰ اور غریب اور دیہاتی جاہل لوگوں کو انجیل کا مژدہ پہنچائیں۔ اسلئے وہ ان لوگوں سے اکثر باتیں کیا کرتے تھے۔ اور اپنی لیاقت کی آزمائش کرتے تھے۔ انکے کالج میں ڈیڑھ سو طالب العلم جمع ہو گئے اکثر ان کو تنہا کام کرنا پڑتا تھا۔ لیکن بعض انگریز اعلےٰ عہدہ دار گاہے گاہے ان کی مدد کرتے اور ہمدردی ظاہر کرتے تھے۔ بہت انگریز کہتے تھے کہ یہ عالی خاندان اور بڑی یونیورسٹی کا مانا ہوا عالم کیوں اپنی بیش قیمت زندگی اور اعلےٰ لیاقت ان سیاہ فام ہندوستانیوں کے درمیان ضائع کر رہا ہے۔ اور آگرے کے لوگ اس کی محنتوں اور محنت کا کچھ بھی خیال نہیں کرتے۔ پادری صاحب کو ایسی باتیں سُن کر شاید رنج ہوتا ہوگا لیکن جب شہر کے مسلمان بیہودگی اور بے سمجھی سے انپر تمسخر کرتے اور انکے وعظ و نصیحت پر ٹھٹھا کرتے تھے۔ اسوقت ایسا معلوم ہوتا تھا کہ خدا کے سرگرم بندے کا گرم دل سرد ہو جائیگا وہ لوگوں سے کہتے تھے کہ سنجیدگی اختیار کرو اور آنے والے غضب سے بھاگو لیکن لوگ کچھ خیال نہ کرتے تھے

مدت تک کام کا کوئی ظاہر نتیجہ نظر نہ آیا۔ لیکن پادری صاحب کی محبت نے طالب علموں کے دل میں گھر کر لیا۔ اور تھوڑے عرصہ کے بعد اس محبت کا پھل دکھائی دیا۔ پادری صاحب اپنی فرصت کا وقت گاؤں اور دیہات میں وعظ کرنے میں صرف کرتے تھے۔ انکے دل میں بڑی امید یہ تھی کہ ایک ایسا زمانہ آئیگا کہ محمدیوں میں سے سنجیدہ اور خدا ترس اشخاص کے بڑے بڑے گروہ خدا کے بیٹے کو پہچانکر اس پر ایمان لائینگے ۔

پادری فرنچ صاحب نے چھ برس محنت کی تھی جبکہ غدر کا اندوہناک حادثہ ملک کے حکام کے سر پر آ پڑا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ انگریزی سلطنت کی جڑ میں ہل رہی ہیں اور کہ تہذیب علم شائستگی اور

آزادی کی نیو کھود کر پھینک دی جائیگی ۔

غدر سے ایک بڑا سبق جو انگریزوں کو سکھایا وہ یہ تھا کہ ظاہر ہو گیا کہ مذہب مختلف ممالک اور مختلف قوموں کو ملانے کی کتنی طاقت رکھتا ہے۔ قومیت کا خیال آبائی تربیت مختلف قسم کی شائستگی سب اسباب ہیں جو ایک قوم کو دوسری قوم سے جدا کرتے ہیں۔ جسقدر مشرق مغرب سے دور ہے اسیقدر مشرقی خیالات مغربی خیالات سے دور ہیں۔ لیکن ایام غدر میں ثابت ہو گیا کہ مشرق اور مغرب کا فرق مسیح کے نام سے تھوڑے سے پانی سے بالکل دُھل جاتا ہے۔ ایسٹ انڈیا کمپنی کے سامنے ایک بڑی مشکل مہم درپیش تھی۔ خدا نے اپنے خاص انتظام اور مرضی سے دنیا کی کل آبادی کا پانچواں حصہ ایک چھوٹے سے جزیرے کے چند سوداگروں کے قبضہ میں کر دیا تھا۔ ہندوستان کا ملک اپنا علم اپنی خاص زبان اپنی خاص تہذیب اور سوشل انتظام رکھتا ہوا سوداگروں کی ایک کمپنی کے قبضہ میں دفعتاً آ گیا۔ اب ضرور ہوا کہ وہ سوداگر اس کے بڑے قبضے کو اپنی حکومت سے خوش کریں۔ بیرونی انتظام اور مضبوطی کے پیدا کرنے میں وہ کامیاب ہوئے۔ اُنہوں نے لائق اہلکار پیدا کئے۔ جنہوں نے ملک میں سلامتی آزادی اور دلجمعی پھیلا دی لیکن کمپنی کا کام گہرا نہ تھا رعایا کا دل حاکموں کے ساتھ نہ ملا۔ حاکم اور محکوم کے درمیان ایک مذہبی دیوار تھی جسکو کمپنی ڈھا نہ سکی۔ اس کے ڈھانے کی ترکیب آسان تھی لیکن کمپنی نے اسکو اختیار نہ کیا۔ پولوس نے صاف لکھا تھا کہ ”نہ یہودی نہ یونانی“۔ ان الفاظ میں سارا بھید اور ضروری نسخہ تھا۔ لیکن کمپنی نے اسکو منظور نہ کیا۔ اُنہوں نے مسیحی مذہب پھیلانے کی مطلق کوشش نہ کی۔ بلکہ بجائے خود اِس امر میں کوشش کرنے کے ابتدائی مشنریوں کی مخالفت کی۔ لیکن غدر میں دیسی مسیحیوں نے ثابت کر دکھایا کہ ہم ہندوستان میں انگریزوں کے سب سے بڑے دوست اور معاون ہیں ۔

مسٹر ہکس اپنی کتاب میں جو اُنہوں نے غدر کی بابت لکھی ہے پادری فرنچ صاحب کے کام کا یوں بیان کرتے ہیں ”پادری فرنچ کی ہمت اور دلجمعی نہایت حیرت خیز تھی۔ غدر شروع ہوا اور آگرے کا ہر ایک انگریز اپنی تلوار یا پستول کو تھام رہا تھا۔ قندھاری باغ کی سڑک انگریزوں کی گاڑیوں سے بھری ہوئی تھی۔ اور سب پناہ کے لئے بھاگے جاتے تھے۔ شہر کے لوگ بھاگے جاتے تھے اور ناامیدی سے

پکارتے تھے کہ علیگڈھ کے باغی پل پر سے آرہے ہیں۔ شہر کے بدمعاش اپنی مونچھیں اکڑا رہے تھے اور ان کی صورتوں سے دشمنی اور خون ٹپکتا تھا۔ مشن کالج کے باہر ہر قسم کی بدترتیبی اور گھبراہٹ نظر آتی تھی۔ لیکن کالج کے اندر وہ بہادر مشنری دلجمعی کے ساتھ بیٹھا اپنے شاگردوں کو بائیبل پڑھا رہا تھا۔ لہٰذا اس کی بہادری سے اس کے طالب علم بہادر ہو کر تمام سے میٹھے اس کے الفاظ کو سن رہے تھے اور تمام ایام غدر میں وہ وفاداری جو پادری فرنچ صاحب کی محبت نے پیدا کی تھی قائم رہی۔ ہندوستانی اہلکار جن کو بڑی بڑی تنخواہیں ملتی تھیں۔ باغیوں سے جا ملے لیکن گورنمنٹ اور مشن سکول کے طالب علم نہ صرف اپنی جگہ چھوڑ کر نہ بھاگے بلکہ انہوں نے علانیہ پادریوں کی حمایت کی ۔

وہ ایسا ابتری کا زمانہ تھا کہ مشکل کسی پر اعتبار ہو سکتا تھا۔ دیسی سپاہ جن کی تعداد تخمیناً ایک لاکھ تھی باغی ہو رہی تھی۔ اور معلوم نہ تھا کہ انجام کیا ہوگا۔ آگرے کے قندھاری باغ میں سب انگریز جمع تھے۔ اور ایک انگریزی پلٹن بھی تھی۔ شہر کے دیسی مسیحی بڑے خطرے میں تھے اور یہ امر خلاف مصلحت معلوم ہوتا تھا۔ کہ ان کو قندھاری باغ میں پناہ دی جائے بعض انگریز کہتے تھے کہ دیسی عیسائیوں کا کچھ اعتبار نہیں وقت پر یہ بھی باغی ہو جائینگے۔ اور اگر انکو قندھاری باغ سے باہر ہی چھوڑ دیا جائے تو لوگ ان کو اپنے ہموطن سمجھ کر کچھ نقصان نہ پہنچائینگے۔ لیکن پادری فرنچ صاحب نے ان کو پناہ دینے پر نہایت ہی اصرار کیا یہانتک کہ گورنمنٹ نے ان کو قندھاری باغ میں داخل کر لیا۔ دوسرے دن ایک اور مشکل درپیش ہوئی۔ معلوم ہوا کہ سکندرہ کے مسیحی بھی جانو نکے خطرہ میں ہیں۔ انہوں نے پناہ کیلئے درخواست کی۔ یہ درخواست ایک بڑے نازک موقعے پر آئی۔ انگریزوں کی چھوٹی جمعیت باغیوں سے شاہ گنج پر شکست کھا کر اور اپنے زخمیوں کو ساتھ لے کر واپس آرہی تھی۔ لیکن ملک باغیوں سے بھرا ہوا اور ہمیں کچھ شک نہ تھا کہ رات بھر میں سب دیسی مسیحی قتل کئے جائینگے۔ اس خطرے کو دیکھ کر پادری فرنچ صاحب پھر دیسی مسیحیوں کی حمایت و سفارش میں کمربستہ ہوئے۔ افسر اعلیٰ نے زبانی حکم دیا کہ سکندرہ کے مسیحی قلعے میں داخل کر لئے جائیں لیکن پہرہ دار افسر دل نے زبانی اجازت کا یقین نہ کیا۔ اور تحریری حکم طلب کیا۔ اس کے حاصل کرنے کے لئے وقت نہ تھا۔ اور افسر کی تسلی نہ ہوتی تھی

فارس کے مشنوں کی خبر لیں۔ بشپ صاحب کو ان مشنوں سے خاص دلچسپی تھی۔ ۱۸۸۴ء میں انہوں نے درجۂ اسقفی کو استعفا دیا۔ اور پنجاب سے روانہ ہوئے تاکہ کوہ لبنان میں جا کر آرام کریں۔ بغداد کی راہ سے بیروت پہنچے۔ یہاں پہنچ کر کچھ عرصہ ٹھہرے۔ اور مسس موٹ کے سکول کے کام میں مدد کرتے رہے۔ ان کے پاس روپیہ بہت کم تھا۔ لیکن اس تھوڑے میں سے بھی وہ مسس موٹ کی مدد کرتے رہے۔ وہ لکھتے ہیں۔ میں اپنے قلیل روپیہ سے اس کی امداد کرتا ہوں۔ کیونکہ میری آمدن کا زیادہ حصہ ہندوستان چلا جاتا ہے۔ میں ایک ترجمان کو اپنے ساتھ رکھتا ہوں جو میرا کھانا بھی پکاتا ہے۔ اور ایک غریب بیوہ میرا کھانے کا برتن دھوتی ہے۔ اس طرح کچھ روپیہ بچا لیتا ہوں۔ مشرقی مسیحیوں کی بُری حالت دیکھ کر بشپ صاحب کا دل بہت رنجیدہ ہوتا تھا۔ وہ لبنان کے ایک شہر بنام بعمانا میں رہتے تھے۔ اور عربی بولنے کی کوشش کرتے تھے۔ اور فرصت کے وقت آس پاس کے گاؤں اور رہبانخانوں میں جاتے تھے۔ ان کا دل اس خیال سے بھرا تھا کہ ان علاقوں میں انجیل کی سچائی کا جھنڈا کھڑا کیا جائے۔ اور اس خواہش کو پورا کرنے کے لئے اپنی ضعیفی میں عربی بولنا سیکھنے کی کوشش کر رہے تھے ۔

اس کے بعد بشپ صاحب ڈیڑھ برس انگلینڈ میں رہے۔ لیکن وہاں ان کو صبر نہ آتا تھا۔ وہ پھر روانہ ہوئے تاکہ عربوں کے درمیان اپنی زندگی کا تھوڑا سا بقیہ صرف کر کے اپنی ہڈیوں کو قربانی کے طور پر ان کی زمین میں دفن کریں۔ اس وقت انکی عمر چھیاسٹھ برس کی تھی۔ وہ چاہتے تھے کہ عربی کا علم جو انہوں نے حاصل کیا تھا ضائع نہ ہو۔ انکا خیال تھا کہ مسقط کی طرف سے اسلام پر حملہ کرنا اچھا ہو گا۔ یوگنڈا کے مشہور مشنری میکے کی رائے تھی۔ کہ مسقط کے عرب باقی عربوں کی نسبت اچھے ہیں۔ بشپ صاحب نے ارادہ کیا کہ اکیلے جا کر وہاں کام شروع کریں۔ وہ پہلے ٹیونس گئے۔ وہاں سے کیروان کا سفر کیا یہاں ٹھہر کر انہوں نے ایک مشہور ولی بنام عبدالقادر کی تصانیف کا مطالعہ کیا۔ کیروان سے بشپ صاحب مسقط پہنچے۔ اس آخری سفر میں دہلی کے پادری میٹلنڈ صاحب مرحوم انکے ہمراہ تھے۔ پادری میٹلنڈ صاحب کو اِن سے جدا ہوئے دو مہینے ہی گذرے تھے۔ کہ بشپ صاحب کے انتقال کی خبر آئی ۔

بادلوں کے اوپر

(غمزدوں کے لئے ایک رویئت)

گرمی کا موسم تھا۔ سورج آسمان سے آگ برسا رہا تھا۔ در و دیوار آتش فشاں تھے مقیاس الحرارت میں پارہ کھول رہا تھا۔ لو کے مارے حیوانات کا ناک میں دم تھا۔ اور نباتات مرجھائی ہوئی تھی۔ برسات کی آمد آمد گاہ بگاہ خشک بدلیوں کی صورت میں نمودار ہوتی تھی۔ اور ایک عالم دست بدعا تھا کہ بارش ہو تو سختی کٹے۔ ایک روز ناگاہ کالی بدلیوں نے آسمان کو گھیر لیا۔ بارش کی صورت نظر آنے لگی۔ اور میرے دل کی حالت بھی موسم سے مشابہ تھی۔ کیونکہ قاعدہ ہے کہ انسان کا دل موسموں اور دنوں کی طرح سدا متغیر رہتا ہے۔ اس وقت میرے دل کی فضا پر بھی کالے بادل جھوم رہے تھے۔ یکایک کیا دیکھتا ہوں کہ میں زمین سے بادلوں کی طرف پرواز کر رہا ہوں۔ اول اول تو مکڑی کے جالے سے میرے پاؤں میں پھنسنے لگے جو مجھے اڑنے سے روکتے تھے لیکن میں کو بمشکل چھوڑ کر سیدھا بادلوں کے رخ بڑھتا گیا +

ہنوز تھوڑی ہی مسافت طے کی تھی کہ بعض بلند پرواز جانور اپنے ہلکے اور مضبوط پروں کو پھیلائے ہوئے مجھے ملے۔ مجھے ایک غیر معمولی پرند تصور کر کے میرے چاروں طرف جمع ہو گئے۔ چونکہ مجھ کو بھی دور جانا تھا میں نے ان کی سب باتوں کا جواب دینا ضرور نہ سمجھا فقط اتنا کہکر آگے بڑھا کہ میں ہر روز تمہارے آسمانی پروازکو دیکھ دیکھ کر آہ بھرا کرتا تھا کہ کاش میرے بھی تمہارے سے پنکھ ہوتے تو میں رنج و غم کی زمین سے اڑ کر ایسی بلندی پر جا رہتا۔ جہاں آسمانی خیالات میں مگن رہتا۔ بارے آج یہ موقع نصیب ہوا مجھے ان بادلوں کے اوپر جانا ہے اسلئے میں زیادہ ٹھیر نہیں سکتا +

مجھے اپنے منزل مقصود تک پہنچنے میں بہت تھوڑا وقت صرف ہوا۔ بادلوں کے اوپر کے نظارہ کو دیکھ کر میں حیران اور ششدر رہ گیا۔ جو بادل سیاہ اور تاریک معلوم ہوتا تھا اب دوسری جانب سے ایک نورانی چادر نظر آنے لگا۔ میری حیرت فزوں ہوئی تھی کہ میں نے نظر اٹھا کر ایک آسمانی مخلوق کو دیکھا جسنے اپنے بازو بادل کے اوپر پھیلائے ہوئے تھے وہ کبھی اس بدلی کو دیکھتا کبھی اس بدلی کو اس کنارے سے اس طرف پکڑ کر لیجاتا۔ میں نے

بجے لوگ سے دریافت کیا کہ کیوں صاحب! آپ کون ہیں۔ اور آپ کا یہاں کیا کام ہے؟ اس مخلوق نے مجھے ہراساں دیکھ کر کہا کہ میں ایک فرشتہ ہوں مجھ کو باری تعالےٰ نے بادلوں پر اختیار دے رکھا ہے اور اس وقت میں خاص تمہاری خاطر اس طرف آیا ہوں۔ خاطر جمع رکھو ✦

میں۔ آپ کب سے اس خدمت پر مامور ہیں۔ اور بادلوں کے متعلق آپ کو کس قسم کا کام کرنا پڑتا ہے؟

فرشتہ۔ شاید تمہیں یاد ہوگا کہ اول زمین سے بخار اُٹھ کر زمین کو سیراب کیا کرتا تھا۔ اس وقت کوئی نباتات یا سبزی نہ تھی۔ جب آدم کی پیدائش کے بعد زمین کے مختلف حصوں میں مختلف درجوں کی سیرابی کی ضرورت ہوئی اُسی وقت سے میں اس خدمت پر مقرر ہوں۔ حسب ضرورت بارش کو تقسیم کرتا ہوں ✦

میں۔ یہ میری سمجھ میں نہیں آیا۔ کیا ہواؤں کے سلسلے بادلوں کی تحریک اور تقسیم کے لئے کافی نہیں؟

فرشتہ۔ ہاں بے شک وہ خدا کے ہاتھوں میں ہتھیار ہیں۔ خدا اپنے قوانین کو اپنے ارادے پورا کرنے کے کام میں لاتا ہے مثلاً جب بدی دنیا میں بہت بڑھ گئی۔ تو خدا نے مجھے ہدایت کی کہ قوانین فطرتی کے مطابق ایسی بارش برسا کہ آباد علاقوں میں انسان اور حیوانات سب فنا ہو جائیں۔ چنانچہ چالیس روز کی بارش نے زمین کو ویران کر دیا۔ اسیطرح ایلیاہ نبی کے وقت تین سال تک بادل رکے رہے اور آخر بموجب ارشاد میں نے بحیرہ شام پر بادل جمع کر کے فلک پر مینہ برسایا۔ اور اب بھی مختلف ہواؤں کے ذریعہ مختلف علاقوں میں پانی تقسیم کر رہا ہوں ✦

میں۔ تب تو ہر وقت بادلوں پر آپ کی موجودگی ضروری ہے۔ کیا آپ ہی ہمارے خداوند کے صعود کے وقت بدلی کو لے کر حاضر ہوئے تھے؟

فرشتہ (مسکرا کر) میں خداوند کے استقبال کے لئے ضرور حاضر تھا لیکن وہ بدلی ہوائی بخارات سے بنائی نہ گئی تھی۔ آسمانی ملایک کی گروہ زمین پر سے ایسی نظر آئی ہوگی جس کو بدلی سے امتیاز کرنا محال تھا۔ شاید تمہیں یاد ہوگا کہ خداوند پھر ویسے ہی بادلوں پر آنے والا ہے ✦

میں فرشتہ کی گفتگو سے حیران تھا۔ کہ اتنے میں بجلی چمکی اور گرج کی آوازیں شروع ہوئیں۔ فرشتہ نے میرے چہرہ سے معلوم کر دیا کہ میں [illegible] سے ڈر رہا ہوں۔ اور مجھ سے یوں کہنے لگا۔ کہ مت ڈرو۔ یہ محض ہوا اور پانی کا کھیل ہے۔ کیا تم بھول گئے ہو۔ کہ گلیل کے سمندر پر خداوند نے کیونکر ہوا اور پانی

کوہ اشتالامد دہ آپکے حکم کے تابع ہؤا (زبور ۱۰۴/۲۵) ۔

میں ۔ آپ بہت درست فرماتے ہیں لیکن آپ آسمانی مخلوق ہیں ۔ اور میں زمینی ہوں ۔ میری سرشت کمزور اور میرا دل ڈرپوک ۔

فرشتہ ۔ اگر دل میں خدا کے اطمینان کا تسلط ہو تو کیا مجال ہے کہ ہزار بجلی اور گرج سے انسان ہراساں ہو جائے ۔

میں ۔ کیا آپ نے کسی ایسی مخلوق کا مشاہدہ کیا ہے جو ایسے وقت پر خائف نہ ہوا ہو ؟

فرشتہ ۔ ہاں دیکھو جس وقت کوہ سینا پر بادل جھوم رہے تھے اور بجلیوں کا چکر بند ہا تھا ۔ پہاڑ گرج کی آواز سے کانپ رہا تھا اور نرسنگی کی آواز بلند ہو رہی تھی ۔ اس وقت موسیٰ خدا سے ہمکلام ہوا اور خدا نے اُسے جواب دیا (خروج ۱۹/۱۹) ۔

اسطرح کلام کرتے کرتے بہت دیر گزر گئی اور جب میں نے اِدھر اُدھر نگاہ کی تو ایک گردا ایک نہایت خوبصورت رنگین حلقہ پھیلا ہوا دیکھا ۔ میں نے فرشتہ سے دریافت کیا کہ صاحب! میں کسی جادو میں تو نہیں پھنس گیا کہیں اس خوبصورت دام کے حلقہ میں مجھ پر کوئی آفت نہ آ جائے ۔

فرشتہ ۔ یہ حلقہ جس نے تیرے منہ سے نا امیدی کے کلمات نکلوائے ہیں حقیقت میں ایک اُمید کا نشان ہے اسکو خدا نے نوح کے طوفان کے وقت ایک عہد کے طور پر مقرر کیا تھا کہ پھر زمین پر انسان پانی کے طوفان سے ہلاک نہ ہونگے ۔

میں ۔ قوس قزح کو تو میں بخوبی جانتا ہوں لیکن ایسے شوخ رنگوں کا کامل حلقہ میں نے کبھی نہیں دیکھا اور اس کی یہاں کیا ضرورت ہو سکتی ہے ؟

فرشتہ ۔ یہ حلقہ ہمیشہ یاد دلانے پر موجود رہتا ہے ۔ کیونکہ اِسکا مدعا یہ ہے کہ یہ عہد ہمیشہ خدا کے سامنے رہے ۔ یہی انسان کی تسلی کا باعث ہے ۔

میں ۔ تو کیا آپ کا مطلب یہ ہے کہ یہ رنگوں کا حلقہ خدا کے لئے ہے ہمارے لئے ضرور نہیں ؟

فرشتہ ۔ ہاں ۔ خدا کے عہد ہمیشہ خدا کے سامنے موجود ہیں یہی منوّر رنگوں کا حلقہ خدا کے تخت کے گرد بھی پھیلا ہے جسکو

لیکن روز اپنی آنکھ سے دیکھیگا (مکاشفات ۲۲) اگر یہ ہمارے لئے ہوتا تو ہمیشہ بدلیوں میں دکھائی دیتا۔ اور اگر طبعی باعث پر غور کرو تو اسکا بادلوں کے اوپر ہمیشہ موجود رہنا ضروری ہے ✦

ہم اِس قسم کی اور بہت سی باتیں کرتے رہے اور اِدھر اُدھر مختلف علاقوں کو دیکھتے رہے۔ جہاں بارش کی ضرورت ہے اور جہاں کبھی ضرورت نہیں تھی بالآخر سورج غروب ہونے کا وقت آپہنچا۔ جسوقت آخری کرنوں نے اُس سفید بخارات کے فرش پر جھلک ڈالی تو ایسا عجیب نظارہ تھا کہ میں بیان نہیں کرسکتا۔ اسوقت بے اختیار میرے مُنہ سے نکلا کہ اے رحمتوں کے بانی تیری صنعتیں کیا ہی عجیب ہیں ✦

فرشتہ۔ یہ ہمارے لوگوں کی موت کے مشابہ ہے۔ یہاں اِدھر کے علاقوں میں سورج ہمیشہ اِسیطرح غروب ہوا کرتا ہے ✦

میں۔ تو صاحب! وہ ملک کیسا عجیب ہوگا جسمیں سورج غروب ہی نہیں ہوتا ✦

فرشتہ۔ تو ابھی اِن باتوں کو بخوبی نہیں سمجھیگا۔ اِس لئے ناحق سر دردی فضول ہے۔ اب اندھیرا ہوا میں تجھے آسمانوں کی خوبصورتی دکھاؤں یہاں بادلوں کے اوپر اُن کی نسبت اتنے زیادہ قابل دید ہے۔ جب میں نے اوپر نگاہ کی تو چاند کو ایک عقد کیطرح نہایت روشن اور ٹمٹماتے ہوئے ستاروں سے آسمانوں کو مرصع پایا۔ اُنکی خاموش خوبصورتی دل کو کیسا لبھاتی تھی

فرشتہ۔ یہ سب بے شمار ستارے اپنے اپنے حلقوں کے اندر ہیں اور اپنے مقررہ راستوں پر متحرک ہیں۔ نہ اُنکے متعلق سیارے نہ یہ خود کبھی اپنی رفتار سے منحرف ہوتے یا ایک دوسرے سے ٹکراتے ہیں۔ سب خدا کے حکم اور انتظام کے پابند ہیں جب خدا کوئی راستہ مقرر کرتا ہے وہ سب سے بہتر ہوتا ہے ✦

میں۔ بیشک یہ بڑی تسلی کی بات ہے کہ جس نے اِن بیشمار ستاروں کے لئے راستے مقرر کئے ہیں۔ وہ ہمارے لئے بھی راستے تیار کرتا ہے۔ اُس کی مرضی پر چلنا کیسا خیر ہے!

فرشتہ۔ پھر غور کر کہ اِن کثیر التعداد اجرام میں سے خدا کسی کو نہیں بھولتا۔ یہ سن کر میرا چہرہ بشاش ہو گیا۔ اور میں بے اختیار بول اٹھا کہ تب تو وہ مجھے بھی کبھی نہ بھولیگا ✦

پھر مہتاب کے نمودار ہونیکا وقت آپہنچا۔ اور تاریک بادل جو گاہ بگاہ بجلیوں سے منور ہو جاتا تھا۔ اب چاند کی میٹھی روشنی میں عجیب کیفیت دکھانے لگا۔ وہ ایسا عجیب و مہیب منظر تھا کہ خواہ مخواہ طبیعت خدا کی ثنا خوانی کی طرف رجوع ہو جاتی تھی فرشتہ بیشتر ہی گمن ہو رہا تھا اُسکو ایک اشارہ ہی درکار تھا۔ آن کی آن میں ایک بڑی گروہ ملائک کی آسمان سے آموجود ہوئی۔ اور سب نے ملکر خدا کی حمد کے گیت عجیب شیریں سُروں سے گائے۔ پو پھٹنے تک نغمہ سرائی کا عالم رہا۔ میرے دیکھتے ہی دیکھتے بلبلوں کے گروہ کی طرح فرشتے میری نظروں سے غائب ہو گئے۔ اور میں اکیلا کھڑا رہ گیا۔ صبح کو جب واپس آیا تو زمین کو سیراب و شاداب پایا ✦

پنجاب رلیجس بک سوسائٹی کی نئی کتابیں

مسیح کا نمونہ - ڈاکٹر سٹاکر صاحب کی مشہور کتاب - اماگو کرسٹی کا ترجمہ - سُلف کور - صفحہ ۳۲۰ - قیمت ۸ر - کپڑے کی جلد ۱۲ر +

حکائت برفستان - صفحہ ۱۰۰ - باتصویر ۴ر +

بشپ کرودر کی سوانح عمری - صفحہ ۷۶ - قیمت ۲ر +

صفائی کی ضرورت - صفحہ ۱۶ - قیمت ۳ پائی +

تعلیم درتعلیم - حصہ اول - ترمیم شدہ - صفحہ ۱۴۴ - قیمت ۴ر +

ہمارے اکثر احباب مسیحی کے دلچسپ مضامین پر آرزومند ہیں کہ یا تو یہ رسالہ مہینے میں دو بار نکلا کرے - ورنہ اس کا حجم دگنا کردیا جائے - لہذا ہم ان صاحبان کی خدمت میں عرض کرتے ہیں - کہ اگر ہم کو شروع سال ۱۸۹۷ء سے پانسو اور خریدار مل جائیں - تو ہم اسی قیمت پر رسالہ کا حجم قریباً دگنا کرسکینگے ! خاص صورتوں میں خاص لوگوں سے ہم کچھ رعائت کرنے کو بھی تیار ہیں - اور جو صاحب پانچ خریدار پیدا کریں - اُنہیں ایک کاپی مفت نذر ہوگی +

منیجر - مسیحی - امرتسر

مسیحی کا سفر - بنین صاحب کی کتاب مسیحی مُسافر کے پہلے حصہ کا نیا ترجمہ - صفحہ ۲۰۸ - قیمت ۲ر - باتصویر رنگین ۳ر +

حق تعالےٰ کے بیٹے - بنٹے کے غلام - صفحہ ۲۸ - قیمت ۳ پائی +

پرستش حیوانات - صفحہ ۱۶ - قیمت ۳ پائی +

گنیش کی حکائت - صفحہ ۱۶ - قیمت ۱ پائی +

THE "MASIHI"

Is a monthly Urdu Magazine published at Amritsar. It is purely an Indian paper without regard to denomination or sect and is solely under the management of Indian Christians. The following are the chief objects aimed at by the Magazine:—

(1). The publication of useful expository essays on Christian Life.

(2). The inculcation of sound methods of devotion and the study of the Word of God.

(3). To promote Christian Unity by publishing accounts of different Christian Missions and Associations.

(4). To publish biographical sketches of eminent Christian workers in every department of life.

(5). As far as possible to express correct opinions as regards the Organization of the Indian Christian Church. Also to publish useful and practical articles on the Political and Social needs and conditions of Indian Christians.

We also beg to draw the attention of our brethren to the fact that the "Masihi" always contains translations from many well known books by eminent Theologians. It is time for the small Indian Church to begin searching into the depths of the Faith for themselves with the help of the writings of those who have spent their lives in the study of the Word of God.

The success already achieved by the "Masihi" proves conclusively that it has undoubtedly supplied a felt need. The Editors, therefore, beg to commend the "Masihi" to the attention of all Indian Christians with the hope that they will extend their patronage and help it in every way to fulfil its aim and object.

All information will be supplied by the Manager, "Masihi," Amritsar.

Subscription Re. 1-8-0 per annum in advance.

CONTENTS.

مسیحی

یکم جنوری سنہ رواں سے ایک ماہواری رسالہ بنام مسیحی شہر امرتسر پنجاب سے جاری کیا گیا ہے۔ اس کی اشاعت کے اغراض مندرجہ ذیل ہیں +

اولاً۔ مسیحی زندگی کے اندرونی مشاہدات کرنا +

ثانیاً۔ کتاب مقدس کی تلاوت اور دعا کے لئے تحریک +

ثالثاً۔ مسیحی ممالک اور انجمنوں اور مشنوں کے حالات درج کر کے مسیحی یگانگت کو قائم کرنا اور پھیلانا +

رابعاً۔ نامی مسیحی کارندوں کی سرگذشتیں چھاپنا +

خامساً۔ جہانتک ممکن ہو مسیحی کلیسیا کی ملکی اور اخلاقی حالت اور عام انتظام کے متعلق رائے کا ظاہر کرنا +

مسیحی کلیسیا کی موجودہ حالت سے ثابت ہوتا ہے۔ کہ اِس رسالے نے ایک بہت بڑی ضرورت کو رفع کیا ہے۔ اور جقدر اور منزلت اس نے ایک قلیل عرصے میں حاصل کی ہے اس سے ظاہر ہے۔ کہ یہ رسالہ دلچسپ و مفید ثابت ہُوا ہے +

فی الحال اس کی ضخامت ۳۲ صفحے کی رکھی گئی ہے۔ اور قیمت برائے نام ایک روپیہ رسالانہ محصولڈاک سب کو معاف۔ نمونہ کا پرچہ پتہ ذیل پر درخواست کرنے سے ملسکتا ہے +

منیجر۔ مسیحی امرتسر

نمبر دہم　　اکتوبر سنہ ۱۸۹۶ء

فہرست مضامین

مفید عام پریس لاہور

رسید زر

ڈاکٹر محمد علی زبیر - نارووال - - - - - - ڈیڑھ روپیہ

دیوان صاحب دیال - جنڈیالہ - - - - - - ڈیڑھ روپیہ

پادری ای کارفیلڈ - بٹالہ - - - - - - ڈیڑھ روپیہ

مس مین - بٹالہ - - - - - - ڈیڑھ روپیہ

پادری دھرم داس ٹپی لاہور - - - - - - ڈیڑھ روپیہ

پادری فتح مسیح - فتحگڈھ - - - - - - ڈیڑھ روپیہ

چودھری لبیارا - بٹالہ - - - - - - ڈیڑھ روپیہ

بابو سلطان احمد - انبالہ - - - - - - ڈیڑھ روپیہ

سی - ایچ - جینا - سہارنپور - - - - - - ڈیڑھ روپیہ

بابو ایچ - دانیال - ڈونٹی کالج لاہور - - - - - - ڈیڑھ روپیہ

پادری ای - اے - کاسٹن لاہور - - - - - ایک روپیہ

مسٹر آر - ایچ - دانیال - کلمین - - - - - - ڈیڑھ روپیہ

مس ایف - ایم - رئیڈ - نیروڈی - - - - - - ڈیڑھ روپیہ

کرنیل سیج - دھرمسالہ - - - - - ۴ روپیہ بابت دسمبر ۱۸۹۷ء

مس کورڈیل - سرنگر - - - - - - ڈیڑھ روپیہ

پادری ڈی - ریوی - دردھا - - - - ساڑھے چار روپیہ بابت دسمبر ۹۸ء

سی - وتھ - ٹلر صاحب - پشاور - - - - - - ڈیڑھ روپیہ

مسیحی

اکتوبر ۱۸۹۶ء

ہندوستان میں مسیحی مذہب

بقول اخبار نیو ایج اس وقت انگلستان میں قریباً تین سو ہندوستانی جوان مختلف علوم و فنون کی تحصیل میں مشغول ہیں جو انگلینڈ اور ہند کے تعلقات کو نہایت دلچسپی سے دیکھتے اور اکثر اسی کے متعلق بحث کیا کرتے ہیں۔ انہیں سے بعض نے مل کر ایک کرسچن ایسوسی ایشن قائم کی ہے۔ اس ایسوسی ایشن کے حالات اور مقاصد ہم ماہ اگست کے پرچہ میں درج کر چکے ہیں۔ اس کے آنریری سکرٹری ڈاکٹر مہدی محمد صاحب ہیں جو آج کل اشرف الفنون مشنیہ کی ترویج اور تکمیل شہر لنڈن میں کیا کرتے ہیں۔ صاحب موصوف اعلیٰ درجہ کے تعلیم یافتہ ہیں اور موجودہ ہندوستانی کلیسیا کے حالات سے بخوبی واقف معلوم ہوتے ہیں۔ آپ نے اڈیٹر اخبار نیو ایج کے ساتھ گفتگو کرتے ہوئے فرمایا کہ مسیحی مذہب نے ہندوستان کے مذاہب کو صدیوں کی نیند سے بیدار کیا ہے۔ اور ہر قسم کی عمدہ حرکتیں اور آزادی عطا کی ہے خواہ مشن کے طریقے ناکامیاب ہوئے ہوں لیکن یسوع مسیح کا مذہب کبھی ناکامیاب نہیں رہیگا۔

ہندوستان کے پرانے مذہبوں کے بارے میں آپ نے فرمایا کہ اگرچہ عوام اب تک تعصب میں ڈوبے پڑے ہیں۔ اور ذات پات کے نفرتوں میں مبتلا ہیں لیکن بڑے بڑے شہروں میں نئی روشنی کے تعلیم یافتہ اپنے قدیم مذاہب کو از سر نو زندہ کرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ پھر بجواب اس سوال کے کہ موجودہ اصلاح کنندوں کا مسیحی مذہب کے ساتھ کس قسم کا تعلق اور برتاؤ ہے آپ نے فرمایا کہ غیر مسیحی مذاہب مثلاً برہمو سماج وغیرہ کو حقیر نہیں سمجھنا چاہئے۔ ایک صرف کوئی ایسا مذہب جو محض خیالات پر مبنی ہو ہندوستان کے لوگوں کے لئے تسلی بخش نہیں ہو سکتا۔ اول گناہ کی پہچان اور لیکن نجات ہند کی ضرورت محسوس ہونی چاہئے۔ اور یہ ضرورت فقط مسیحی مذہب پوری کرتا ہے۔ دوسری طرف یہ بھی قابل غور ہے کہ مغربی سانچوں میں ڈھلا ہوا مسیحی مذہب کبھی ہندوستان میں جڑ نہیں پکڑیگا۔ جن لوگوں کا مذہب صدیوں سے ان کے رگ و ریشہ میں دو ہزار سال سے اثر کر رہا ہے۔ وہ ایک نئے مذہب کو نئے لباس میں دفعتاً قبول نہیں کر سکتے۔ مسیحی مذہب کا قیام اسی صورت میں ممکن ہے کہ وہ ہندوستان میں سے جاری ہو اور باشندوں کی طبیعت اور خو بو کے مطابق اس کا رواج ہو۔ فی الحال جو مذہب سچائی اور راستی کی جستجو میں ہیں ان کو عزت اور ہمدردی کی راہ سے دیکھنا چاہئے کیونکہ ممکن ہے کہ وہ مسیحی مذہب تک پہنچنے کیلئے زینہ کا کام دیں۔

ہندوستانی مسیحیوں کی موجودہ حالت کی نسبت آپ نے فرمایا کہ بلحاظ تعداد ہندوستانی مسیحی آٹھویں نمبر میں ہیں جنمیں سے زیادہ حصہ غریب لوگ ہیں اور قریب الختم فیصدی ناخواندہ ہیں باوصف اس کے انکو اپنے رشتہ داروں کے طعن و تشنیع کی برداشت کرنی پڑتی ہے اور اکثر مشنری صاحبان انکی نسبت بے پرواہ ہو جاتے ہیں مشنریوں کی محنت کے حاصل کو تعلیم دینے کی کوئی فکر نہیں کیجاتی مشنریوں کے سکولوں اور کالجوں میں مسیحی طلباء خال خال ہی نظر آجاتے ہیں اس طور پر چاروں طرف سے ان پر سختی ہی سختی ہے۔ اس پر طرہ یہ کہ مغربی مسیحیت کی فرقہ بندی کی بلا سر پر ٹوٹ پڑی ہے جس سے حالات اور بھی ابتر ہو گئے ہیں۔ باوجود ان تکالیف اور رکاوٹوں کے یہ بہت جلد روز افزوں ترقی کر رہا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ مسیحیوں کی اس ابتر حالت کا تدارک یہی ہے کہ تم لوگ ہندوستان کے لوگوں کے ساتھ یگانگت پیدا کرو۔ اور محبت اور ہمدردی سے ان پر ظاہر کرو کہ تم ان کی بہتری کے خواہاں ہو تمام ہندوستانی مسیحیوں کے پایہ کو بلند کرو اور ان کی اولاد کو تعلیم دو۔ کیونکہ ہندوستان کو مسیحی بنانے میں یہی جوان ہراول کا کام دینگے ہندوستانی کلیسیا کا بہت سا حصہ مشن میں ملازم ہے۔ اور ان کارندوں میں سے اکثر نالائق اور تھوڑی تنخواہ والے ہیں۔ ان پر مشنری صاحبان مطلق العنان حاکم ہیں یہی باعث ہے کہ تعلیم یافتہ اور اعلےٰ درجہ کے مسیحی مشن میں شامل ہونے سے گریز کرتے ہیں اور کل کام کا دارومدار ناقابل کارندوں پر چھوڑا جاتا ہے اسکا علاج یہ ہے کہ رنگ کی تمیز کو جہانتک ہو خارج کرو اور دیسی کارندوں کے ساتھ ان کی لیاقت کے لحاظ سے برتاؤ کرو۔ یہ غضب کی بے انصافی ہے کہ ایک نوجوان ناتجربہ کار مشنری کو تربیت یافتہ اور تجربہ کار ہندوستانی کے سر پر حاکم مقرر کیا جائے محض اسی خیال سے کہ ہندوستانی کا رنگ کالا ہے تمہیں چاہیئے کہ اس ظلم کی کارروائی سے دستبردار ہو اور کیمبرج مشن دہلی اور امریکن میتھوڈسٹ مشن سے کشادہ دلی اور ہمدردی کا سبق سیکھو۔ یہ سوسائیٹیاں اسوقت ہندوستان میں اپنا نہایت عمدہ اثر پھیلا رہی ہیں اور انہوں نے ثابت کر دکھایا ہے کہ ہندوستانی مسیحیوں کو غیر ممالک کے مشنریوں کی طرح مدارج اور باختیار عہدوں پر ممتاز کر سکتے ہیں۔ اخیر میں ڈاکٹر صاحب موصوف نے فرمایا کہ مجھے یقین ہے کہ وہ دن آرہا ہے کہ جب رنگ کا امتیاز جو بہت سی ابتریوں کی جڑ ہے منہدم کیا جائیگا اور خود غرضی اور جھگڑے اور لالچ کے بجائے انصاف محبت اور ہمدردی قائم ہوگی میں اس دن کے دیکھنے کا منتظر ہوں جب مسیحی مذہب ہندوستان میں قائم ہوگا اور صلح اور راستی مسلط ہوگی +

ہم ڈاکٹر موصوف صاحب کے خیالات کی عموماً تائید کرتے ہیں۔ ہم جانتے ہیں کہ ہندوستانی مسیحیوں کی موجودہ حالت کو آپ نے خدا تاریک رنگوں سے رنگا ہے خصوصاً ایک معاملہ میں ہم ان سے اتفاق نہیں کرتے اور وہ یہ ہے کہ ہم اپنے مشاہدہ سے مغربی فرقہ بندیوں کا اثر اپنے ہندوستانی بھائیوں پر اس درجہ کا نہیں پاتے جیسا ڈاکٹر صاحب نے بیان کیا ہے۔ یہ بالکل درست ہے کہ مشنری صاحبان بپتسمہ دینے سے پیشتر ہماری نسبت فکر کرتے ہیں۔ لیکن بعد میں ہم سے کسیقدر پہلو تہی کرنے لگتے ہیں۔ اس کا باعث جو کچھ ہو ہمارے لئے غور طلب یہ امر ہے کہ ہم کب تک ان اجنبیوں کے جیب سے ہی کھلائے جائینگے ہم کب اپنی مدد آپ کرنا سیکھینگے۔ پنجاب کرسچن ایسوسی ایشن نے اس معما کے ایک پہلو کو حل کرنے کی کسیقدر کوشش کی ہے۔ سب صاحب توفیق مسیحی برادران کو چاہیئے کہ اس ایسوسی ایشن کو ہاتھ دیکر کھڑا کرنے میں جد و جہد کریں یقیناً خدا اُن لوگوں کی مدد کرتا ہے جو خود اپنی مدد کرتے ہیں +

ابرہام کو یہ معلوم نہ تھا کہ میں کہاں جارہا ہوں لیکن وہ جانتا تھا کہ کس کے ساتھ جارہا ہوں +

چرچ مشنری سوسائٹی کی لندن والی کمیٹی کا رزولیوشن

آج کل چرچ مشنری سوسائٹی انگلستان کی لندن والی کمیٹی کے ایک نئے رولیوشن کا مختلف مسیحی اخبار وں میں چرچا ہو رہا ہے۔ بعض اس کی تائید میں اور بعض تردید میں مضامین لکھ رہے ہیں۔ خلاصہ اس رزولیوشن کا یہ ہے۔ کہ کمیٹی ہندوستانی مسیحیوں کو مشن کے کام کے لئے انگلستان میں تعلیم نہ دلوائیگی۔ کیونکہ انگلستان میں رہنے سے ہندوستانی طلبا کے خیالات اور عادات اور طرز معاشرت اپنے ہموطنوں سے بہت مختلف ہو جاتے ہیں۔ اور بے معلوم طور پر اُن میں علیحدگی ہو جاتی ہے۔ پیشتر اس کے کہ ہم اس پر چند ریمارک پیش کریں۔ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ہم تعلیم یافتہ ہندوستانی مسیحیوں اور مشنری صاحبان کے موجودہ تعلقات اور حالت پر ایک سرسری نظر ڈالیں +

جب اول اول ہمارے ملک میں مسیحی مذہب قایم ہوا تو عموماً نومریدوں کو مناد بنایا جاتا تھا۔ اُس وقت اس کے سوا اور کوئی چارہ نہ تھا۔ بعض مناد تو کچھ پڑھے لکھے تھے۔ اور بعض ہر قسم کی تعلیم سے بہرا تھے۔ تعلیم کا ملک میں رواج نہ تھا۔ اور نہ نومرید عموماً خوانندہ ہوا کرتے تھے۔ اس لئے سوسائٹی نے خواہ مخواہ جیسے لوگ ہاتھ لگے بھرتی کر لئے۔ یہی حالت بہت مدت تک رہی۔ اور اگرچہ ڈونیٹی سکول یا کالج بن گئے ہیں لیکن مشنری صاحبان کا تعلق ایک خاص قسم اور خاص درجہ کے لوگوں کے ساتھ مدت تک رہنے کے باعث ایک ایسا سلسلہ مشن کی ملازمت کا قایم ہو گیا ہے۔ جو اعلےٰ اور معزز درجہ سے گرا ہُوا ہے۔ بلکہ اس کا اثر ایسا سخت پڑ رہا ہے کہ اگرچہ اب ہندوستانی مسیحی تعلیم میں ترقی کرنے لگے ہیں لیکن مشنری صاحبان اب تک اپنے پرانے خیالات کو بیٹھے جاتے ہیں۔ اور ایک انچ بھر آگے بڑھنے کو راضی نہیں۔ صاحبان موصوف کو کچھ عرصہ سے یہ بھی کھٹکا رہا ہے کہ ہمارے مخالفین علم میں ترقی کر رہے ہیں۔ اور خصوصاً کلام مقدس پر پادریوں سیدیوں کے ڈھنگ پر عالمانہ نکتہ چینی کرتے ہیں۔ ایسوں کے ساتھ کلام کرنے کے لئے خواندہ اور لائق مناد چاہئیں۔ اب پرانے منادوں سے کام نہیں چلنے کا ۔

بوریا باف گرچہ بافندہ ست   نبرندش بکار گاہِ حریر

اِسی خیال سے بعض اوقات ہندوستانی تعلیم یافتہ مسیحیوں کو مشن میں ملازمت اختیار کرنے کی طرف تحریک دیجاتی ہے۔ جیساکہ مندرجہ بالا رزولیوشن میں کمیٹی نے اپنی رائے ظاہر کی ہے۔ لیکن جب تک کوئی قواعد اور ضوابط مقرر نہ کئے جائیں جن سے یقین ہو جائے کہ اِن کے انتظام میں پختگی ہے۔ یا کم از کم یہ معلوم ہو جائے کہ ہمارے ساتھ کیسا سلوک کیا جائیگا۔ اور ہمارے حقوق کیا ہونگے۔ ہم بھی اپنی جگہ سے نہیں ہلینگے اسوقت تک دو ایک لائق نوجوانوں نے میدان مشن میں قدم رکھنے کی جرأت کی ہے۔ لیکن ہم نہیں جانتے کہ کوئی اِس قسم کے عام قواعد کسی مشن کی طرف سے قائم کئے گئے ہیں۔ جیسے یورپ اور امریکہ کی مشنری سوسائٹیوں نے اپنے ملکی مشنریوں کی سہولیت کے لئے بنا رکھے ہیں ✦

اب قدرتی طور پر یہ سوال دل میں پیدا ہوتا ہے۔ کہ کیا وجہ ہے کہ ملک میں تعلیم یافتہ منادوں اور خادمانِ دین کی ضرورت بھی ہے۔ اور کار آمد ذخیرہ بھی جمع ہو رہا ہے لیکن کوئی قواعد یا ضوابط تیار نہیں کئے جاتے جہانتک ہم خیال کر سکتے ہیں۔ اِس معماکی کلید ہمارے پرانے مشنری صاحبوں کے ہاتھ میں ہے۔ جن کے خیالات ہماری نسبت اعلےٰ درجہ کے نہیں۔ یہ خصوصاً انہیں کی مہربانی سے ہے۔ کہ ہم لوگ اب تک مشن میں شامل ہونے سے رُکے بیٹھے ہیں۔ ورنہ انگلستان کی سوسائٹی کے عالی خیال ممبروں کا گمان ہماری بابت ہرگز ایسا نہیں۔ کسی نے سچ کہا ہے۔ کہ اِس ملک میں آکر مشنریوں کی کانشنس ہی بدل جاتی ہے ✦

یہ تو ایک عام انتظام کا ذکر ہے۔ چند سال سے اُس کی ایک اور شاخ پھوٹ نکلی ہے جس میں آج کل ایک نیا شگوفہ کھل رہا ہے۔ یعنے وہی مندرجہ بالا رزولیوشن جس میں لنڈن والی کمیٹی نے ایک قطعی رائے ظاہر کی ہے۔ کہ آئندہ ہندوستانی مسیحی طلبا کو مشن کے کام کے لئے سوسائٹی کے خرچ سے انگلستان میں تعلیم نہ دیجائیگی اِس کا باعث تو اِسکا دیباچہ معلوم ہوتا ہے۔ جو ہم ابھی اوپر لکھ چکے ہیں لیکن ہم دیکھینگے۔ کہ کس بنا پر کمیٹی نے یہ فیصلہ کیا۔ کمیٹی ہندوستان میں ہندوستانیوں کی خدمات بخوشی قبول کرنے کو تیار ہے لیکن اُن کو خرچ دے کر انگلستان میں ہرگز تعلیم نہ دلوائیگی۔ باعث اِسکا کیا؟ یہی کہ انگلستان میں رہکر تعلیم پانا ہندوستانیوں کی طبیعت میں اس قسم کا خراب اثر پیدا کر دیتا ہے۔ کہ یہ لوگ اپنے وطن کے کام کے نہیں رہتے۔ شاید کمیٹی کے پاس

ضرور ایسی نظائر ہونگی جن سے یہ نتیجہ نکالا گیا ہے۔ لیکن کیا کمیٹی ہم کو پنجاب میں ایسے اشخاص دکھا سکتی ہے جنکو سوسائٹی نے تعلیم دلاکر بھیجا اور وہ یہاں آکر اپنے ہموطنوں سے علیحدہ ہو بیٹھے ہوں۔ ہم عام مشاہدہ یہ تسلیم کرتے ہیں کہ جو ہندوستانی انگلستان سے ہو آئے ہیں۔ اُن کے عادات۔ طرز معاشرت اور خیالات اپنے ہموطنوں سے کم و بیش مختلف ہو جاتے ہیں۔ اِس میں ہم لوگوں کی طبیعت کی کمزوری ضرور کسی قدر ثابت ہوتی ہے۔ لیکن ہم یہ بھی کہتے ہیں۔ کہ آسمانی اور روحانی مزاج خواہ کسی لباس اور صورت میں ہو اپنا اثر کئے بغیر نہیں رہتا۔ غرضیکہ اگر ہم کمیٹی کی رائے مان لیں تو اُسکا نتیجہ بڑا عجیب ہوگا۔ اگر انگلینڈ کے ساتھ چند روز قیام کرکے "بے معلوم طور پر" یا اپنی کمزور طبع کی وجہ سے کہ ہم ایسے بگڑ جاتے ہیں۔ کہ گھر گھاٹ کے کام کے نہیں رہتے تو کیا ہم یہ سمجھیں کہ یہ ایسے خطرناک لوگ ہیں۔ کہ جن کی صحبت ہمکو تھوڑے دنوں میں بگاڑ دیتی ہے کیا اس رزولیوشن کے ذریعہ کمیٹی نے بغرض خفگی اِس امر کا اعتراف نہیں کیا کہ ہم لوگوں کی صحبت تمہارے لئے مفید نہیں۔ ہم کمیٹی کو اِس سے ایک قدم اور آگے لیجانا چاہتے ہیں کمیٹی کی دلی آرزو ہے کہ ہندوستانی کلیسیا کے سرکردہ اشخاص اپنے ہموطنوں کے ساتھ بالکل ایک ہو کر رہیں۔ اِس کی ضرورت ظاہر ہے کیونکہ یگانگت تو دینی خدمت کے کام میں ضرور بہت واقع ہوگا۔ اب قابل غور ہے کہ اگر ہم لوگ انگریزوں کی عادات سیکھ کر بگڑ جاتے ہیں۔ تو خود صاحب عادات ہمارے پاس مشنری بنا کر کیوں بھیجے جاتے ہیں۔ کیا دینی خدمت کیلئے اب اُس یگانگت کی ضرورت نہ رہی جو ہندوستانی کارندوں میں ہونی چاہئے تھی۔ ہم کو ذرا بھی تعجب نہ ہوگا اگر کمیٹی آیندہ اِس قسم کا رزولیوشن پاس کرے کہ چونکہ انگلستان کے مشنری ہندوستانی لوگوں کے ساتھ ایک ہوکر نہیں رہ سکتے اِس لئے آیندہ کوئی مشنری ہندوستان میں نہ بھیجا جائے +

اِس سے کوئی یہ نتیجہ نہ نکالے کہ ہم کمیٹی کے فیصلہ کے خلاف ہیں۔ ہمارا اختلاف خاص اِس رائے سے ہے جس پر یہ رزولیوشن قائم کیا گیا۔ اگر کوئی ہم سے دریافت کرے تو ہم خود انگلستان میں دینی تعلیم کی خاطر کسی کو بھیجنا پسند نہیں کرتے۔ اور وجہ اُس کی یہ ہے کہ دینی خدمت کے لئے اول تو روحانیت درکار ہے جو خاص انگلستان ہی کے کالجوں یا سکولوں کا حصہ نہیں بلکہ دنیا کے اُستاد عظیم کے قدموں ہی میں حاصل ہو سکتی ہے جس نے فرمایا کہ "مجھ سے سیکھو" اور پھر یہ کوئی ایسی ملازمت بھی نہیں جو خاص انگلستان کی

تعلیم سے تعلق رکھتی ہو مثلاً سول سروس یا انڈین میڈیکل سروس یا بیرسٹر کے امتحانات کے لئے سمندر کو عبور کرنا ضرور ہے لیکن تھیالوجی کے لئے کوئی ایسی شرائط یا حدود مقرر نہیں ہو سکتیں ہم مانتے ہیں کہ ان مسیحی ممالک میں مقدسوں کے ایسے بہت سے مجمع اور مشن ہیں۔ کہ جن میں ہماری روحانی ترقی ہو سکتی ہے لیکن کیا ہندوستان میں خدا کا ہاتھ چھوٹا ہو گیا ہے۔ تو بھی جیسا چند سال سے ہو رہا ہے۔ اگر انگلستان اور امریکہ کے مسیحی گاہ بگاہ کسی روح القدس سے بھرے ہوئے منادوں کو ہندوستان میں بھیجا کریں تو ہمارے مسیحی بھائیوں کو عموماً اور مناد وں اور خادمانِ دین کو خصوصاً بہت فائدہ پہنچیگا۔ یہ بھی قابل لحاظ ہے۔ کہ جب تک کہ تھینی میں ہر ایک پرانی کا دل بت پرستی سے نہ جل جائے تب تک اس قسم کی دلسوز تقریر کرنا بھی ناممکن ہے جیسی کہ جاری رہنے کی غرض بہر صورت ہم اس فیصلہ میں متفق ہیں۔ کہ دینی خدمت کیخاطر کوئی انگلستان کو نہ بھیجا جائے ہاں اگر کوئی سمندر کے پار جا کر علم الٰہیات کا مطالعہ کرنا چاہے۔ کچھ ضرور نہیں کہ سوسائٹی اُس کا خرچ ادا کرے۔ جس کو خدا توفیق اور شوق دے وہ خود اپنا انتظام کرے۔ کچھ ضرور نہیں کہ ہم ہر جگہ مشنری سوسائٹی کے محتاج ہوں۔ اصل میں ہم مشن سے ہر قسم کی امداد کی توقع رکھنے کے ایسے عادی ہو گئے ہیں کہ جہاں سوسائٹی نے اپنا ہاتھ ذرا ڈھیلا کیا ہم گڑگڑانے لگتے ہیں۔ اسی باعث سے بعض لوگ کمیٹی کے اِس فیصلہ کو ہندوستانی مسیحیوں کے حق میں سخت بے انصافی سمجھتے ہیں۔ تجربہ شاہد ہے کہ خدا کی سلطنت انگلستان کے کالجوں میں تعلیم پانے سے زیادہ آسانی نہیں پھیلتی۔ برما کے مشہور ڈاکٹو تھا بیو سے جیسے حالات اس سال میں طبع ہوتے رہے ہیں۔ کس ولایتی کالج میں تعلیم پائی تھی کہ خدا نے اُسکے ذریعہ ایسے بڑے کام کرائے؟ کی جانیں بچائیں۔ اگر کسی کا خیال ہم سے مختلف ہو تو اُسکو اختیار ہے کہ انگلستان کی میز کے ٹکڑے کھا کر اپنا پیٹ بھر لے ✠

وسائلِ فضل:۔ کیا تیرے دل میں نہیں آیا کہ میں جا کر فلاں شخص کی وعظ سنونگا اور تسلی پاؤنگا ۔ پھر کیا یہ حیرانی کی بات ہے کہ تو اب تک کمزور اور بے پھل ہے۔ کیا وسائل فضل خدا ہیں کہ تو اُن سے تسلی طلب کرتا ہے وہ تو مسیح کے خادم ہیں اسلئے اِن وسائل فضل کی بھیڑ میں سے ہو کر یسوع سے ملاقات کر۔ تب تو طاقت پائیگا ✠

قوم یہود کی آخری تباہی

اکثر مورخوں کا خیال ہے کہ مقدس یوحنا کے سوا باقی تمام شاگرد اس عالم فانی سے رحلت کر چکے تھے۔ جبکہ یروشلم کے گنہگار شہر پر مسیح کی آخری پیشگوئی پوری ہوئی۔ وہ شہر جس نے ان نبیوں کو جو اس کے پاس بھیجے گئے تھے سنگسار کیا اب اپنے گناہ کے خاتمہ کو پہنچا اور بڑی بیرحمی سے منقطع کیا گیا۔ مسیح موعود کو مصلوب کر کے یہودی زیادہ شیطان کے پنجوں میں قابو آ گئے۔ انہوں نے مصلوب منجی کے شاگردوں پر طرح طرح کے ظلم کئے اور خاص کر اس لئے کہ وہ بت پرستوں اور غیر اقوام کو انجیلی برکتوں میں شامل کر کے یہودی اور غیر قوم کا فرق دور کرتے تھے یہودیوں کی نظر میں یہ ایسا گناہ تھا کہ جس کی معافی ممکن نہ تھی ہم افسوس کے ساتھ معلوم کرتے ہیں کہ ان ایام میں خدا کی برگزیدہ قوم (بنی اسرائیل) باقی کل نسل انسانی سے ایک عجیب قسم کی دشمنی اور نفرت رکھتی تھی جس کا سمجھنا نہایت مشکل ہے۔ البتہ رومی اور یونانی دوسری اقوام کو ایک عجیب حقارت سے دیکھتے تھے لیکن ان کی یہ حقارت کسی مذہبی تعصب کا نتیجہ نہ تھی۔ رومی دنیا کے حاکم تھے۔ اور یونانی علم حکمت اور دیگر فنون کے موجد تھے اس لئے باقی اقوام کو حقیر کمزور اور وحشی سمجھتے تھے۔ اُن کو سچے خدا باپ کا علم نہ انکشاف عطا نہ ہوا تھا ان کی حقارت اور تنگ دلی کو ہم سمجھ سکتے ہیں لیکن یہ کہ یہودی سچے کو جاننے کا دعوے کر کے کیوں ایسے تنگ دل متعصب اور بدذات تھے۔ انکا سمجھنا بہت مشکل ہے۔ انکا خیال تھا کہ ابدی زندگی اور جنت فقط ہمارے لئے مخصوص ہو چکی ہیں۔ اور اگر کسی اَور کو اس میں حصہ ملے تو یہ مداخلت بیجا ہے۔ اس سے بڑھکر یہودی بڑے منتظر تھے کہ غیر اقوام پر کوئی آفت نازل ہو اور ان کا نام نشان دنیا پر سے اٹھ جائے معلوم ہوتا ہے کہ اس زمانے کے یہود کا تعصب اور تنگ دلی ورثہ کے طور پر مسلمانوں کو آج کل عنایت ہوا۔ اور یہ توضیح ہے کہ اسلام بگڑی ہوئی یہودیت ہے +

جبکہ یہودی باقی اقوام کو ایسی حقارت سے دیکھتے تھے تو چنداں جائے تعجب نہیں۔ کہ رومی اور یونانی ان سے کوئی بڑی محبت نہ رکھتے تھے۔ برعکس اس کے ان کی نفرت اصل مع سود پوری طرح ان کی گردن پر آپڑتی تھی

اور اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ غیر اقوام سے مغربی قوت پر ان کو ایسا دکھ دیا کہ شاید اس کی نظیر کا پانا ناممکن ہے ۔ مدت تک رومیوں کی تابعداری میں یہودی جلتے بھنتے اور تڑپتے رہے ۔ گو ان کو پوری پوری آزادی حاصل تھی اور قانوناً ان کو امن حاصل تھا تاہم رومی کی صورت دیکھ کر وہ آگ بگولا ہو جاتے تھے ۔ دن رات دانت پیستے تھے ۔ رومی جبار سپاہ کو اپنے شہروں میں دیکھ کر ان کے تن بدن میں آگ لگی تھی ۔ کئی دفعہ انہوں نے خونریز بغاوتیں کیں کئی دفعہ جھوٹے مسیح پیدا ہوئے اور رومی طوق کو توڑنے کی کوشش کی لیکن کچھ بن نہ پڑتی تھی ۔

فستس کے عہد میں پولس کنعان سے قید ہو کر روانہ ہوا ۔ رومیوں نے اسکو اس کے زہریلے ہم وطنوں سے پناہ دی ۔ مسیحی مورخ یوسی بیس لکھتا ہے کہ جب پولس ان کے چنگل سے نکل گیا تو اُنہوں نے خداوند کے بھائی اور یروشلم کے مقدس بشپ چھوٹے یعقوب کو پکڑ لیا اور اپنا زہر اس کے ضعیف جسم پر خالی کیا ۔ یہ شخص ایسا دیندار تھا کہ یہودی بھی اسکو "صادق" یا "صدیق" کے لقب سے پکارتے تھے ۔ اور عوام الناس اسکو بڑا ولی مانتے تھے ۔ مورخ ہیگی سپس لکھتا ہے کہ اس کی روزمرہ کی عادت تھی کہ وہ ہیکل میں جا کر کئی گھنٹے سجدہ میں رہتا تھا اور اپنے بے ایمان اور سخت دل ہم قوموں کے لئے دعا کرتا تھا ۔ یہ اسنے اتنی مدت تک جاری رکھا کہ اس کے گھٹنے اونٹ کے گھٹنوں کی طرح سخت اور کھردرے ہو گئے ۔

۶۲ء کی عید فسح میں فریسیوں نے موقع پا کر اس ضعیف العمر کو پکڑ لیا اور ہیکل کے کنگورے پر چڑھا لیگئے ۔ اور حکم دیا کہ یہاں سے سارے شہر کے روبرو مسیح مصلوب کا انکار کر اور اس پر لعنت کر ۔ اس ضعیف نے اپنی کمزور آواز میں جواب دیا کہ مسیح باپ کے دہنے ہاتھ پر بیٹھا ہے اور سب کی عدالت کرنے آنیوالا ہے ۔ یہ سن کر فریسی جل گئے ۔ اور انہوں نے اس کو نیچے ڈھکیل کر گرا دیا ۔ لیکن اس کی جان جلد نہ نکلی ۔ اور وہ اپنے آخری دم سے انکے لئے دعا کرتا تھا ۔ لوگ اس پر پتھر پھینک رہے تھے ۔ ایک کاہن کو جو بنی ریکاب میں سے تھا رحم آیا اور اس نے لوگوں سے کہا کہ اسے مت مارو وہ تمہارے لئے دعا مانگتا ہے ۔ لیکن ایک شخص نے اس کے سر میں ایسی لاٹھی ماری کہ اس کا بھیجا نکل پڑا اور وہ مر گیا ۔

یہودی مورخ جوسیفس (یوسف) جو مسیحی نہ تھا اس ظلم کا ذکر کرکے لکھتا ہے کہ یروشلم کو خدا نے اسی لئے تباہ ہونے دیا کہ اس شہر نے مقدس یعقوب پر ظلم شدید کیا۔ لیکن یہ زمانہ یہود کا آخری زمانہ تھا۔ آفتیں اور مصائب بادلوں کی طرح ان پر جمع ہوئیں۔ رومی گورنروں نے ظلم اور رشوت ستانی سے انکو زیادہ تنگ کرنا شروع کیا۔ ہر طرف بغاوت نظر آتی تھی۔ جھوٹے مسیح پیدا ہوئے اور جلے بھنے فریبی ان کی مخالفت اور خود غرضی کے دعووں میں حیران اور سرگردان تھی "دیکھو یہاں" اور "دیکھو وہاں" کی صدائیں ہر جا پیدا نظر آتی تھیں +

جوسیفس لکھتا ہے کہ ان دنوں آسمان میں بڑے بڑے اچنبھے دکھائی دیتے تھے طرح طرح کے نشان اور ڈراونی خبریں بجلی کی طرح قوم کے دلوں میں گذرتی تھیں۔ ایک ستارہ دکھائی دیا جسکی صورت آتشی تلوار کی سی تھی۔ اور یہ ستارہ ایک سال تک یروشلم پر لشکارا۔ ہوا میں سپاہیوں کی فوجیں دکھائی دیتی تھیں۔ ایک دفعہ ہیکل کا ایک دروازہ جو پیتل کا تھا خود بخود کھلگیا۔ پنتکوست کی عید کی رات کو جبکہ کاہن اپنے دستور کے موافق ہیکل میں داخل ہوئے تو زمین لرزنے لگی۔ اور قدس الاقدس کا پردہ پھٹ گیا اور کروبیوں کے پیچھے سے ایسی آواز آتی تھی جیسے کسی بڑی فوج کے چلنے سے آتی ہے۔ اور تاریکی میں سے ایک خوفناک آواز آئی جو کہتی تھی کہ "آؤ یہاں سے روانہ ہوں" +

ملکی معاملات میں بڑی ابتری پھیلی ہوئی تھی۔ آخری گورنر جس کا ذکر انجیل میں ہے اس کا نام فستس ہے۔ اس کے بعد البانیئس آیا۔ یہ شخص نہ فقط اپنے فرائض سے بیخبر تھا بلکہ علانیہ چوروں اور رہزنوں سے ملا ہوا تھا۔ البانیئس کے بعد فلورس آیا۔ یہ شخص ایسا بدذات تھا کہ البانیئس اس کے مقابلہ میں فرشتہ معلوم ہوتا ہے۔ وہ نہ فقط امیروں کو لوٹتا تھا۔ بلکہ اس نے علانیہ شہر کے شہر لوٹ لئے۔ اور ملک کو افلاس میں پھنسایا۔ ایک دفعہ یہودیوں نے اس کی شکایت شام کے گورنر جنرل گالس کے حضور میں کی جس کے ماتحت فلورس تھا۔ لیکن فلورس کا جھوٹ اور فریب غالب رہا۔ اس کی کیفیت یہ تھی۔ وہ جانتا تھا کہ اگر قیصر کی طرف سے تحقیقات کا حکم آئے تو میں ضرور مارا جاؤنگا۔ اس آفت سے بچنے کیلئے اسنے عجیب ترکیب پیدا کی۔ رومی سلطنت سے بغاوت کے

سزا باقی تمام جرموں کو معاف کر دیتی تھی۔ اس لئے فلورس اپنے بچاؤ کے لئے بڑی کوشش کرنے لگا کہ یہودیوں پر ایسا ظلم کرے کہ وہ مجبوراً باغی ہو جائیں۔ باغی قوم کی کوئی شکایت سنی نہیں جاتی تھی۔ قیصریہ کے یہودیوں اور یونانیوں کے درمیان تنازع ہوا۔ یونانیوں نے ایک دیوار ایسی کھڑی کی جس سے یہودیوں کی عبادتگاہ کا راستہ رکتا تھا۔ اسکو روکنے کے لئے یہودیوں نے فلورس کو رشوت دی۔ اسنے رشوت تو لیلی لیکن دیوار نہ گروائی۔ جب یہودیوں نے اعتراض کیا اور اس کے پاس دو بار تقاضے بھیجے تو اس نے ان کو پکڑ کر قید کر دیا۔ جب یروشلم کے یہودیوں نے قیصریہ والوں کی حمایت ظاہر کی تو فلورس نے سپاہی بھیجکر ہیکل کا خزانہ ضبط کر لیا اور کہدیا کہ قیصر کو روپیہ کی ضرورت ہے۔ اس کو جلانے کیلئے چند یہودیوں نے فقیروں کا بھیس لا اور گلیوں میں فلورس کے لئے بھیک مانگنے لگے۔ یہ معلوم کر کے فلورس سپاہ لیکر یروشلم کو گیا اور حکم دیا کہ یہ لوگ گرفتار کئے جاویں۔ تا کہ ان کا سر قلم کیا جاوے۔ سردار کاہن اور بزرگوں نے اُن ان لوگوں کے لئے معافی چاہی لیکن فلورس نے ایک نہ مانی۔ ان بھیک مانگنے والوں کا پتہ نہ ملا اور فلورس نے ناراض ہو کر اپنی سپاہ کو حکم دیا کہ شہر کے ہر ایک حصہ کو لوٹ کر اس میں قتل عام کر دیں۔ چار ہزار آدمی مقتول ہوئے۔ لیکن لوگ مطیع ہو گئے۔ اور فلورس کی طلب برآری ہوئی۔ اس نے کاہنوں کو طلب کیا اور اُن سے کہا کہ میری سپاہ قیصریہ سے آ رہی ہے۔ تم شہر کے لوگوں کو ساتھ لیکر ان کا استقبال کرو۔ لوگ روانہ ہوئے۔ رستے میں فلورس کے سپاہیوں نے حملہ کیا اور ہزاروں کو قتل کیا۔ ایسے ظلموں کی برداشت نہ ہو سکتی تھی۔ یہودیوں نے ہتھیار پکڑے اور سپاہ پر حملہ کر کے شکست دی۔ فلورس قیصریہ کو بھاگ گیا اس بغاوت کی خبر گالس کو پہنچی۔ وہ فلورس پر شک کرتا تھا۔ اس لئے سختی کرنے سے پہلے اس نے اگرپا بادشاہ کو یروشلم بھیجا تا کہ یہودیوں کو راضی کرے۔ اس نے یروشلم آ کر مجمع کیا اور ایک لمبی تقریر میں یہودیوں سے کہا کہ بغاوت سے کچھ نہیں بنیگا تم فلورس کی تابعداری کرو اور قیصر کے سامنے اپیل کرو۔ یہ سنتے ہی لوگوں نے اگرپا پر پتھراؤ کیا۔ اور اسکو یروشلم سے کمال بے عزتی کے ساتھ ہانک کے رومی قلعہ کا محاصرہ کر لیا۔ فوج بہت کم تھی اس لئے رومی سپاہیوں نے دروازے کھولدیئے۔ یہودیوں نے ایک ایک سپاہی کا سر کاٹا۔ یہ سبت کے روز ہوا۔

شہر میں ایک گروہ تھا جو اس وقت بھی امن چاہتا تھا۔ لیکن ان کی کسی نے نہ سنی۔ بلکہ برعکس اس کے زیلوٹس نے تمام صلح خواہوں کو قتل کر ڈالا۔ ان میں سردار کاہن اور اس کا بھائی مقتول ہوئے +

اس کے بعد یہودیوں کا دوبارہ قیصر کی اطاعت کا خیال ناممکن تھا۔ اب تلوار ان کا حصہ مد بجز ہو گئی۔ لیکن وہ پوری طرح لڑائی کے لئے تیار ہو گئے۔ کنعان کے ہر ایک صوبہ کے لئے جنگی گورنر مقرر کئے گئے۔ یوسیفس ان گورنروں میں ایک تھا۔ اس نے اس زمانہ کی چشم دید تاریخ لکھی ہے +

جب اس بغاوت کی خبر اور شہروں میں پہنچی تو غیر اقوام کے لوگوں نے اپنے ہمسایہ اور ہموطن یہودیوں پر حملے اور تشدد کرنا شروع کیا۔ ہزارہا یہودی یوں مارے گئے۔ بیس ہزار قیصریہ میں مقتول ہوئے۔ اسکندریہ میں یہودی مقتولوں کا شمار پچاس ہزار کو پہنچ گیا۔ ملک الموت گویا یہودیوں کا بادشاہ ہو گیا۔ لڑائی کے شروع میں یہودیوں کا پلہ بھاری رہا۔ گالس نے قلیل فوج لے کر یہودیہ پر چڑھائی کی لیکن شکست فاش کھا کر اور اپنا تمام جنگی اسباب اور سلاح چھوڑ کر واپس انطاکیہ کو بھاگا۔ یہودیوں نے سمجھا کہ خدا ہماری مدد کر رہا ہے۔ اور ان کے دل میں امید پیدا ہوئی کہ جس طرح فرعون اور سنحریب کے لشکر اعجازی طور پر تباہ ہوئے تھے روم کی جرار سپاہ اب ہمارے سامنے تباہ ہو گی۔ اس موقع پر یہ لکھا ہے کہ یروشلم کے تمام مسیحی خداوند کی پیشینگوئی کو یاد کر کے یروشلم سے نکل گئے اور ایک مقام پلا میں جا بسے جو یردن کے پار تھا۔ تمام دنیا کے منتشر یہودیوں نے یروشلم کا رخ کیا اور اپنے جنگی بھائیوں کی مدد کے لئے ٹوٹ پڑے۔ تمام قلعے اور کوہی درے مضبوط کئے گئے تاکہ رومی لشکر ملک میں داخل نہ ہو سکیں۔ اس وقت ناپاک نیرو قیصر روم کے تخت پر قابض تھا۔ اس نے ایک آزمودہ جنرل بنام وسپیشن کو ایک جرار لشکر دے کر یہودیوں کی سرکوبی کے لئے روانہ کیا۔ اس نے آتے ہی ملک کو ستیاناس کرنا شروع کیا۔ بہت سے شہر فتح ہوئے اور گلیل کا صوبہ ایک عظیم رزمگاہ بن گیا۔ گلیل کی جھیل کا پانی مقتولوں کے خون سے سرخ ہو گیا۔ گلیل میں جو یہودی نہ بچے وہ رومیوں کے آگے آگے یروشلم کو بے دم بھاگ گئے۔ وہاں پہلے ہی بڑی خرابی پھیلی ہوئی تھی اور قلعہ بند یہودی

تحفہ سے حیران ہو رہے تھے انہوں نے جاکر اور بھی آفت زیادہ کی۔ شہر کے اندر تفرقہ اور فساد برپا تھے ڈاکوؤں کے گروہ نے ہیکل پر قبضہ کر کے اسے اپنا قلعہ بنا لیا اور قدس الاقدس میں گھس گئے۔ ایک مرد بنام جان اوف گس کالا گلیل سے اپنے ساتھیوں کو اندر گھس آیا اور خونریزی شروع ہو گئی۔ سردار کاہن سمیت اپنے پیروؤں کے مقتول ہوا۔ ان کے وقت چور اور رہزن سڑکوں اور گلیوں میں جو چلتے تھے کرتے تھے۔ جان نے ہیکل کو فتح کر لیا۔ ایک سردار بنام شمعون شہر کا مالک بن بیٹھا۔ کچھ روز بعد الیعزر نے آدمی ہیکل کو فتح کر کے اپنے قبضہ میں کر لیا۔ شہر کے امن خواہ باشندے ہر فریق سے لوٹے جاتے تھے۔ اور رومیوں کی آمد کے منتظر تھے۔ تاکہ اپنی مصیبتوں سے رہائی پائیں +

اس اثناء میں رومی لشکر تمام مخالفوں کو فتح کرتا ہوا یروشلم کی طرف بڑھا چلا آتا تھا جنرل وسپی شین کو روم واپس جانا پڑا۔ سپین کے گورنر سی جیس گالبا نے نیرو کے خلاف بغاوت کی اور دنیا کو اس شریر سے رہا کرنے کے لئے مستعد ہو گیا۔ اس کی خبر نیرو کو کھانا کھاتے وقت ملی۔ یہ سنتے ہی اسے غش آ گیا۔ کیونکہ سب بد معاشوں کی طرح وہ بزدل تھا۔ ہوش میں آ کر اس نے زہر مانگا تاکہ خودکشی کرے۔ لیکن کوئی اس کا حکم نہ مانتا تھا۔ بغاوت آگ کی طرح پھیلنی شروع ہو گئی۔ دشمنوں نے اس کو پکڑنا چاہا اور وہ ایک محل میں جو روم سے چار میل کے فاصلہ پر تھا بھاگ کے جا چھپا۔ لیکن اس جگہ سے اس کے دشمن واقف تھے اور جب انہوں نے انکے آنے کی آواز سنی تو ایک خنجر لے کر خودکشی کر لی۔ گالبا کو بھی سپاہیوں نے کسی وجہ سے مار ڈالا۔ آدتھو نیرو کا جانشین ہوا لیکن جب وائی ٹل لس نے اس پر حملہ کیا تو اسے بھی خودکشی کی سوجھی۔ اتنے میں وسپی شین مشرقی افواج لے کر آن موجود ہوا۔ یہ دیکھ کر سپاہ نے وائی ٹل لس کو قتل کیا۔ اور وسپی شین کو قیصروں کے تخت پر بٹھایا +

وسپی شین اپنے بیٹے طیطس کو یہودیہ میں کچھ لشکر کے ساتھ چھوڑ آیا تھا۔ یہ نوجوان بڑا بہادر تھا۔ عید فسح کے قریب وہ تمام دشمنوں پر فتح پا کر یروشلم کے مقابل آن خیمہ زن ہوا۔ شہر تین دیواروں سے گھرا ہوا تھا۔ انہیں پہلی کو طیطس نے گرا دیا۔ اور پانچ روز کے بعد دوسری بھی ڈھائی گئی۔ اب فقط ایک ہی دیوار رہ گئی۔ لیکن یہودی ایسا جی توڑ کر لڑتے تھے کہ طیطس نے حملہ کا

علاوہ چھوڑ دیا اور شہر کے گرد کھائی کھود کر بیٹھ گیا تاکہ بھوک قحط اور وبا ہی شہر والوں کا کام تمام کرے لکھا ہے کہ قحط بقدر بڑھ گیا کہ عورتیں اپنے بچے بھون بھون کر کھاتی تھیں گلیوں میں مُردوں کی لاشوں کے ڈھیر تھے اور دفن کرنے کو جگہ نہ تھی تمام شہر پر ایک عجیب خوفناک خاموشی چھائی تھی۔ بیرون اندر ڈاکو بے کھٹکے اپنا کام کرتے تھے لیکن مسیح موعود کی امید قوم کے دل سے ہنوز دور نہ ہوئی تھی۔ مثل ہے کہ جب ساعت ظلمت تاریکی کو پہنچ جاتی ہے۔ اُس وقت آفتاب کی آمد نزدیک ہوتی ہے۔ لکھا ہے کہ ہر صبح کو شہر کے لوگ اپنی آنکھیں اوپر اٹھا کر دیکھتے تھے کہ شاید مسیح کے آنے کا اثر دکھائی دے۔ یہ امید خونیوں چوروں اور رہزنوں کے دلوں میں بھی گھسی ہوئی تھی۔ جبکہ ان کے ہاتھ معصوموں کے خون سے تر تھے اور بیگناہ ہونکا لہو زمین سے خدا کو پکارتا تھا۔ یہ خونی آسمان کی طرف دیکھتے تھے۔ اس امید پر کہ عرش سے ان کے لئے مدد آئے +

مذکورہ بالا کیفیت (جیسے ملا کہ رنیوالی کہ وہ چیز کہنا درست ہے) مدت تک ہیکل میں جاری رہی۔ بدی اور جبر حکمران تھے اور روزمرہ کی قربانی بند ہو چکی تھی آخرکار رومیوں نے تیسری دیوار کو بھی ڈھایا اور شہر میں داخل ہوئے۔ ہیکل کی اندرونی دیوار کے گرد لڑائی اور جگہوں کی نسبت زیادہ گرم تھی۔ دیواروں پر یہودی جی توڑ توڑ کر لڑتے تھے اور بڑے بڑے پتھر رومیوں پر لڑھکاتے تھے طیطس چاہتا تھا کہ ہیکل کی خوبصورت عمارت کو محفوظ رکھے لیکن اس کو معلوم نہ تھا کہ خدا اس عمارت کے خلاف لڑ رہا ہے۔ ایک رومی سپاہی نے ایک جلتی ہوئی لکڑی کسی کھڑکی میں سے اندر پھینکدی جس سے ہیکل کی لکڑیوں میں جو دیوار کی تھیں۔ آگ لگ گئی۔ جب یہودیوں نے اپنی مقدس عبادت گاہ کے ہر دروازے اور دریچے سے آگ بھڑکتی دیکھی تو سارا شہر غم اور حیرت سے چلّانے اور آہ مارنے لگا۔ اب ان کو معلوم ہوا کہ خدا نے ان کو چھوڑ دیا اور انکے دل ٹوٹ گئے آسمان کی طرف ہاتھ آنکھ اُٹھا کر ساری قوم نے نوحہ عظیم کیا +

تاہم دل جلے یہودی صیحون کی پہاڑی پر بڑی مردانگی سے لڑا کئے۔ لیکن طیطس نے اس پر بھی قبضہ کر لیا۔ یہودیوں کے سردار یوحنا اور شمعون پکڑے گئے اور باقی لڑنے والوں کے ساتھ ان کے سر قلم کئے گئے +

جوسیفس اندازہ سے لکھتا ہے کہ اس محاصرہ اور جنگ میں گیارہ لاکھ یہودی مقتول ہوئے اور ستانوے ہزار قید ہوئے۔ ان میں سے وہ جو سترہ برس اوپر نیچے کے تھے غلامی میں بیچے گئے۔ اور باقی طرح طرح کی موتوں سے مارے گئے۔ ہزارہا مصر کی کانوں میں مزدوروں کا کام دیتے دیتے مر گئے۔ طیطس نے شہر کو بالکل مسمار کیا۔ یہانتک کہ ایک پتھر دوسرے پتھر پر نہ چھوڑا +

جس رات بشپ ہوپر نے شہادت کا تاج پہنا اُس سے ایک رات پیشتر اُس نے کہا کہ حقیقت میں زندگی شیریں اور موت تلخ ہے لیکن ابدی موت اس سے زیادہ تلخ ہے اور ابدی زندگی شیریں تر +

جلالی بدن۔ میرے ہاتھ میں بدصورت کالے کوئیلے کا ایک ٹکڑا ہے۔ یہ سائنس کے عالم جو قیامت کو ناممکن قرار دیتے ہو اس پر نگاہ کرو اور پھر ہیرے کو دیکھو تم خود کہتے ہو کہ یہ دونوں ایک ہی جنس ہیں لیکن ناچیز کوئیلا اپنی نفیس حالت میں ہیرا کہلاتا ہے۔ اِس کالے سے حقیر ٹکڑے اور اُس چمکدار خوبصورت ہیرے میں زمین آسمان کا فرق ہے۔ اگر نیچر کوئیلے کو ہیرا بنا سکتی ہے تو کیا تم یہ نہیں مانتے کہ یسوع مسیح جو قیامت اور زندگی ہے تمہارے جسم کو اپنے نورانی اور جلیل بدن کی مانند تبدیل کر سکتا ہے؟ وہ فرماتا ہے کہ میں ایسا کرونگا۔ (گارڈن) +

عشاء ربانی:۔ فرض کرو کہ رات کے وقت تم کسی ایسے ملک میں جس سے تم واقف نہیں اپنا رستہ بھول جاؤ اور اتفاق سے تمہیں ریل کی ایک سڑک مل جائے۔ تمہارے دل میں ضرور یقین ہو جائیگا کہ اگر میں اِس سڑک کی رہنمائی پر چلا جاؤں تو ایک طرف ضرور کسی نہ کسی ایسے اسٹیشن پر پہنچ جاؤنگا جو لیمپوں اور فانوسوں سے منور ہوگا اور جہاں پناہ اور ٹھیرنے کو جگہ ملیگی اسیطرح جب تم عشاء ربانی کی رسم کو لیکر آگے یا پیچھے کو چلے جاؤ تو یہ کار رشتہ لگاتار کئی زمانوں تک چلا جاتا ہے اگر تم پیچھے کو جاؤ تو اُس رات تک پہنچ جاؤ گے جس میں مسیح حوالہ کر دیا گیا اور اگر آگے کو قدم بڑھاؤ تو اس زمانہ کے آخر برہ کی شادی کی ضیافت تک یہ تمہاری رہنمائی کریگا +

چوپانی زبور

دوسرا باب

خُداوند کی چوپانی

خداوند میرا چوپان ہے۔ مجھے کمی نہیں میری زبور ۲۳: ۱۔ تین ہزار برس گذرے ہیں کہ اِس سرزمین میں رہنے والے اسرائیلی مغنی نے یہ زبور خدا کی چوپانی حفاظت کے بیان میں گایا۔ یہ ایک بڑا عرصہ ہے۔ اِس عرصہ میں مصنف کی زندگی کی تمام یادداشت اگرچہ کیسے ہی خبرداری کیوں نہ رکھی گئی ہوں۔ ضرور خاک میں مل گئی ہیں۔ اُس کا بین جس کی تاروں سے نہایت شیریں راگ نکلتا تھا۔ وہ جھنڈا جسے وہ خدا کے نام سے بلند کیا کرتا۔ وہ شریعت کی کتاب جو وہ دن رات استعمال کیا کرتا تھا۔ اُس کی کمان اور تلوار جس سے جاتی جلیات کو مارا۔ اور محل کا کمرہ جس میں اُس کی روح نکل کے آسمانی بربط نوازوں میں جا ملی۔ یہ سب یادگاریں اور یادداشتیں زمانہ کے ساتھ خاک ہو گئی ہیں ۔

پر یہ زبور اگرچہ ہومر کے زمانے کے برابر دیرینہ ہے اور اِسے لکھے زمانے گذر گئے۔ آج بھی ایسا تازہ ہے کہ گویا ابھی لکھا گیا ہو۔ اِس کے قیمتی الفاظ ہمیں بچپن ہی سے سکھائے جاتے ہیں۔ شائد خداوند مسیح نے بھی خود پہلے اپنی عبرانی زبان میں اپنی ماں کی گود میں سیکھا ہو گا۔ اور اکثر دیندار اپنے عزیزوں کے کان میں جب وہ موت کے بستر پر رخصت ہونے کو ہوتے۔ یہی آخری الفاظ سناتے ہیں۔ بیمار اپنے بستروں پر۔ شہید مقتل میں۔ سپاہی ہولناک جنگ کے وقت۔ مسافر اپنی تکلیف دہ منازل میں۔ الغرض مسیحی مذہب کے تمام فرقے اور کلیسیا کی تمام جماعت ان لفظوں سے کہ خداوند میرا چوپان ہے مجھے کچھ کمی نہیں۔ نئی اُمید اور نئی طاقت حاصل کرتے ہیں ۔

خداوند ۔ یہ لفظ اِس ترجمہ میں بجنسہٖ لفظ یہوواہ کا ترجمہ ہے۔ یہودی اِس مہیب نام سے

یہاں تک خائف تھے کہ شریعت کی کتاب میں جہاں کہیں یہ لفظ آتا۔ تو عام جلسوں میں اس کی نسبت کرشی اور ہلکا لفظ استعمال کرتے۔ برس میں صرف ایک دفعہ عیدِ کفارہ کے دن میں وقت سردار کاہن قدس الاقداس میں جاتا تو یہ مبارک نام استعمال کیا جاتا +

یہوواہ کے معنی ایک زندہ ازلی ابدی میں ہوں۔ ہیں۔ وہ جو تھا اور ہے اور آنیوالا ہے۔ جو ہمیشگی میں رہتا اور اپنے میں زندگی رکھتا ہے۔ اور تمام زندگی پھولوں کی پتی کے چھوٹے کیڑوں سے لیکر کروبیوں اور سرافیم کی اعلےٰ زندگی تک جو اس کے تخت کے سامنے کھڑے ہیں۔ اس سے نکلتی ہے۔ سب ضائع ہو جاتے اور بدل جاتے۔ پر وہی اٹل ناقابلِ تبدیل ہے ساری مخلوق آگ ہے۔ جس کی تحریک اسی سے مہیا ہوتی ہے صرف وہی اوروں کا محتاج نہیں ایسا شخص ہمارا چوپان ہے۔ فروتنی سے ستائش کرتے ہوئے اپنے دل اس کی طرف لگاؤ اور کہو "اے تو جو یوسف کو گلہ کیطرح لیجاتا ہے تو جو کروبین کے درمیان بیٹھتا ہے جلوہ گر ہو اور کان دھر کے سُن" +

لیکن جب ہم خیال میں ذرا زمانہ کی رفتار پر پیچھے ہٹ کے نگاہ کریں تو ہم ایک دغمناک و آشنائے رنج کو جسکے اوپر آنے والے غموں کے کالے بادل کی گھٹا چھائی ہے دیکھینگے۔ یہ شخص اسی جگہ کے قریب جہاں کہ یہ لفظ بارہ سو برس پہلے کہے گئے۔ کھڑا باتیں کر رہا ہے۔ کیا اُس کی باتیں دعویٰ کا جنونِ الٰہی یا مجنونانہ نہیں؟ بلکہ ہاں سچائی اور صداقت کے نشان اس کے چہرے سے نمایاں ہیں۔ وہ اُن ہی لفظوں کو لیکر اپنی نسبت استعمال کرتا ہے۔ کہ وہ اچھا گڈریا میں ہی ہوں +

اب دونوں کو ملا دو۔ وہ شاہی لفظ جو ابدی خدا کے لئے اور یہ محبت جو ہمارے نجات دہندہ کی نسبت استعمال ہوتے ہیں۔ تو خداوند مسیح کے لئے ایک بہت اچھا لقب بنجاتا ہے۔ "یہوواہ مسیح" اب اس لفظ کو زبور میں لگاؤ۔ تو ہمیں اس کے ایک نئے معنی ملینگے۔ "یہوواہ مسیح میرا چوپان ہے" کونسی ضرورت ہے جو اس دوہرے نام سے رفع نہیں ہو سکتی؟ یہوواہ ہونے سے وہ تمام طاقت اور قدرت رکھتا ہے۔ مسیح ہونے سے کامل ہمدردی۔ یہوواہ ہونے سے وہ سب کر سکتا ہے۔ مسیح ہونے سے وہ ہمیشہ ہماری شفاعت کرتا۔ یہوواہ ہونے سے وہ قادرِ مطلق بادشاہ ہے

مسیح ہی نے سے دنیا میں ہمارا ساتھی اور ہمارے کان میں آہستہ اور میٹھی آواز سے کہتا ہے۔
"اے مچھوٹے جھنڈ خوف نہ کر"۔

"چوپان" یہ گراں بہا لفظ خدا کی نسبت پہلے یعقوب نے برتنے کے وقت استعمال کیا۔ وہ خود گڈریا تھا۔ اسٹرا پنے کے وسیع خیالوں سے اپنی زندگی کے تمام حصہ پر غور کرکے خدا کی بابت کہہ سکتا تھا کہ خدا نے تمام عمر میری چوپانی کی ہے۔ تمام بائبل میں یہ سنہلا خیال جابجا پایا جاتا ہے۔ یہاں تک کہ ہم اس کے آخری صفحوں میں پاتے ہیں۔ کہ برہ وہی چوپان ہے۔ جو اپنے جھنڈ کو زندگی کے منبع کے پاس لیجاتا ہے +

چوپانوں کا رشتہ اپنے گلوں کے ساتھ عجیب اور نرالی طرح کا ہے۔ اس میں اور بے زبان مخلوق میں جو اس کی حفاظت میں ہیں۔ ایک عجیب قسم کی محبت ہوتی ہے اچھا ہم بھی خدا تصور کریں کہ ہمیں بھی ایسا ہی رشتہ حاصل ہے۔ صبح وہ اپنے جھنڈ کو چراگاہ میں لیجاتا ہے۔ تمام دن ان کی حفاظت کرتا ہے کہ کوئی خطرہ درندوں اور چوروں سے نہ پہنچے۔ وہ انہیں مصفا پانیوں کے چشموں کے پاس بٹھاتا تاکہ کوئی لہر انہیں بہا او ڈبا نہ لیجائے اور رات کو پھر حفاظت سے گھر لیجاتا ہے۔ برس کے اندر بعض موسموں میں اس کو اور بھی دور دراز اور محفوظ چراگاہوں میں لیجانے کی ضرورت پڑتی ہے۔ جہاں وہ اپنے گھر اور آبادی سے دور ہوجاتا ہے۔ اور جہاں وہ اپنے جھنڈ کے بیچ رہتا اور دن کی دھوپ اور رات کی اوس برداشت کرتا ہے اگر جھنڈ میں سے کوئی لیلا یا بھیڑ کے ساتھ قدم نہ رکھ سکے۔ تو وہ اسے اپنی گود میں لیجاتا۔ اگر کوئی کھو جائے تو وہ اس کی تلاش کرتا ہے اور جب تک نہ پائے اسے چین نہیں آتا۔ اگر کوئی خطرہ آجائے تو وہ اپنی زندگی کو معرض خطر میں ڈالنے کو بھی ہمیشہ تیار رہتا ہے +

گڈریئے سپاہیوں کی طرح مسلح رہتے ہیں۔ بندوق ان کے کاندھے پر۔ پستول کمر میں اور نیزہ ان کے ہاتھ میں۔ ایسے رشتہ میں گڈریا اور جھنڈ آپس میں دوست ہو جاتے ہیں۔ بھیڑیں اسے پہچانتی ہیں اور اپنے اپنے نام پر اسے جواب دیتی ہیں۔ بعض ان میں سے گڈریا کے بہت قریب چلتی ہیں۔ یہ اس کی خاص پیاری ہیں۔ اور اس کے پیار کا پورا الیقین رکھتی ہیں۔ ان میں سے ہر ایک کے ساتھ جو وہ چاہے کر سکتا ہے

کیونکہ دن رات اُنکے بیچ اندر باہر آیا جایا کرتا اور اُس کے آنے جانے سے کوئی خوف اُنکے دل میں نہیں آتا
یہ سب مسیح کی بابت ہے جو بھیڑوں کا سردار گڈریا ہے۔ مسیح ہی اُس کے اندر گڈریا کا سا دل ہے جو پاک
اور مہر و محبت سے بھرا ہے۔ جس نے اپنی جان کو بھی ہمارے گناہوں کے کفارہ میں دریغ نہ کیا۔ پھر اُس کی
گڈریا کی سی آنکھ بھی ہے۔ جو تمام بھیڑوں کو پہچانتی اور جس سے کوئی کھوئی ہوئی بھیڑ بھی جو دور کے
پہاڑ پر ہو۔ اوجھل نہیں ہو سکتی۔ اور پھر اس کے پاس گڈریا کی سی وفاداری بھی ہے۔ جو کبھی ہمیں
ترک نہ کریگی۔ نہ ہمیں بے تسلی رہنے دیگی۔ نہ کبھی کم ہوگی اور بھیڑیئے کے سامنے سے جاتی نہ رہیگی +

پر اُس کے پاس گڈریئے کی طاقت بھی ہے۔ جس سے وہ ہمیں درندوں کے منہ اور پنجوں سے
چھڑا سکتا ہے اور سب سے زیادہ اُس پاس گڈریئے کی محبت بھی ہے۔ کوئی لیلا ایسا ناچیز نہیں کہ وہ
اُسے اُٹھا کے نہ لے جائے۔ کوئی مقدس ایسا کمزور نہیں کہ مسیح اُس کی دستگیری نہ کر سکے کوئی روح
ایسی ناتواں اور بے آرام نہیں کہ مسیح اُسے آرام نہ دے سکے۔ وہ باپ کی طرح ترس کھاتا اور ماں کی طرح
تسلی دیتا ہے۔ اُس کی حلیمی ہمیں بزرگی دیتی۔ وہ اپنی راستبازی کے پنکھوں کے نیچے ہم کو چھپا لیتا ہے
اور ہم اُس کے پروں کے نیچے آرام پاتے ہیں +

ہاں اُس نے اس سے بھی بہت زیادہ کیا ہے "ہم سب بھیڑوں کی مانند بھٹک گئے تھے اور
سب نے اپنی اپنی راہ پھیری" یسعیاہ ۵۳:۶ سزا اور دکھ اور لعنت ہمارے لئے تیار تھیں یسوع نے
اپنے تخت پر سے خطرہ کو دیکھا اور آدمیوں کی جماعت پر ترس کھایا کیونکہ ہم سب ایسے تھے۔ جن کا کوئی
گڈریا نہ ہو۔ چونکہ وہ ہمارا گڈریا تھا۔ اُس نے اپنی جان ہمارے گناہوں کے کفارہ میں دی اور خدا نے
ہماری بدیوں کا بوجھ اُس کے اوپر لادا۔ تب خوفناک حکم سنایا گیا کہ اُٹھ اے تلوار میرے گڈریئے کے
برخلاف اُس مرد غمناک کے برخلاف جو میرا ہمدم ہے۔ یہوواہ فرماتا ہے۔ میں گڈریئے کو مارونگا اور بھیڑیں
تتر بتر ہو جائینگی۔ اُس نے اپنی جان بھیڑوں کے واسطے دی اور اس طرح جھنڈ کو اپنے جسم کے خون
سے بچایا۔ اُس کی تعریف ہو۔ اُسی کی تعریف ہو۔ "میرا چوپان" ۔ اس چھوٹے سے لفظ "میرا"
سے کتنا فرق پڑ جاتا ہے ایک نوکر نے جب وہ ایک بیمار لڑکے کو اس کی ماں کے پاس لیگیا کہا کہ لڑکا مر گیا"

ماں چلا اُٹھی کہ ہائے میرا لڑکا مر گیا" اس طرح وزیر اعظم کہتا ہے کہ "اس سیاست کو میں بہت سے جانتا ہوں۔ اس کا ایک ایک شہر اور گاؤں مدت سے میں نے دیکھا" پر مالک اور راجہ جب کہتا ہے تو یوں کہتا کہ "میرا ملک۔ میری جاگیر جسے میں مدت سے جانتا ہوں" اسیطرح یاد رکھو کہ مذہب میں علم اور عمل میں بڑا فرق ہے۔ سچے اور کھوٹے جاننے میں یہ ہی ایک فرق ہے۔ کیا تم مسیح کو ایک نجات دہندہ کہتے ہو یا "میرا نجات دہندہ" یا تم یہ کہتے ہو کہ "خداوند ایک چوپان ہے" یا یہ کہ "خداوند میرا چوپان ہے۔ مجھے کچھ کمی نہیں"؟

گو تھوما کی مانند تم نجات دہندہ کو حقیقت کی صاف روشنی میں دیکھو اور تمہارے سب شک بھی دور ہو جائیں اور تم اس کے ہاتھوں کو چھو سکو۔ تو بھی تمہارے لئے کوئی فائدہ نہیں۔ جب تک تم یہ نہ کہہ سکو کہ "میرا خداوند اور میرا خدا"!

یسوع منتظر ہے کہ تم اس کی نسبت یوں کہو "اُسے صرف گڈریا اچھا گڈریا پاک فرشتوں کا گڈریا بحال شدہ۔ خون خریدوں کی فوج کا گڈریا کہنے سے تسلی نہیں ہے۔ اس کی خدمت پوری نہیں ہوگی جب تک کہ تم اپنا ہاتھ اس کے ہاتھ پر رکھ کے نہ کہو کہ "میرا چوپان" تم اگر یہ چاہو تو ابھی کر سکتے ہو کوئی چیز تمہاری سدِ راہ نہیں۔

یہ نہ پوچھو کہ تم اُس کی بھیڑوں میں سے ہو کہ نہیں اپنی طرف سے نگاہ ہٹا کے اس کی طرف دیکھو تب دیکھ سکو گے کہ اس کے پاس تمہارے چوپان ہونے کی سب خاصتیں موجود ہیں۔ تمہارا یہ کہکر چلانا کہ "میرا" اس امر کا نشان ہوگا کہ تم اِس جھنڈ میں ہو۔ جسے وہ بہت تکلیفوں میں سے پاک کر کے آسمانی جھنڈ کیطرف لیجا رہا ہے "خداوند میرا چوپان ہے مجھے کچھ کمی نہیں"۔

دُنیا کی تمام ضرورتوں اور غموں کے بیچ خدا کی بھیڑیں محفوظ ہیں۔ دنیا کے لوگوں کی شکایت اس ایک فقرہ میں سے ظاہر ہوتی ہے کہ "میں بھوکوں مرتا ہوں" لیکن مقدسوں کے فخر کا نعرہ دنیا میں امید کے ساتھ آواز دیتا ہے کہ "میرا خدا تمہاری ساری ضرورتیں پوری کریگا۔ اس جلال کی دولت کے مطابق جو مسیح یسوع میں ہے"۔ جبکہ اُس کے مزدوروں کے پاس کافی روٹی ہے۔ تو کتنی زیادہ اُس کے اپنے فرزندوں

سکے واسطے نہ ہوگی"۔شیرنی کے بچے بھوکے ہوں تو ہوں ۔ پر وہ جو خدا کے طالب ہیں کسی اچھی چیز سے محروم نہ رہینگے۔ شائد تمہارا تجربہ اِس خوشخبری سے جدے ہو۔ پر اِس کا شائد سبب یہ ہے کہ تم نے ایمان سے ڈھونڈا نہیں۔ اور جو کچھ کہ طیار تمہارے ہاتھ کے پاس رکھا گیا تھا تم نے لیا نہیں اور یا شائد تم نے اپنی ضرورتیں خدا کو دُعا اور زاری کے ساتھ بتائیں نہیں یا شائد تمہاری ضرورت کے پورا ہونیکا وقت نہیں آیا۔ یا شائد تم نے ضرورت کے سمجھنے میں غلطی کی ہے۔ اور جو کچھ مانگا ہے۔ شائد وہ تمہارے نقصان کا باعث ہے۔ ان باتوں میں ایک نہ ایک ضرور تمہارے اور اِس خوشخبری میں فرق کا باعث ہے کیونکہ یہ بالکل سچ ہے کہ جو اُس سے ڈرتے ہیں۔ اُن کے لئے کچھ کمی نہیں"۔ اور یہ اُن کا سبق ہے "خداوند میرا چوپان ہے ۔ مجھے کچھ کمی نہیں"۔

"تم دنیا کے نور ہو"۔ یہ خیال کیسا تسلی بخش ہے کہ ہمارے نجات دہندہ نے نور کے مقدار کا ذکر نہیں کیا۔ شائد ہمارا نور بہت ہی تھوڑا سا ہے لیکن اگر ہم مسیح کیلئے چمک رہے ہیں تو ہماری خدمت ویسی ہی مقبول ہوگی جیسی کہ سب سے بڑے نور کی۔ پھر چراغ اپنے میں نور نہیں رکھتا جب تک اُسکو شعلہ سے روشن نہ کیا جاوے وہ منور نہ ہوگا۔ اِسی طرح ہمارے دل جب تک مسیح کی محبت کے آسمانی شعلہ سے روشن نہ کئے جائیں منور نہیں ہو سکتے۔ ایک اَور بات غور طلب ہے کہ چراغ اپنے میں تیل نہیں بھر سکتا۔ اگر اُس میں تیل نہ ڈالا جائے تو شعلہ گل ہو جائیگا۔ اِسیطرح ضرور ہے کہ ہمارے دل خدا کی محبت سے ہمیشہ بھرے ہوں ورنہ ہماری روشنی ہرگز نہ چمکیگی۔ یہ بھی ضرور ہے کہ روشنی لگاتار قائم رہے چھوٹے سے چھوٹا چراغ خوب روشنی دیتا ہے۔ اُس بڑے چراغ سے بہتر ہے جو تھوڑی دیر تک تڑاق پڑاق کرکے جلتا ہے اور پھر تاریکی چھا جاتی ہے +

کہتے ہیں کہ جب مارٹن لوتھر بائیسویں مزمور کی تفسیر لکھ رہا تھا اُس نے تین روز تک اپنے آپ کو ایک کوٹھری میں بند رکھا اور نان و نمک پر گذارہ کیا ۔ آخرالامر اُس کی بیوی نے لوہار کو بلاکر دروازہ تڑوایا اور دیکھا کہ لوتھر غور و دھیان میں مستغرق ہے +

ہمارے مشن اور سوسائٹیاں

یوگنڈا مشن کی مختصر تاریخ

جلاوطن کلیسیا

جب گذشتہ واردات کی خبر انگلینڈ پہنچی (اکتوبر ۱۸۸۸ء) تو ایسا معلوم ہوا کہ یوگنڈا مشن کا خاتمہ ہو گیا۔ مشن ہوس جلایا گیا۔ مشنری ہانک دئے گئے۔ زیادہ مسیحی قتل ہو گئے۔ عرب جو ہمیشہ سے مسیحی مذہب کے جانی دشمن تھے ملک کے مالک بن گئے۔ اس کام کا جس پر اتنا روپیہ صرف ہو چکا تھا جس کی فکر اتنے لوگوں کے دل میں تھی۔ جس کی وجہ سے اتنے آدمی دکھ سہہ چکے تھے۔ اور جس میں کئی شہادت کا تاج حاصل کر چکے تھے یوں خاتمہ ہو گیا +

تاہم مشن کے حامیوں نے دل نہ چھوڑا۔ ان کو معلوم تھا کہ کبھی کبھی مشنوں کی تاریخ میں بڑی شکست بڑی فتح اور کامیابی کا نشان اور پیشرو ہوئی ہے۔ ان کو یہ بھی یاد تھا کہ خدا کا کام کبھی تنزل نہیں کرتا۔ یوگنڈا کا مشن اس کا بنایا ہوا تھا۔ اور اگر اس کی اجازت سے وہ کچھ عرصہ کیلئے مسمار کیا گیا تو ضرور اس میں بھی اسنے کوئی مصلحت دیکھی ہو گی۔ خاص رنج ان مشنریوں کے دل کو تھا جنہوں نے محنت سے کلیسیا قائم کی تھی اور اب اس دروازے کو جس سے ایک فوج داخل ہو چکے تھے بند پایا +

موانگا کے تخت سے اتارے جانے کی خبر مسٹر میکے کو اسمبرد میں پہنچی تھی۔ ان کو خبر پہنچی کہ موانگا مقام ماگو میں بڑی تنگی اور افلاس کی حالت میں ہے۔ سنتے ہی انہوں نے اس کی دعوت کی اور اپنے ہاں اسمبرد میں اس کو پناہ دینے کا وعدہ کیا۔ یہ موانگا وہی ظالم خونی تھا جس نے بشپ ہینگٹن صاحب کو قتل کروایا تھا۔ لیکن مسٹر میکے نے اس کی بدی کے عوض نیکی کرنے کا مصمم ارادہ کیا۔ پہلے موانگا یہ خبر پاکر بڑا خوش ہوا۔ لیکن پھر اس کو خیال آیا کہ اگر میں یہاں سے ایک دفعہ نکلوں اور اس کی خبر عربوں کو پہنچے۔ تو وہ ضرور میرا تعاقب کرینگے۔ اور رستے میں مجھے پکڑ کر قتل کر ڈالینگے۔ اس لئے وہ خود تو نہ

پناہ گاہ میں دبک کر بیٹھ رہا اور مسٹر میکے کو کہلا بھیجا کہ آپ میرے پاس چلے آئیں۔ لیکن مسٹر میکے نے ایسا کرنے سے انکار کیا۔ کچھ عرصہ بعد موانگا اپنی کمین گاہ سے نکل بھاگا اور اسکمبی میں فرانسیسی رومن کاتھولکوں کے پاس جا چھپا +

اس اثنا میں یوگنڈا کی کلیسیا کا کیا حال تھا۔ یوگنڈا کے مغرب میں ایک مقام بوساکالا نامی ہے۔ زیادہ مسیحی وہاں جا کر فراہم ہوئے۔ یہاں کے بادشاہ نے ان کو جگہ دی اور مہربانی سے پیش آیا۔ جو باقی رہے تھیں سے بعض اسمبر دمشنری ٹونی کے پاس بھاگ گئے۔ اور بعض ایک اور مقام بنام ان یورو میں جا رہے +

جون ۱۸۸۹ء سے لے کر نومبر تک یوگنڈا مشن کی کوئی خبر انگلینڈ نہ پہنچی تمام ملک میں بعض حوادث کے باعث بڑی ابتری پھیل رہی تھی۔ اور خط وکتابت محال تھی لیکن اس اثنا میں کلیسیا بالکل مستعد رہی۔ اور اس بات کی منتظر تھی۔ کہ موقع پاتے ہی پھر یوگنڈا پر یورش کرے۔ بوساکالا کے جلاوطن مسیحیوں نے نقود یموس کو اپنا ہادی بنایا اور چرچ کونسل اسکو صلاح ومشورہ دینے کیلئے مستعد تھی۔ چند مسیحی امیر بھی جو دہاں موجود تھے ہر طرح کے کام میں بڑے سرگرم تھے۔ کبھی کبھی رومن کاتھلکوں کے ساتھ نااتفاقی پیدا ہوجاتی تھی یہ لوگ چاہتے تھے کہ موانگا سے مذہبی آزادی کا وعدہ لیکر زور شمشیر سے اسکو یوگنڈا کے تخت پر بحال کریں نقود یموس نے بوساکالا سے مسٹر میکے کو یہ خط لکھا +

بوساکالا۔ مارچ ۱۸۸۹ء

میرے بھائی مسٹر میکے

میں تمہارا بھائی تم سے بہت محبت کرتا ہوں۔ اور تم کو بذریعہ اس خط کے سلام بھیجتا ہوں ملاقات کئے ہوئے بہت دن گذر چکے ہیں۔ اور مجھے تمہاری کوئی خبر نہیں پہنچتی۔ میں تم کو خبر دیتا ہوں کہ اس جگہ پر مسیحیوں کی تعداد بہت ہے۔ عورتوں کو شامل کرکے ان کا شمار ایک ہزار ہوگا۔ لیکن یوگنڈا میں سے ہمارے بھائی نکلکر برابر ہمارے پاس آرہے ہیں۔ اس وجہ سے ہم کو بڑی تکلیف ہوتی ہے۔ خاص کر اسلئے کہ ہمارے پاس کھانا بہت کم ہے۔ اور لوگ بھوک سے مرتے جاتے ہیں۔ سب کی خواہش ہے۔ یوگنڈا واپس جائیں اور

قرآن والوں سے جنگ کریں۔ اگر ہمارا یا اماد تم کو منظور ہو تو فوراً ہمیں جواب دو تم ہمارے بھائی ہو۔ اپنی صلاح و مشورت سے ہمیں آگاہ کرو تاکہ ہم کو یقین ہو جائے کہ تمہیں ہماری فکر ہے۔ ہمارے دو گروہ یوگنڈا سے نکلے تھے۔ ہم اور پوپ کے پیرو۔ ہمارے درمیان کامل صلح قائم نہیں رہتی۔ پوپ کے پیرو ہم سے ہمیشہ لڑنے کی خواہش ظاہر کرتے ہیں۔ فرانسیسی پادریوں کی طرف ایک خط لکھو تاکہ وہ ہمارے درمیان صلح پیدا کریں ✦

راقم

سیوالو

یہ خط ساتھ ایک اور خط کے جس کا لکھنے والا ممولیل بذریعہ چند یوگنڈا والوں کے ایسٹر کے قریب اوسمبرو پہنچایا گیا۔ اسکو پڑھ کر مشنریوں کے دلوں کو ازحد خوشی اور راحت ہوئی۔ ان کو صلاح دیگئی کہ جنگ نہ کرو۔ بلکہ برعکس بوسا گالا کے بادشاہ کی رعیت بنکر زراعت اور کاشتکاری میں مصروف ہو جاؤ۔ جواب کے حاملوں کے ساتھ کتابوں کا ایک صندوق جلاوطن کلیسیا کے استعمال کے لئے بھیجا گیا۔ علاوہ اسکے کپڑے کے تھان بھی بھیجے گئے تاکہ اس سے غریبوں کی مدد ہو۔ یہ کپڑا اس روپیہ سے خریدا گیا جو ٹیناولی کے مدراسی مسیحیوں نے یوگنڈا کے مظلوموں کی مدد کے لئے بھیجا تھا ✦

جب مذکورہ بالا خط اوسمبرو میں مشنریوں کے پاس بھیجا گیا۔ اسی وقت برن کا تھک جلاوطنوں کے پاس سے ایک خط مونگا کی طرف روانہ ہوا جسکا مضمون یہ تھا کہ ہم تمہاری مدد کے لئے تیار ہیں۔ اپنے تخت کے لئے جنگ کرو۔ مونگا یہ خبر پاکر بڑا خوش ہوا۔ ایک سوداگر (سابق مشنری) بنام سٹوکس نے اپنی کشتی میں اسکو جزیرے سے نکالکر کنارے پر پہنچا دیا۔ مونگا نے اپنے ملک میں پہنچتے ہی تمام وفادار باشندوں کو اپنی مدد کے لئے بلایا ✦

اس اثناء میں یوگنڈا کی حالت بدل چکی تھی۔ عرب کیویرا سے ناراض ہو گئے۔ اور انہوں نے اس کو تخت سے اتار دیا اور قتل کیا۔ مونگا کا ایک اور بھائی بنام کلیمہ باقی تھا۔ اسنے تخت نشین ہوتے ہی اپنے تمام رشتہ داروں کو جو شاہی نسل سے تھے قتل کروایا ✦

مونگا کا حکم سنتے ہی پروٹسٹنٹ اور رومی اس کی مدد پر آمادہ ہوئے۔ اوسمبرو کے

مشنریوں کا جواب ابھی انکے پاس ابھی تک نہ پہنچا تھا۔ لڑائی پیشتر ہی شروع ہوگئی۔ جنگ میں مسیحیوں کے تین نامی دشمن کام آئے۔ ان میں ایک وہ تھا جس نے بشپ ہنگٹن کو قتل کیا تھا۔ اور ایک مسیحی امیر الجیر گابنگا کا قاتل تھا۔ اور تیسرا ایک عرب بنام مسعود تھا جو شرارت میں بہت پیش قدمی کیا کرتا تھا۔ وزیر اعظم جو نہ مریدوں کا بڑا دشمن تھا اپنے گھر میں جل مرا۔

موانگا کی پہلی کوشش لاحاصل ہوئی۔ اسے جھیل کے ایک جزیرے میں پناہ لینی پڑی۔ یہاں سے اس نے پرٹسٹنٹ اور رومی پادریوں کے پاس درخواستیں بھیجیں۔ ذیل کا خط موانگا کے پاس سے مشنریوں کے پاس پہنچا۔ اس کے لانے والے تین مسیحی بنام محمد ثا۔ سیما مننبا۔ اور ٹامس تھے۔

بولی گوگ جون ۵ ۱۸۸۹ء

میں تم کو اور مسٹر گارڈنر کو سلام بھیجتا ہوں۔ میں موانگا بعد سلام کے تم سے منت کرتا ہوں۔ کہ میری مدد کرو۔ گذشتہ باتوں کو بھول جاؤ۔ میں بڑی بری حالت میں ہوں۔ اگر تم (میں تم کو اپنے باپ سمجھتا ہوں) میری مدد کرو اور مجھے میری بادشاہی دلوا دو تو میں تم کو ہر طرح کی آزادی دونگا۔ پیشتر میں خدا کو نہ جانتا تھا لیکن اب میں مسیح کے دین سے واقف ہوگیا ہوں۔ کلیمہ نے میرے بھائیوں اور بہنوں کو قتل کیا ہے اس نے میرے بچوں کو بھی مار ڈالا ہے۔ مسٹر میکے میری مدد کرو۔ مجھ میں بالکل زور نہیں رہا۔ لیکن تمہاری مدد سے مجھے زور ملیگا۔ یہ خیال نہ کرو کہ اگر تم موانگا کو تخت نشین کروگے تو وہ پھر بدی کریگا۔ اگر پھر مجھ سے بدی ہو تو مجھے نکالدینا۔ میں نے اپنی پہلی عادات چھوڑ دی ہیں۔ اب سے میں تمہاری مرضی پر چلونگا۔

میں ہوں تمہارا دوست

موانگا

اپنے آپ کو بھول جاؤ۔ ایک شخص کسی آتشی مینار (لایٹ ہوس) کی سیر کو گیا۔ اور محافظ سے دریافت کیا کہ کیا تمہیں اس جگہ پر رہتے ڈر نہیں لگتا۔ اُسنے جواب دیا کہ نہیں صاحب! ہم یہاں اپنی نسبت کبھی فکر نہیں کرتے۔ اُسنے حیرانی سے کہا کہ تمہیں اپنی فکر نہیں! تو کیا سنے؟ محافظ نے جواب دیا کہ ہمیں یہی فکر رہتی ہے کہ ہمارا فانوس خوب روشن اور اسکے شیشے صاف رہیں تاکہ جو لوگ خطرہ میں ہیں بچ جائیں۔

اے مسیحی تجھے کیسا بننا چاہئے

"پر ہم سب بے پردہ کئے ہوئے چہرے سے خداوند کے جلال کو آئینہ میں سے دیکھ دیکھ جلال سے جلال تک خداوند کی روح کے وسیلہ اسی صورت پہ بنتے جاتے ہیں"۔ ۲ قرنتیوں ۳: ۱۸

ایک ہندوستانی مشنری نے اثناء گفتگو میں یہ کہا کہ علانیت میں جب کسی شخص کو مسیحی کہتے ہیں تو اس سے کوئی قومی امتیاز مفہوم نہیں ہوتا بلکہ یہ سمجھا جاتا ہے کہ وہ مسیح کا پیرو اور اس کی تعلیم کا ماننے والا ہے کہ وہ مسیح کا ہے اور اسی لئے مسیحی کہلاتا ہے۔ لیکن برعکس اس کے ہندوستان میں یہ لفظ بسیط مثل الفاظ ہندو و اسلام کے اظہار قومیت کے لئے استعمال کیا جاتا ہے۔ اور اس طرح مستعمل ہو کر اپنا اصلی اور حقیقی مفہوم کھو دیتا ہے کیا پیغام یہ خطاب ہندوستان کی سیکڑوں اقوام میں ایک اور نئی ذات پیدا کرنے کو مفروض ہے۔ مندرجہ بالا دشوار گذار معاملہ کا ہے پیارے بھائیو ذرا غور سے دیکھو۔ کیا تم مسیحی بمعنی مسیح کے ہو یا برائے اظہار قومیت اس لقب سے ملقب کئے جاتے ہو۔ آیت منقولۃ العنوان ایک کسوٹی ہے کہ ہمارے پاس آئی ہے۔ آؤ ہم ذرا سی دیر کے لئے اس معیار پر اس خطاب کو کس کر دیکھیں اور جلد فیصلہ کریں کہ ہم کس قماش کے مسیحی ہیں +

اس آیت کے الفاظ سے ظاہر ہوتا ہے کہ مسیحی وہ ہے جس میں مسیح کی شکل دکھائی دیتی ہے جو روزمرہ اُسی شکل میں تبدیل ہوتا جاتا ہے جس کی صورت کے خال و خط۔ چہرہ کے فیچر اور نقش روز بروز مسیح کی صورت اور شکل سے مشابہ ہوتے جاتے ہیں۔ ریوائزڈ ورشن (نئے ترجمہ) میں بجائے خداوند کے جلال کو آئینہ میں سے دیکھ دیکھ کے جلال سے جلال تک" کے ترجمہ یا یا جاتا ہے "خداوند کے جلال کا آئینہ کی طرح جلال سے جلال تک منعکس کرتے ہوئے"۔ اس ترجمہ کے مطابق ہم آئینہ سے تشبیہ دئے گئے ہیں۔ اور جو خاصہ آئینہ کا ہے وہی ہمارا ہونا چاہئے۔ آئینہ کو جب ہم آفتاب کے مقابل رکھتے ہیں۔ تو تھوڑی دیر کے بعد یہ دیکھنے میں آتا ہے کہ اس کی سطح پر شعاعیں جمع ہو کر آفتاب کی صورت پیدا کر دیتی ہیں۔ اور کرنیں اپنی چمک اور دمک کے ساتھ اس جگہ سے چاروں طرف کو نکلتی اور آنکھ اُن کے دیکھنے کی تاب نہیں لا سکتی۔ مسیح آفتاب صداقت ہے اور مسیحی آئینہ

اور ان دونوں میں یہ نسبت قانون قدرت کے عین مطابق مثل لازم ملزوم کے ہے کہ ایک کی صورت دوسرے کی سطح پر پیدا ہو کر جلال اور تجلی کے ساتھ منعکس ہو۔ مشرقی صاحب کا قول بہت زور رکھتا ہے اور اس سے سچائی ٹپکتی ہے۔ کون سی آنکھ ہے جو اُس آئینہ کو جس کی سطح پر آفتاب جہاں آرا کی تصویر بن چکی ہے دیکھ کر خیرہ نہ ہو اور اپنے ساتھ ایک ایسا اثر نہ لیجائے جو مدت تک اُسے کھلنے نہ دے۔ مسیحی بھی جب مسیح کی شکل لیکر دوستوں کی مجلسوں شہروں کی گلیوں اور دنیا کے ملکوں میں گھومتا ہے۔ آس پاس کے لوگوں سے ملنے جلنے اور رہنے سہنے کے تعلقات اور زندگی کے پیشوں حرفوں اور دیگر معاملات میں گھستا ہے تو وہ بھی ایک اثر سے اپنے ملاقیوں اور دوستوں کو متاثر کرتا جس کی تاثیر اُن کی زندگی میں ایک نئی کیفیت پیدا کر دیتی ہے۔ اُس کی زبان بند ہوتی ہے پر اُس کے حرکات و سکنات میں فصاحت مجسم نظر آتی۔ اُس کے اختیارات میں رعب اور دبدبہ نہیں ہوتا پر اُس کی اداؤں میں تسخیر کرنے والی تاثیر موجود ہوتی۔ اُس کا لباس زرق برق نہیں ہوتا مگر اُس کی عادات نورانی کرنیں جلوہ گر ہوتی ہیں۔ اُس کی تمام زندگی بذات خود ایک حقیقی منطق اور اخلاق کا سچا فلسفہ ہوتی ہے۔ اور وہ جدھر جاتا دنیا کو روشن کرتا ہے۔ جب مسیح دنیا میں تھا تو وہ دنیا کا نور تھا اور اب یہ اُس کی جگہ دنیا کا نور ہے ۔

ممکن ہے کہ پڑھنے والا یہ پوچھے کہ مسیح کے ہم شکل ہونے سے کیا مراد ہے۔ کیا اس کا یہ مطلب ہے کہ جو جسم عنصری اور ہیئت ہیولائی وہ اِس دنیا میں رکھتا تھا ہماری صورتیں اُس کے مشابہ ہو جائیں۔ بعض محققوں کا گمان ہے کہ ہمارے خداوند کی جسمی صورت میں کوئی دلربا کشش ایسی نہیں پائی جاتی تھی جیسی محض حسین چہروں میں بعض اوقات پائی جاتی ہے۔ سو مسیح کے ہم شکل ہونے سے یہ مراد نہیں۔ اِس سے شبیہ مراد ہے جو اُس میں اَن دیکھے خدا کی صورت ہونے کی حیثیت سے جلوہ گر تھی۔ اور جناب پولس کی البم (تصویریں جمع کرنے کی کتاب) میں ہمارے اور آنے والے زمانوں کے لئے محفوظ ہے ۔

بائبل کو بھی کاشف آئینہ سے تشبیہ دیا ہے۔ تصویر کے آئینہ کا حال کبھی دیکھا ہوگا کہ اُس میں تصویر بھی دکھائی دیتی اور دیکھنے والے کی شکل کا عکس بھی اس آئینہ کی سطح پر جم جاتا اور یوں وہ اُس تصویر کو اور ساتھ ہی ساتھ اپنی شکل کو بھی دیکھتا جاتا ہے۔ پرانا ترجمہ ہے "آئینہ میں سے دیکھتے ہوئے" اس کی یہی مراد ہے کہ ہم

اب اگر ہم کو کہو لیں۔ اور وہاں مسیح کی شکل کے جو جدا جدا اجزا اور خال اور خط پائے جاتے ہیں اُن کی مجموعی صورت کو دیکھیں اور اپنی صورت کو اُس جلالی شکل کے مقابل رکھ کر دریافت کریں۔ روز روز مقابلہ کے طور پر اتفاق کیا کریں کہ میری صورت اِس مبارک صورت سے آج کہاں تک مشابہت پیدا کر چکی ہے جب ہم اُس البم کو کھول کر دیکھتے۔ اور مسیح کی صورت پر نظر ڈالتے تو اُس کا ہر ایک نقش الٰہی تجلی کے ساتھ چمکتا ہوا دکھائی دیتا اور ہر رنگ ایسی مناسبت اور حکمت سے آمیزاں نظر آتا کہ ہمارا دل یہی چاہتا کہ اُسے متواتر دیکھتے جائیں اور نگاہ کو اِدھر اُدھر نہ پھیریں۔ ایک خال اُس پیاری اور دل پسند صورت کا یہ تھا کہ وہ اپنی مرضی کو باپ کی مرضی کے تابع رکھتا تھا۔ کیا جب ہم کسی دوسرے کی مرضی کے موافق چال چلتے ہیں تو یہ ظاہر نہیں کرتے کہ ہماری مرضی اُس کی مرضی کے ساتھ مشابہت رکھتی ہے۔ کہ جس چیز کو اُس کا دل چاہتا اُسی کو ہمارا دل چاہتا ہے۔ جن باتوں سے اُس کی طبیعت نفرت کرتی اُن باتوں سے ہماری طبیعت بھی نفرت کرتی ہے اُس کے خیال ہمارے خیال۔ اُس کی خواہشیں ہماری خواہشیں۔ اُس کے تصورات ہمارے تصورات ہیں۔ کیا یہی باتیں نہیں جنھوں نے اِس بات کو پورے درجہ تک ثابت کیا کہ اگرچہ یسوع خادم کی صورت رکھتا تھا مگر تاہم اُس میں اور باپ میں اُس کی شکل میں اور باپ کی شکل میں کچھ فرق نہ تھا۔ ہاں وہ بڑی دلیری اور سچائی کے ساتھ یہ کہہ سکتا تھا جس نے مجھے دیکھا اُس نے باپ کو دیکھا۔ اگر وہ جو عیسائی کہلاتا ہے ہر بات میں اپنی مرضی کو مسیح کی مرضی میں متبدل اور غرق ہو جانے دے تو ضرور یہ سمجھنا چاہئے کہ اُس جلالی شکل کا ایک نورانی پرتو اُس میں پیدا ہو گیا ہے پر یہ کچھ آسان بات نہیں۔ ہم ذرا زیادہ تفصیل سے اِس پرتو کے رنگوں پر غور کریں یعنی دیکھیں کہ مسیح کو کس قدر خود انکاری اختیار کرنی پڑی۔ اور کس قدر اپنے ذاتی اور شخصی آرام اور فائدہ کو باپ کی مرضی کی متابعت میں تصدق کرنا پڑا۔ ہر حال میں اور ہر موقع پر باپ کی مرضی کا خیال نقش کالحجر رہا۔ اُس کی زندگی کی ابتدا اور انتہا انہیں لفظوں کے ساتھ ہوتی۔ جب ہم اُس کی خدمت کے شروع میں اُس سے ملتے جبکہ وہ بھوکا اور پیاسا ہو رہا تھا اور سفر کے سبب سے تھک کر کوئیں کے کنارے بیٹھا ہوا تھا اور جبکہ ہم اُس سے کسی قسم کی محنت اور کام کی توقع نہیں رکھتے تھے عین اِس حالت میں ہم اُس کی زبان سے یہ سنتے ہیں کہ "میرا کھانا یہ ہے کہ اپنے بھیجنے والے کی مرضی بجا لاؤں" اور جب ہم اُس کی خدمت کے اختتام کے نزدیک اُس سے ملنے

تب بھی یہی الفاظ اُس کی زبان سے نکلتے۔ اُس وقت وہ یسعیاہ نبی کا "مردِ غمناک" اور "رنج کا آشنا"
نظر آتا۔ کوئی بات بھی کو مردِ غمناک اور آشنائے رنج اسباب سے بڑھ کر نہیں بناتی۔ کہ وہ ایک طرف عداوت
کو انتہا تک پہنچے ہوئے دیکھے اور دوسری طرف اپنی امیدوں کے بر آنے کے اسباب مسدود پائے۔
مگر جب امید کے بر آنے کے وسائل نظر آتے ہیں۔ وہ رنج نصیب نہ ہو بلکہ تیرِ عداوت کا نشانہ ہونا
پڑے۔ ایسی حالت میں آدمی دانت پیستا ہے اور دم بدم سوچتا اور متواتر کوشش کرتا کہ مخالفت کے طوفان
سے نکل کر اُس جگہ پہنچے جہاں کامیابی حاصل کرنے کے وسائل موجود ہیں۔ کیا اُس کا یہی حال نہ تھا کہ ایک طرف
یہودیوں کی مخالفت دھواں دھار گھٹا کی طرح سیاہ بادل پر بادل جمع کر رہی تھی۔ اور کیا دوسری طرف
غیر قوموں کے ممالک میں اُسے کامیابی کا ستارہ چمکتا نظر نہ آتا ہوگا۔ یونانی جب فلپس کے توسل سے
اُس کے پاس آئے۔ ہیں محوِ ہوش و استعجاب ہو کر کہ اُسے جو مُردوں کو جِلاتا اور بیماروں کو تندرست
کر دیتا۔ دیکھیں کہ جس کی قدرت اور سلطنت کے حیرت انگیز بیان ہم اپنے ملک میں سنتے تھے۔ اُس پر ایک
نظر ڈالیں۔ کیا اُس وقت اُسکے دل میں یہ نہ آیا ہوگا کہ اگر میں اِن سنگدل یہودیوں کو جو میری محبت بھری باتیں
شنوا نہیں ہوتے چھوڑ کر اُن میں جو غیر قوم بے دین۔ بے امید اور بے خدا کہلاتے ہیں۔ چلا جاؤں تو وہ
اپنی سادہ دلی سے میرے قدموں پر سر رکھینگے۔ اور اب بھی میری بادشاہت کے شان و شوکت کے ساتھ قائم
ہونے کا موقع ہے۔ [یوحنا کا بارھواں باب پڑھو جہاں اس ملاقات کا حال مندرج ہے] وہ دونوں طرف دیکھتا
ایک طرف عزّت اور تعظیم اور تکریم کی صورتیں نظر آتی ہیں۔ اور دوسری طرف صلیب کا دکھ۔ صلیب
کی موت میں باپ کی مرضی دکھائی دیتی اور دونوں خیالات کو کھینچتا اور پُر متانت الفاظ سے یوں کہتا
"میری جان گھبراتی ہے۔ پر میں کیا کہوں کہ اے باپ مجھ کو اس گھڑی سے بچا۔ لیکن میں تو اسی گھڑی کیلئے
آیا ہوں"۔ میری سرفرازی اِسی صلیب میں ہے۔ کیونکہ باپ نے مجھے اِسی گھڑی کے لئے بھیجا ہے۔ اور اگر
کوئی میری خدمت کرنا چاہے تو یہ جان لے کہ میری خدمت یہی ہے کہ میری پیروی کرے۔ جس طرح میں اپنے
باپ کی مرضی کو بجا لاتا ہوں۔ وہ بھی بجا لائے۔ پیارے بھائی کیا ہم بھی اسی طرح باپ کی مرضی کے سبب اُن
اسباب کو رد کرتے۔ جن میں طلبِ منفعت کی امید نہاں ہے۔ کیا ہم بھی اُس نام اور عزت کو ٹھکرا دیتے

دنیا کے لوگوں کی نظر میں بلند کرتی مگر باپ کی مرضی سے دور پھینک دیتی۔ کیا ہم اُس عدالت و منصب
اور شہرت کو جو باپ کی مرضی کے برعکس ہم کو دستیاب ہو سکتی ہے۔ ہیں نیچے سے رد کرتے اور تمام فوائد کو
صرف اس خاطر کہ باپ کی مرضی پوری ہو۔ اُس کی زندگی آزمائش کا دور تھا۔ اُس کی زندگی تھی۔ شیطان سے
وہ آزمایا گیا۔ دوستوں سے وہ آزمایا گیا۔ دشمنوں سے وہ آزمایا گیا۔ اُس کا اِس ناپاک دنیا میں آنا اور
اِس میں رہنا ایک آزمائش تھی۔ مگر اِن سب سے بڑھ کر اِن سب کا کمال۔ ہولناک اور سب سے بڑی آزمائش یہ تھی
کہ اُسے صلیب کی موت کے تابع ہونا پڑا۔ موت بلکہ صلیبی موت تک فرمانبردار رہا"۔ اِس صلیبی موت کا کیا مطلب تھا؟
کیا یہ کہ وہ ضرور اِس عذاب میں گرفتار ہونے کو تھا جو صلیب کی موت سے مہیا تھی۔ کیا صرف یہی اب سے
فکر گتسمنی میں اِس کا خون پسینا ہو کر گرتا تھا۔ اگرچہ اُس کی بے عیب اور بے داغ انسانیت کے لئے یہ
قتل اور ہلاکت اِس عذاب کا سخت صدمہ غیر متحمل معلوم ہوتا ہے۔ اور ضرور رہا ہوگا۔ پس اُس کے مرنے کو
بیجا بتانے اور اُس نزاع کا عالم طاری کرنے کو میری دانست میں صرف اِس عذاب کا خیال کافی تھا
اِس صلیبی موت میں کچھ اور بات شامل تھی۔ ایک اور عذاب نہاں تھا۔ ایک آزمائش چھپی تھی جو باقی اور
آزمائشوں سے سخت تھی۔ آؤ صلیب پر دیکھو اور سنو کہ وہ کیا کہتا ہے۔ اے میرے خدا اے میرے
خدا تم نے مجھے کیوں چھوڑ دیا۔ دنیا کا مخالف ہو جانا۔ کامیابی کی کشتی کا ڈوب جانا۔ ہزار صلیب کی میخوں کا
ہاتھوں اور پاؤں میں گاڑا جانا۔ اور تمام آزمائشوں کا یکبارگی اُس پر گر جانا ایسا درد پیدا نہیں کر سکتا تھا
جیسا اپنے ازلی باپ سے ایکدم کی جدائی۔ مگر میرے گناہوں اور اے پڑھنے والے تیرے گناہوں کے سبب
سے اور باپ کی مرضی کو پورا کرنے کیلئے اُس نے اِس بات کو بھی گوارا کیا۔ اِن شروع سے آخر تک اُس کی
زندگی میں دو رشتے چلے جاتے ہیں۔ ایک طرف آزمائشوں کا مسلسل دور اور اُس کی دوسری طرف یہ
رشتہ چلا جاتا ہے "میری مرضی نہیں مگر تیری مرضی ہو"۔ ہماری مرضی باپ کی مرضی میں کہاں تک جذب
ہو چکی ہے۔ کیا ہم اپنے دکھ اور مصیبت میں۔ اور فارغ البالی اور فتح مندی میں۔ بیچ آزمائش کے
تیرہ و تار بادلوں میں اور اپنی خوش وقتی کے خوش آشنا لمحوں میں اُس کی مرضی کو اپنی زندگی کا قانون
اور اپنی روح کی خوراک سمجھتے ہیں۔ اگر ایسا ہو تو ہم جانیں کہ ایک نقش اُس کی شکل کا ہم میں پیدا ہونے

لگ گیا ہے ضرورت نہیں کہ میں اس مبارک شکل کا ایک نقش اور ایک مثال پیش کروں ہماری البم میں بہتیرے
موجود ہیں میں نے صرف ان میں سے ایک کو منتخب کرنے کے لئے ناظرین آپکے سامنے رکھا ہے اُسکی
فروتنی اور اُس کی عظمت۔ اُس کی ملائمت اور اُس کی غیرت۔ اُس کا اعتقاد اور اُس کی محنت۔ اُس کی
تنبیہ اور اُس کی محبت۔ اُس کی سادگی اور اُس کی حکمت باپ سے پیار اور کھوئے ہوئے انسان سے محبت
آپ کو خالی کرنا اور دوسروں کو پُر کرنا۔ یہ سب رنگ اس تصویر میں پوری نسبت اور انداز سے ٹھیک صورتی
کے ساتھ نظر آتے ہیں۔ اور یہی حال مسیحی کا ہونا چاہئے۔ یہ صورت جس دن دکھائی دے مسیح ہمیں نظر آتا ہے
تب وہ مسیحی کہلانے کے لائق ہوگا ⁕

شاید کوئی یہ کہے کہ میں تو بہت چاہتا ہوں کہ میری شکل ایسی بن جائے جیسے کہ خداوند کی تھی۔ پر میں
کیا کروں مجھ سے بن نہیں آتا پیارے بھائی یہ آئیڈیل Ideal بہت اونچا ہے اور ہمارے لئے
مشکل ہے کہ ہم ایک جست میں کمالیت کی چوٹی پر جا بیٹھیں۔ کئی منزلوں کی راہ ہے۔ ہمیں جلال سے
جلال تک بڑھنا ہے۔ ہماری آیت ہم کو دو باتیں بتاتی ہے۔ اور اگر ہم ان کے پابند رہیں تو ہمیشہ ترقی
کرتے جائینگے جلال سے جلال تک بڑھتے جائینگے ⁕

یہ آیت ہمیں بتاتی ہے کہ ہم "بے پردہ کئے چہرے" سے جلال سے جلال تک بڑھ سکتے ہیں۔ ہم چودھویں کے
چاند کو بہت پیار کرتے ہیں۔ ہم اُسے بدر کمال کہہ کر پکارتے ہیں۔ اُس کی جہانتاب گول گول شکل ہمیں پیاری
اور حسین معلوم ہوتی کہ ہم اور چمکنے والی خوبصورت چیزوں کو اُس سے تشبیہ دیکر اُن کے رنگ اور روغن کو اپنی
زبان سے ادا کرتے۔ پر چاند۔ یہ ماہ حسین یہ نور اُس نے کس طرح حاصل کیا؟ "بے پردہ کئے چہرہ" سے اُس کے
اندر کوئی چیز روشن اور نورانی موجود نہیں۔ یہ جلال اُس کی ذات میں سے نہیں نکلتا۔ پر وہ جب اپنا چہرہ پورے
طور پر بے پردہ کئے آفتاب کے سامنے آتا تب اُس کے نور سے سراپا ایسا ملبس ہوتا کہ اس دنیا کو جو ہزاروں
کوس کے فاصلہ پر واقع ہے منور کر دیتا۔ مگر جب اُس کے اور سورج کے مابین ایک پردہ حائل ہو جاتا تو ہم کو تاریک
راتیں نصیب ہوتی ہیں۔ ایک ٹکڑا آئینہ کا لو اور اُسے کسی تنگ و تار کوٹھری میں رکھو اور پھر دیکھو کہ
کہ نہیں)۔ باہر کے آدمی کو تو یہ بھی معلوم نہ ہوگا کہ اس ظلمت کدہ میں آئینہ کا ٹکڑہ بھی رکھا

پنجاب ریلجس بک سوسائٹی کی نئی کتابیں

مسیح کا نمونہ۔ ڈاکٹر سٹاکر صاحب کی مشہور کتاب۔ اماگو کرسٹی کا ترجمہ پشٹ کور صفحہ ۳۲۰ قیمت ۸ر۔ کپڑے کی جلد ۱۲ر

حکائت برفستان۔ صفحہ ۱۰۰۔ باتصویر ۴ر +

صفائی کی ضرورت صفحہ ۱۲۔ قیمت ۱ پائی +

ہمارے اکثر احباب مسیحی کے دلچسپ مضامین پر آرزومند ہیں۔ کہ یا تو یہ رسالہ مہینے میں دوبار نکلا کرے۔ ورنہ اس کا حجم دگنا کردیا جائے۔ لہذا ہم ان صاحبان کی خدمت میں عرض کرتے ہیں۔ کہ اگر ہم کو شروع سال ۱۹۰۷ء سے پانسو اور خریدار ملجائیں۔ تو ہم اسی قیمت پر رسالہ کا حجم قریباً ۲ گنا کر سکینگے؟ خاص صورتوں میں عام لوگوں سے ہم کچھ رعایت کرنے کو بھی تیار ہیں۔ اور جو صاحب پانچ خریدار پیدا کریں۔ انہیں ایک کاپی مفت نذر ہوگی +

منیجر مسیحی۔ امرتسر

بشپ کرودر کی سوانح عمری صفحہ ۷۰۔ قیمت ۲ر +

تعلیم در تعلیم حصہ اول۔ ترمیم شدہ۔ صفحہ ۱۶۸۔ قیمت ۲ر +

مسیحی کا سفر۔ بنین صاحب کی کتاب مسیحی مسافر کے پہلے حصہ کا نیا ترجمہ صفحہ ۲۰۸۔ قیمت ۲ر۔ باتصویر رنگین ۳ر +

حق تعالے بیٹے۔ بیٹے کے غلام صفحہ ۲۸ قیمت ۳ پائی +

پرستش حیوانات صفحہ ۱۶ قیمت ۳ پائی +

پیدائش کی حکائت صفحہ ۱۱ قیمت ۱ پائی +

No 10

THE "MASIHI"

Is a monthly Urdu Magazine published at Amritsar. It is purely an Indian paper, without regard to denomination or sect and is solely under the management of Indian Christians. The following are the chief objects aimed at by the Magazine:—

(1). The publication of useful expository essays on Christian Life.

(2). The inculcation of sound methods of devotion and the study of the Word of God.

(3). To promote Christian Unity by publishing accounts of different Christian Missions and Associations.

(4). To publish biographical sketches of eminent Christian workers in every department of life.

(5). As far as possible to express correct opinions as regards the Organization of the Indian Christian Church. Also to publish useful and practical articles on the Political and Social needs and conditions of Indian Christians.

We also beg to draw the attention of our brethren to the fact that the "Masihi" always contains translations from many well known books by eminent Theologians. It is time for the small Indian Church to begin searching into the depths of the Faith for themselves with the help of the writings of those who have spent their lives in the study of the Word of God.

The success already achieved by the "Masihi" proves conclusively that it has undoubtedly supplied a felt need. The Editors, therefore, beg to commend the "Masihi" to the attention of all Indian Christians with the hope that they will extend their patronage and help it in every way to fulfil its aim and object.

All information will be supplied by the Manager, "Masihi," Amritsar.

Subscription Re. 1-[illegible]-0 per annum in advance.

CONTENTS.

مسیحی

یکم جنوری ۱۸۹۶ء سنہ رواں سے ایک ماہواری رسالہ بنام مسیحی شہر امرتسر پنجاب سے جاری کیا گیا ہے۔ اس کی اشاعت کے اغراض مندرجہ ذیل ہیں:

اولاً۔ مسیحی زندگی کے اندرونی مشاہدات کا انکشاف کرنا۔

ثانیاً۔ کتاب مقدس کی تلاوت اور دعا کے لئے تحریک۔

ثالثاً۔ مسیحی ممالک اور انجمنوں اور مشنوں کے حالات درج کر کے مسیحی یگانگت کو قائم کرنا اور پھیلانا۔

رابعاً۔ نامی مسیحی کارندوں کی سرگذشتیں چھاپنا۔

خامساً۔ جہانتک ممکن ہو۔ مسیحی کلیسیا کی ملکی اور اخلاقی حالت۔ اور عام انتظام کے متعلق رائے کا ظاہر کرنا۔

مسیحی کلیسیا کی موجودہ حالت سے ثابت ہوتا ہے۔ کہ اس رسالہ نے ایک بہت بڑی ضرورت کو رفع کیا ہے۔ اور جو قدر اور منزلت اس نے ایک قلیل عرصے میں حاصل کی ہے۔ اُس سے ظاہر ہے کہ یہ رسالہ دلچسپ اور مفید ثابت ہوا ہے۔

فی الحال اس کی ضخامت ۳۲ صفحے کی رکھی گئی ہے اور قیمت برائے نام ایک روپیہ پیشگی علاوہ محصولڈاک سب کو معاف۔ نمونے کا پرچہ پتہ ذیل پر درخواست کرنے سے مفت مل سکتا ہے۔

مینیجر مسیحی امرتسر

نمبر یازدہم — نومبر ۱۸۹۶ء

فہرست مضامین

Rev. Dr. Macduff',s

MORNING AND NIGHT WATCHES.
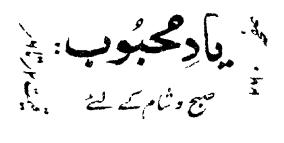
Rev. Andrew Murray's

WITH CHRIST :

IN THE SCHOOL OF PRAYER.

یہ دونو مشہور کتابیں جن کی اشاعت انگریزی میں ہزاروں جلدوں تک پہنچ چکی ہے۔ ڈسمبر کے شروع تک شائع ہونگی۔ کرسمس پریزنٹ کے لئے اعلےٰ درجہ کی ہیں۔ درخواستیں بنام اسسٹنٹ سکرٹری پنجاب رلیجس بک سوسائٹی لاہور آنی چاہئیں*

ہم حیران ہیں کیا پتے کس وجہ کی سوشل حالت کا ذکر کریں ہماری نیت روبہ بری ہے۔ اب یہ سلسلہ [illegible]
مناسب حال ہے۔ بالکل پیش از وقت ہے کون جانتا ہے کہ ایک صدی کے بعد ہم کس وجہ پر اور کیا کچھ ہونگے
ایک بات کا ہمکو یقین ہے کہ ہم آخرالامر محض انگریزیت پر فدا نہ رہینگے۔ ہم کو اپنی غلطی کی اصلاح کرنی پڑیگی
اور یہ دن نہیں آئیگا۔ جب تک ہم تجربہ سے اپنی غلطی کے قائل نہوں۔ انگریزی رسوم اور طرز معاشرت
بہت کچھ ملکی اور طبعی حالات پر منحصر ہیں اسلئے سراسر ان لوگوں کی نقل اتارنا حماقت کا نشان ہے جو کچھ
انگریزی طور طریق کا اثر ہماری ملکی رسوم پر ہو گیا ہے وہ مدت تک قائم نہیں رہ سکتا۔ اس کا ایک باعث تو یہ ہے کہ
ہمارے ملک میں بیاہ شادی یا کفن دفن وغیرہ رسوم میں برادری کا بہت دخل ہوتا ہے انگلستان میں رشتہ ہے تو
ماں باپ کا اور جب شادی ہو گئی تو وہ بھی غیر ہو گئے باقیوں سے سلام سلام کا تعلق رہجاتا ہے۔ اور ہمارے ہاں تو دور کی خالہ
کی چوتھی پشت بھی ہماری نزدیکی رشتہ دار ہے جب ہمارے رشتوں کے سلسلے ذرا دراز ہونگے تو ہمیں انگریزی
خوریت کو بالائے طاق رکھنا پڑیگا۔ برادری کی یگانگت قائم ہونے سے ہماری تمام رسوم میں ایک قسم کا لطف ہوگا
جو مغربی لوگ نہیں سمجھ سکتے۔ شادی کے وقت مستورات کا ملکر عمدہ گیت گانا اور برادری میں چھوٹے سے بڑے تک
ہر ایک کا خوشی خوشی شامل ہونا کیسا خوشگوار معلوم ہوتا ہے۔ ہماری موجودہ حالت میں کون سے گیت ہیں جن کو ہم
اس خوشی کے موقعہ پر گاکر دل بہلا سکتے ہیں۔ ہمارے بھائیوں کا ایسے وقت پر کیوں من بھلا ہے۔ "سینما" یا
دنیا میں دل نہیں لگانا چنبرۂ داؤدی سے گاگا کر وجد میں آنا کیسا زیبا اور موزون معلوم ہوتا ہے۔ انگریزی والے
تو اس سے بھی زیادہ کفن بھاڑا کرتے ہیں لیکن خیر انگریزوں کی دیکھا دیکھی کچھ ڈال دلیا کر لیا کرتے ہیں جب
ہماری قوم کی صورت بدلیگی تو ہمارے عمدہ اور باموقع گیت بھی ہونگے۔ برادری کے لوازمات مثلاً
بھاجی نیوتے وغیرہ ہونگے۔ غرض موجودہ حالت نہ رہیگی۔ ہمارے کفن دفن کے طریق بہت سادہ
ہونگے۔ ہمارے عبادتخانوں میں سادگی ہوگی۔ بلکہ ہمارا طرز عبادت ہی بدل جائیگا۔ ذرا ایک دیہاتی
گرجا میں ہمارے ساتھ چلئے۔ وہاں مسیحیوں کی جماعت زمین پر چار زانو ہو کر بیٹھی ہے [illegible]
گلے میں کرتا نہیں وہ اپنی صاف چادر کو لپیٹ کر عبادت میں گم ہے [illegible]
کی باتیں کیسی توجہ سے سنتے ہیں۔ شاید بعض اونگھ بھی رہے ہیں۔ لیکن [illegible]

اور سب سجدہ کرتے ہیں گیت اور بھجن کیسے شوق سے گاتے ہیں۔ اور ان کی آمین کا شور آپ
دور سے سُن سکتے ہیں۔ اِس کے مقابلہ میں ہمارے انگریزیت پر دلدادہ بھائیوں کا طریق عبادت ملاحظہ کیجئے
کیسے بانکے تراشے خراشے ہوئے جوان بوچھوں پر تاؤ دیئے ٹانگ پر ٹانگ رکھے بنچوں پر اکڑے بیٹھے ہیں۔
ان کو جماعت کے ساتھ کھڑے ہونے میں عار ہے۔ پتلون چُست ہے۔ اس لئے گھٹنے ٹیکنا محال ہے۔ سر
جھکانا ہی کافی ہے۔ بیچارہ پادری دعا مانگ چکا ہے۔ اور منتظر ہے کہ کوئی آمین کہے۔ لاہور کے شاہی
گرجا میں تو آمین کہنے والوں کی بھی ایک خاص جماعت مقرر ہے جنہوں نے ساری کلیسیا کو اس مشکل فرض سے
سبکدوش کر رکھا ہے۔ یہاں بھی بعض بعض روحانی شخص نظر آتے ہیں۔ مگر وہ بات ہی نہیں +

غرض جس رسم کو دیکھیں یا جس طرز معاشرت کا ذکر کریں۔ وہ کچھ عجیب ڈھنگ کی نظر آتی ہیں۔
اور یہ محض ایک ہیجانی حالت ہے جو مدت تک قائم نہیں رہ سکتی۔ ہماری حالت ضرور بدلیگی۔ مگر یہ تدریج
ہوگا۔ جو لوگ بیٹھے بیٹھے کلیسیا کی صورت بدلنے کی تدبیریں گھڑا کرتے ہیں۔ ان کو صبر درکار ہے۔ یہ معاملے
جلد بازی سے نہیں ہوا کرتے۔ یورپ اپنی موجودہ حالت پر صدیوں میں پہنچا ہے۔ اور ہم مستقل قانون
ترقی کے لئے کوئی سہل راستہ ایجاد نہیں کر سکتے +

خدا اپنے بلائے ہوئے مہمانوں کو کبھی نکال نہیں دیتا۔ ڈاکٹر ٹوری صاحب فرماتے ہیں۔ کہ ایک موقعہ پر میں نے
اُس گناہ کی بابت وعظ کی جس کی معافی نہیں۔ وعظ کے بعد ایک شخص نے آ کر مجھے کہا کہ صاحب! میں تو سمجھا
کرتا تھا کہ میں مسیحی ہوں لیکن اب مجھے اندیشہ ہے کہ میں اُس ناقابل معافی گناہ کا مرتکب ہوا ہوں کیا آپ نے
کوئی اور شخص دیکھا ہے جس کا اِسی قسم کا خیال ہو۔ ڈاکٹر صاحب موصوف نے جواب دیا۔ بیشک شیطان نے
خود میرے دل میں بارہا اِسی خیال کو ڈالا لیکن مجھے یقین تھا کہ اگر میں مسیح کے پاس آ سکتا ہوں۔ تو
میں نے اُس قسم کا گناہ نہیں کیا۔ کیونکہ جو شخص مسیح کے پاس آتا ہے۔ مسیح کبھی اُس کو نکال
نہیں دیتا

پتھروں کی آواز

کتاب مقدس کی صداقت اور اس کے الہامی ہونے کے ثبوت میں کئی قسم کی شہادتیں پیش کی جاتی ہیں بعض محض ان لوگوں کی خاطر ہیں۔ جو جناب مسیح کو اپنا نجات دہندہ نہیں مانتے۔ اُن کے لئے اندرونی شہادت چنداں زور نہیں رکھتی۔ تواریخی شہادت اپنی جگہ پر قابلِ وقعت ہے لیکن اگر مخالف اس پر شبہ کرے تو اس کو کیونکر قائل کیا جائے۔ مسیحی کلیسیا کے اندر بھی ایسے لوگ پائے جاتے ہیں۔ جن کے ایمان کی کشتی بادِ مخالف کے سامنے ڈگمگانے لگتی ہے۔ کیا یہ تعجب کا مقام نہیں کہ مسیحی عالموں سے بعض ایسے ہیں جو پرانے عہدنامہ کی قدیم تواریخ پر شک کر سکتے ہیں بعض نے دنیا کی خلقت کو ایک فرضی یا شاعرانہ بیان سمجھا ہے اور دوسروں نے ابرہام اور اس کے مابعد کے اسرائیلی بزرگوں کے حالات اور موسیٰ کی تصانیف کو محض ایک تمثیل یا نمونہ قرار دیا اور ان کو اصلی اور حقیقی تواریخی تصنیف کے پایہ سے گرا دیا۔ بلکہ آج کل کے خیالات کا میلان ہی ایسا ہے کہ ہر الہامی صداقت پر شبہ کیا جاتا ہے۔ ایسے موقعہ پر ضرور ہے (اور ہم انسانی خیالات کے لحاظ سے بولتے ہیں) کہ خدا اپنے کلام کی صداقت کے ثبوت میں کسی ایسے گواہ کو پیش کرے جس کی شہادت پر مخالفین کو بھی کلام نہ ہو۔ جب رسولوں اور شہیدوں اور کلیسیا کی گواہی کو عالموں نے سننے سے انکار کیا۔ اور ہر وقت یہی پکارا کرتے تھے۔ کہ اگر کوئی مُردوں میں سے اُٹھ کر بائبل کے بیانات کی تصدیق کرے تو ہم یقین لائینگے تو خدا نے بیابان کے ویرانوں کو حکم دیا اور دیکھو اب پتھر چلا رہے ہیں۔ دنیا کی قدیم سلطنتوں کے ایسے نشانات زمین میں سے کھود کر دریافت کئے گئے ہیں۔ کہ جو حالات ان ممالک کے اتفاقیہ یا اشارتاً کتاب مقدس میں مندرج ہیں۔ ان کے بہت ہونے میں کسی کو شک و شبہ کی گنجائش ہی نہیں ۔ فی الحال مختصراً چند خود رو گلوں کا گلدستہ پیش کرتے ہیں۔ جو قدیم سیریا کے کھنڈرات میں سے شگفتہ ہو رہے ہیں۔

مسٹر و آئی۔ ایچ صاحب جو برٹش عجائب خانہ کے مشرقی قدیم اشیا کے حصہ میں اسسٹنٹ ہیں

یوں فرماتے ہیں۔ کہ دیکھئے سیریا کے قدیم نوشتوں کے پڑھے جانے نے بیبل کی تواریخ پر کیا کچھ اثر ڈالا ہے
اس نے ہمیں ابراہام کی سرزمین سے واقف بنا دیا ہے۔ ہمیں نوح کے طوفان کے حالات کا ایک نسخہ
دستیاب ہو گیا ہے۔ اس نے بابل اور نینوہ کو آباد کر دکھایا ہے۔ سنحریب اور تگلت پلاسر اور سارگون اور
عسرحدون شاہان سے ہماری ملاقات کروا دی ہے۔ متکبر بنوکدنضر کے خیالات اور زبان اور مکان کو ہم پر
ظاہر کیا ہے۔ ابراہام خلیل اللہ کے ہمشہریوں کے اعتقادات اور تعصبات اور مذہب اور لیاقت اور حکمت کو ہم پر
آشکارا کیا ہے۔ اس نے یہودی قوم کے متعلق سام کی نسل کو ہم پر روشن کیا ہے۔ اور صدیوں کے تاریک
رستوں سے گزر کر اس زمانہ تک پہنچایا ہے۔ جب بنی آدم حرف تہجی کی تحصیل میں مشغول تھے اور قدم بقدم
شائستگی میں ترقی کر رہے تھے۔ علاوہ ازیں بیبل کے بہت سے شہروں اور ملکوں اور شاہان اور ان کے افسروں کے
خطابوں کے علم کے معانی ہم کو بتائے ہیں ۔

ہم ایک بار کہے بغیر اس مختصر دیباچہ کو ختم نہیں کر سکتے۔ راقم نے خود ان قدیم نوشتوں کو نہیں دیکھا
لیکن جو کچھ تصاویر میں ان کا نقش دیکھا جاتا ہے۔ اس سے عقل حیران رہ جاتی ہے۔ کہ ان مبہم نامعروف کی
قطاروں کو کس نے اور کس طرح پڑھا ہوگا۔ خدا نے یورپ والوں کو بڑے حوصلے اور لیاقتیں دی ہیں شائقین
علم کیونکر بیابانوں کی ریت چھانتے پھرتے ہیں۔ اور کھنڈرات کے درمیان ناچیز اینٹوں اور پتھروں کے ٹکڑوں کی
جستجو میں عمر عزیز صرف کر دیتے ہیں۔ اور ایک بنا سنگریزہ یا اینٹ کا ٹکڑہ دیکھنے میں کیسا حقیر ہے لیکن ذرا اس سے
پوچھئے کہ ہزاروں سال پیشتر کیا واقع ہوا تھا۔ پھر دیکھنا کیسے کیسے حالات صفائی اور راستی سے سناتا ہے
جن نامیوں کے نشان تک نہیں ملتے۔ کسی تواریخ کے دفتر میں ان کا نام تک مذکور نہیں۔ وہ آج ان تحقیقاتوں کے
ذریعہ زندہ ہو کر کتاب مقدس کی صداقت پر شہادت دیتے ہیں۔ ہم انشاءاللہ آئندہ ان پتھروں کی
آوازیں اور سنائینگے ۔

کفارہ

مسیح خدا اور دنیا کے درمیان وکیل کا درجہ رکھتا ہے۔ اس کا یہ کام اور درجہ فرضی یا عارضی طور پر اختیار کیا ہوا نہیں بلکہ وہ اپنی نیچر یعنے حقیقت سے یہ عہدہ رکھتا ہے۔ اس کے سوائے کوئی آدمی یہ درجہ رکھ نہیں سکتا صرف وہی حقیقی اور کامل درمیانی ہے۔ چونکہ زمانہ ازل سے وہ ایک طرف خدا کے ساتھ اور دوسری طرف انسان کے ساتھ رکھتا تھا۔ فقط اسی کا نتیجہ ہے کہ وہ اس عہدہ درمیانی اور وکیل کو پورا کر سکتا ہے +

خدا کا بیٹا خدا کی ہستی اور خدا کی خصلت کا کامل ظہور ہے۔ موجودات کی پیدائش سے علیحدہ اور پہلے وہ خدا کا ظہور ہے۔ وہ کامل نور ہے جو کہ نور کے سرچشمہ سے موج مارتا ہوا برآمد ہوتا ہے۔ خالق کی طرف سے جو مخلوق (وہ مخلوق خواہ فرشتہ ہو۔ خواہ انسان خواہ محض حیوان) کو پہنچتا ہے۔ اس کا وسیلہ خدا کا بیٹا ہے اگر مخلوق اپنے خالق کی طرف جانا چاہے تو اس کا وسیلہ او ذریعہ بھی ابن اللہ ہی ہے۔ اس کے بغیر مخلوق کی ساری کوشش لاحاصل اور رائگان ہے۔ مخلوق خواہ وہ گناہ آلودہ ہو خواہ بیگناہ ابن اللہ کے بغیر وسیلہ خالق کو پہچان نہیں سکتا۔ جب مسیح کہتا ہے کہ "راہ میں ہوں بغیر میرے وسیلے کے کوئی باپ کے پاس آ نہیں سکتا" وہ کسی خاص استحقاق یا عارضی انتظام کا ذکر نہیں کرتا۔ بلکہ ان الفاظ میں وہ ایک ضروری لازمی اور ازلی حقیقت کو بیان کرتا ہے۔ جو ہمیشہ سے ہے جس کی جڑ خدا کی ازلی اور ابدی ذات کے قواعد میں شامل ہے اور جس کا ٹلنا یا موقوف ہونا اتنا ہی ممکن ہے جتنا خدا کی خدائی کا ٹلنا یا موقوف ہونا ممکن ہے +

جس طرح کہ مسیح اپنی ذات سے خدا کا ظہور ہے اسیطرح وہ اپنی ابدی اور ازلی ذات سے نوع انسان کا ابتدائی نمونہ ہے۔ انسان اس کی مانند بنایا گیا ہے۔ تجسم سے کلمۃ اللہ نے فی الواقع وہ کام کر کے دکھایا جو اس کی ذات میں بالقوہ موجود تھا۔ وہ شروع سے بالقوہ کامل انسان تھا۔ اور جسم اختیار کرنے سے انسان کی صورت میں دنیا میں ظاہر ہوا۔ جب ہم اس کو دیکھتے ہیں تو وہ ہمیں ابن آدم دکھائی دیتا ہے۔ یہ لقب جو اس نے اپنے واسطے ایجاد کیا اور اختیار کر لیا ظاہر کرتا ہے کہ اس نے انسانی تولد سے حقیقی انسانیت کو تمام انسانی حقیقتوں کے اختیار کر لیا۔ اپنے ازلی تولد سے جو باپ یعنے خدا سے ہے وہ تمام خدائی حقیقت اپنی ذات میں

سکتا ہے۔ اور انسانی تولد سے تمام انسانیت کا کمال اس میں جب جمع ہوا۔ وہ اور آدمیوں میں صرف ایک آدمی
نہیں۔ وہ ہم سے ایسا جدا نہیں جیسا کہ ایک آدمی دوسرے آدمی سے جدا ہوتا ہے۔ اس نے انسانی
ذات و حقیقت کا ایک ٹکڑا اختیار نہیں کر لیا۔ وہ ایسا ابن آدم نہیں کہ اس کی مانند کئی اور بھی پیدا ہو سکیں
وہ ایک خاص ابن آدم ہے۔ وہ نوع انسان کا سب سے اعلیٰ نمونہ ہے۔ وہ انسانیت کا سرچشمہ ہے۔ اور اس کی طرف
کل انسانیت اس طرح سے بہی چلی جاتی ہے جسطرح سمندر کی طرف تمام دریا بہے جاتے ہیں۔ وہ تاریخی شرائط سے
مشروط تھا۔ وہ داؤد کے خاندان میں پیدا ہوا۔ اسنے یہودیوں کی سی تعلیم پائی۔ لیکن ایک زمانہ میں پیدا ہونے
ایک خاص خاندان کے ساتھ پیوند ہونے اور ایک خاص قسم کی تعلیم نے اس کی انسانیت کو مقید یا محدود نہ کیا بلکہ
اس کی ہمدردی اس کا دل اس کی تسلیم نوع انسانی کے برابر وسیع ہے۔ جو کچھ پولس مسیح کے معانی جسم یعنے
کلیسیا کی نسبت کہتا ہے۔ وہ بیشتر مسیح کی اپنی زندگی پر صادق آتا ہے۔ یعنے کہ اس میں یہودی یونانی
وحشی۔ آزاد یا غلام۔ مذکر یا مونث کی تمیز نہیں۔ وہ سب کا احاطہ کرتا ہے۔ اور سب کی اس میں گنجائش ہے
وہ ان میں سے ہر ایک کے لئے نمونہ ہے۔ جب ہم اسکو غور سے دیکھتے ہیں۔ تو اس کی کوئی صفت یا خاصیت دوسری
سے بڑھی ہوئی نظر نہیں آتی۔ ایسی موزون خصلت کا آدمی کبھی پیدا نہیں ہوا۔ وہ الانسان ہے۔ ہم میں سے
ہر ایک میں پوری اور کامل انسانیت پائی نہیں جاتی۔ ہماری انسانیت ٹوٹی پھوٹی ہے۔ اسنے پاک کنواری سے
پیدا ہو کر ان متفرق اور منتشر ٹکڑوں کو اپنے آپ میں جمع کیا۔ اور ان سے ایک کامل انسانیت پیدا کی۔ اسکی
خوبی اور اس کے جمال کو دیکھ کر ہم کہہ سکتے ہیں کہ ہمیں کیسا ہونا چاہئے تھا۔ کہ اصل انسانیت کیا شے ہے
چونکہ مسیح دو طرفہ رشتہ رکھتا ہے یعنے ابن اللہ اور ابن آدم کا اس لئے وہ اپنی ذات سے درمیانی اور وکیل
ہے۔ وہ خدا کو انسان پر ظاہر کرتا ہے۔ اور انسان کو خدا پر +

کچھ ضرورت نہیں کہ مسیح انسان کے گناہ کے باعث مجسم ہوا۔ ہماری رائے ہے کہ آدم اگر گناہ نہ بھی کرتا
تو بھی ابن اللہ مجسم ہو کر دنیا میں آتا۔ درمیانی کا عہدہ اس کا لازمی عہدہ ہے۔ اور وہ تجسم کے بغیر
کامل طور پر ادا نہیں ہو سکتا۔ کلیسیا نے کبھی نہیں کہا کہ ابن اللہ مجسم نہ ہوتا اگر آدم گناہ نہ کرتا۔ جسقدر ہم
اس مسئلہ کی گہرائی کی طرف ترقی کرتے ہیں اسیقدر ابن اللہ کے تجسم کی ضرورت ہم پر کھلتی جاتی ہے

خدا کی کاریگری جسم کے بغیر بے تاج ہوتی +

ابن اللہ نے مجسم ہو کر پاک تثلیث کے اندرونی رشتے ہم پر کھول دئے۔ اور اس طرح ہمارے خالق کی سچی اور
کامل پہچان ہم کو بخشی۔ ہم کو معلوم ہو گیا کہ کلمتہ اللہ جو کل مخلوقات کا خالق ہے مخلوقات کے ساتھ کیا رشتہ
رکھتا ہے۔ اب ہم جانتے ہیں کہ دنیا کی پیدائش سے پیشتر اس کی ہستی ہماری ہستی کی دلیل اور بنیاد تھی لیکن ابن اللہ
کی ماہیت ہی میں کوئی ایسی کشش ہے کہ وہ دنیا اور انسان کے ساتھ رشتہ اور تعلق پیدا کئے بغیر نہیں سکتا
چونکہ وہ شروع سے اپنے ہاتھ کی کاریگری کے اندر موجود تھا (لیکن غیبی طور پر) اس لئے ضرور ہوا کہ وہ کسی زمانہ
میں ظاہری طور پر اس میں اپنا جلوہ دکھاوے۔ یعنے مجسم ہو۔ یونانی فلاسفر کہتے تھے کہ کل عالم ایک زندہ اور
عظیم جسم ہے۔ اس پر مقدس اتھاناسیس نے کہا کہ جب ہم نے یہ مان لیا کہ کلمتہ اللہ دنیا میں اس طرح
موجود ہے جیسے کہ ایک جسم میں (یعنے کل دنیا اس کا جسم ہے) تو اس کے مان لینے میں کیا قباحت ہے کہ وہ
نوع انسانی میں خاص طور پر داخل ہوا۔ کیا تعجب ہے۔ اگر اس نے اپنا نور وہاں پر دکھایا جہاں وہ ہمیشہ سے
موجود تھا۔ کیا تعجب ہے کہ کلام جو ہر شے کو جان اور ترتیب دیتا ہے اور جس کی مرضی ہے کہ نوع انسانی کو
انکشاف اور الہام بخشے اس کلام نے باپ کو ظاہر کرنے اور حق کا نور چمکانے کے لئے ایک جسم کو استعمال کیا
علاوہ اسکے جب ہم بنی آدم کی تاریخ کو غور سے پڑھتے ہیں۔ تو اس بات کا امکان اور اس کی ضرورت ہم پر زیادہ کھلتی ہے ہم
تاریخ میں ترقی دیکھتے ہیں۔ بیجان اشیاء بڑھ کر جاندار کا درجہ حاصل کرتی ہیں۔ اور آدمی کل نیچے کے درجوں کا سردار بنایا جاتا ہے لیکن یہاں
پر ترقی ختم ہو جاتی ہے۔ ہم آدمی میں ایسی بڑی قابلیتیں دیکھتے ہیں۔ وہ خدا کو پہچان سکتا ہے۔ وہ خدا کی مانند بن سکتا ہے
اسکا آرام نہیں جبتک کہ خدا میں آرام نہ پائے۔ کلام مجسم کو سمجھنے کی قیمت اس میں ہے۔ جب اسکو اتنی سمجھ بخشی گئی اور
اس میں ایسی وسیع اور عظیم قابلیتیں داخل کی گئیں تو کیا وہ بالکل بیکار پڑی رہینگی۔ کلمتہ اللہ میں انسان بننے
کی طاقت اور انسان میں کلمتہ اللہ کو قبول کرنے کی طاقت موجود ہے کہ تجسم خدا وقوع میں آئے۔ ہمیں اس سے
تعجب نہ کرنا چاہئے کہ کلام مجسم ہوا۔ بلکہ اگر ایسا نہ ہوتا تو جائے تعجب ہوتی +

ہاں عجیب ہے خدا کی محبت کہ باوجود انسان کے گناہ کے اسنے اپنا عظیم الشان [illegible]
کلام کو جسم کی صورت میں دنیا میں ظاہر کیا +

اجازت دی کہ جاکر دنیا میں ایک صریح جھوٹ اور مکر کی منادی کریں خود تو کسی گوشے میں چھپ رہا اور اپنے شاگردوں کو بھیجا کہ جاکر دنیا کے سامنے منادی کریں کہ وہ خدا ہے اور انسان ہو کر موت پر غالب آیا ہے اور سب بیان سے بڑھکر زیادہ کر دیا کہ ان سے اپنے صعود کی منادی کروائی۔ فی الحقیقت وہ بڑا مکار تھا۔ اور اس کے شاگرد اس سے زیادہ کذاب اور مکار تھے۔

ہم ثابت کر چکے ہیں۔ کہ شاگردوں کے خلاف مکر اور کذب کا الزام نہیں آسکتا لیکن اس بیان سے ثابت ہوتا ہے کہ شاگرد بڑے مکار اور کذاب تھے۔ اور ان کا استاد اس فن میں ان سے کم نہ تھا +

رسولوں کا حال اور کلام پڑھو۔ ان کی ہر بات سے ظاہر ہوتا ہے کہ جس بات کی وہ منادی کرتے تھے اور جس کی خاطر وہ اپنی جان دینے کو طیار رہتے تھے۔ اس بات پر وہ خود پورا ایمان اور یقین رکھتے تھے مکاروں کا حال اور کلام ایسا نہیں ہو سکتا پس کیا یہ مضبوط یقین اور ایمان ان کے دل میں ایک مردہ یا مرنے والے زخمی آدمی کو دیکھنے سے پیدا ہوا لیکن رسولوں کا ایمان پر جلال اور فتحمندوں کا سا ہے اگر مسیح کی قیامت سچی نہ تھی۔ تو یہ ایمان کہاں سے پیدا ہوا +

مخالف فقط ایک اور بات پیش کر سکتے ہیں وہ کہتے ہیں۔ کہ مسیح کے ظہور حقیقی نہ تھے بلکہ محض ان کے جوش کا نتیجہ اور خیالی بلاؤ تھے۔ مسیح کے شاگرد جاہل جوشیلے اشخاص تھے۔ جوش میں آکر ان کو بھوت پریت اور خیالی شکلیں نظر آنے لگیں۔ اور انہوں نے کہنا شروع کیا کہ مسیح جی اٹھا ہے۔ ایک نے کہا کہ خداوند اٹھا ہے۔ اور سب نے یہی پکارنا شروع کر دیا۔ جاہلوں کا یہی حال ہوتا ہے۔ ان کو ایسی شکلیں نظر آیا کرتی ہیں۔ خواہ کوئی بیرونی شے انکے سامنے ہو یا نہ ہو۔ ان کو کچھ نہ کچھ ضرور دکھائی دے جاتا ہے۔ اور سمجھ لیتے ہیں۔ کہ ہمیں کوئی مردہ یا جن دکھائی دیا ہے۔ انجیل میں لکھا ہے کہ مسیح اپنے جی اٹھنے کے بعد قبر کے پاس پہلے مریم مگدلینی کو دکھائی دیا۔ وہ سمجھی کہ میں نے مسیح کو دیکھا ہے۔ یہ اس کا محض ایک وہم تھا لکھا ہے کہ مسیح نے اس کے اندر سے دیو نکالے تھے۔ شاید کسی قسم کی دماغی بیماری تھی جس سے مسیح نے اسکو صحت بھی تھی لیکن معلوم ہوتا ہے۔ کہ دماغی بیماری پوری طرح سے دور نہ ہوئی تھی۔ اس کا یہ خیال ایک مرض متعدی کی طرح تمام حواریوں میں پھیل گیا۔ اور ان کا یہ مرض زیادہ بھڑکا جب وہ بار ایسی جگہوں سے گذرتے تھے

جہاں اُن کا استاد اُن کے ساتھ ہوا کرتا تھا۔ پُرانے خیالات عود کرتے تھے۔ اور ان کے مرض کو بڑھاتے تھے +
اس کے بعد وہ سمجھنے لگے کہ مسیح ہمیں کئی دفعہ نظر آیا ہے۔ سمندر کے کنارے، سڑک پر۔ پہاڑ کی چوٹی پر۔ ہر جگہ اس کی صورت گویا اُن کا پیچھا کرتی تھی۔ اُن کا یہ وہم بالکل صحیح تھا۔ اس میں مطلق فریب نہ تھا۔ تاہم وہم تھا۔ مسیح جب پولس کو دمشق کی راہ پر نظر آیا تو اس ظہور کی بھی یہی کیفیت تھی۔ پولس کو کامل یقین تھا کہ مسیح مجھے نظر آیا اور میں نے اس سے باتیں کیں۔ حالانکہ اصل میں اس کے دل کے خیالات ہی اس کی آنکھوں کے سامنے آئے تھے۔ اور اس سے زیادہ کچھ نہ تھا +

اب ہم اس اعتراض اور بیان کی تردید کی طرف رجوع کرتے ہیں +

(۱) ہم اس بیان کو منظور کر لیں اگر شاگرد یہ کہتے ہوں کہ ہم نے مسیح کی صورت آسمان اور زمین کے درمیان ہوا میں معلق دیکھی تھی۔ اور کہ اس کا جسم کسی آسمانی یا ہوائی شے کا بنا ہوا تھا۔ برخلاف اس کے انہوں نے اُس سے نصیحتیں سنیں۔ اُس نے ان کو جھڑکا۔ اُس نے ان کو احکام دیئے۔ اُس نے ان سے وعدے وعید کئے اُس نے ان سے کہا اے سست اعتقادو۔ اور پھر کہا کہ یروشلم میں ٹھہرو جب تک تم کو آسمان سے طاقت نہ دی جائے۔ اور نہ فقط وہ ان سے بولا بلکہ اس نے ان کے ساتھ کھایا اور پیا۔ اور یہ خاص کر اس غرض سے کہ ان پر ثابت کرے کہ میں ایک خیال یا وہم یا روح نہیں ہوں۔ بلکہ فی الحقیقت وہی تمہارا استاد مسیح ہوں کیا ایسی باتیں محض خیالی یا دماغی ہوتی ہیں۔ پھر ہمیں مجبوراً وہی بوسیدہ اور جھوٹا الزام یعنے مکر اور کذب کا الزام رسولوں کے خلاف لانا پڑتا۔ اگر وہ فریب خوردہ اور دماغ کے مریض تھے تو صریح فریبی اور مکار تھے اور یہ کوئی مان نہیں سکتا۔ یہی کہنا پڑتا ہے کہ اگر یہ باتیں سچ ہیں جو انہوں نے لکھی ہیں۔ تو مسیح ضرور زندہ ہو گیا تھا۔ اور اگر یہ سچ نہیں تو رسول جھوٹے مکار تھے +

نوح کی کشتی میں بہت سے کمرے تھے لیکن دروازہ ایک ہی تھا۔ چنانچہ خدا نے نوح کو فرمایا کہ کشتی کی
ایک [illegible] کشتی کا ایک ہی دروازہ ہے [illegible]

فرانسس زاویئر

فرانسس زاویئر ۷ اپریل ۱۵۰۶ء میں پیدا ہوا۔ اس کی جائے ولادت ایک محل بنام زاویئر کا محل تھا۔ یہ محل کوہ پیرینیز پہ میں ناوار کی قدیم سلطنت میں واقع ہے۔ اس کی والدہ شاہان ناوار اور فرانس کے خاندان میں سے تھی ✦

فرانسس زاویئر کی عمر کی بابت ان خطوط میں پائی جاتی ہے جو اس نے اپنی زندگی میں لکھے تھے۔ ان خطوط میں پہلا شہر پیرس سے ۲۵ مارچ ۱۵۳۵ء کو لکھا گیا۔ زاویئر اس وقت [illegible] میں رہتا تھا۔ وہ ایم اے کی ڈگری حاصل کر چکا تھا اور ارسطو کی فلسفہ کو [illegible] لیکچر دیا کرتا تھا۔ [illegible] دو شخص جو بعد ازاں شہرہ آفاق ہو گئے اس کے ہم مکتب تھے۔ ایک کا نام لافیور تھا اور دوسرے کا نام لویولا تھا ✦

۱۵۳۴ء میں عید اسمپشن کے روز لویولا نے اپنے چھ دوستوں کو جن میں زاویئر اور لافیور شامل تھے جمع کیا اور ان سے کہا کہ میں نے ارادہ کیا ہے کہ اپنی زندگی ایک سوسائٹی یا ایسوسی ایشن کے بنانے میں صرف کروں جس کا کام یہ ہو کہ بیدینوں پر حق ثابت کیا جاوے۔ اس ارادے سے مطلع ہو کر ساتوں دوستوں نے قسم کھائی کہ ہم تمام دنیوی اسباب [illegible] ترک کر دیں گے [illegible] یروشلم کی زیارت کریں گے اور اگر یہ ممکن نہ ہو تو روم جا کر پوپ کے قدموں پر گر کر اس سے عرض کریں گے کہ ہمارے لئے کوئی کلیسیائی خدمت مقرر کرے جس میں ہم اپنی جانبازی اور لیاقت کو صرف کریں ✦

اس سوسائٹی کے قائم ہونے کے بعد زاویئر دو برس پیرس میں رہا۔ لویولا ۱۵۳۵ء میں سپین کو گیا۔ وہ خود پھر پیرس کو واپس نہ آیا لیکن اپنے ساتھیوں سے اس نے وعدہ لیا کہ شہر وینس میں ۱۵۳۷ء کے شروع میں اس سے ملیں۔ اس وعدے کو پورا کرنے کے لئے زاویئر پیرس سے پیدل گداؤں کے بھیس میں بھیک مانگتا ہوا اور [illegible] اپنے رفیق سے وینس میں ملاقات تک۔ وینس سے ساتوں آدمی

ہسپانیہ اور پوپ کی اجازت اور برکت حاصل کی۔ اور کام کو روانہ ہوئے۔ لیکن اس وقت ہسپانیہ اور ترکوں کے درمیان جنگ ہو رہا تھا۔ اس لئے یہ سفر پورا نہ ہو سکا۔ اس دشوار ارادے سے ناکام ہو کر وہ پھر کلیسیا کے سردار پوپ کے حضور سرنگون ہوئے۔ اور حکم چاہا۔ ان کو حکم ملا کہ ملک اٹلی کی مشہور و معروف مختلف یونیورسٹیوں یعنی دارالعلوموں میں منتشر ہو جائیں۔ اور وہاں طالب علموں کے درمیان دینداری بڑھانے کی کوشش کریں۔ زاویئر۔ بولوگنا کی یونیورسٹی کی طرف بھیجا گیا +

اس طرح تین سال صرف ہوئے۔ اس عرصہ میں ان کی ایسوسی ایشن کی شہرت پھیلی۔ اور کئی اور آدمی ان کے شریک ہوئے۔ یہ دیکھ کر لویولا نے ارادہ کیا کہ کلیسیائی فقیروں کا ایک جرگہ قائم کرے۔ جس کا نام "مسیح کی سوسائٹی یا کمپنی" ہو۔ اس جرگہ کے تین بڑے اصول تھے (۱) عمر بھر کا افلاس (۲) عمر بھر کا تجرد (۳) سردار کی پوری تابعداری۔ سردار کو ہر امر میں اختیار کلی دیا گیا +

جان (یوحنا) سیوم شاہ پرتگال کے قبضہ میں کئی مشرقی ممالک تھے۔ اور اس کی دلی آرزو تھی کہ اپنی مشرقی رعایا کو انجیلی روشنی پہنچائے۔ زاویئر کے زمانے سے پیشتر کئی پریسٹ اور فقیر اس ممتاز خدمت پر مامور ہو چکے تھے۔ بمقام گوا میں ایک بشپ مقیم تھا۔ اور اس بشپ کے نائب جزائر ملکا، خلیج فارس، گجرات، موزمبیق، سوفالا اور دیگر علاقہ جات مشرقی افریقہ میں پھیلے ہوئے تھے۔ ٹراونکور، ساحل کورومنڈل، سنگلدیپ وغیرہ میں بھی مشنری موجود تھے۔ لیکن بادشاہ کام کو زیادہ بڑھانا چاہتا تھا۔ اسنے سمجھا کہ اگر یہ کام اس نئے جرگہ کے سپرد کیا جائے تو ترقی زیادہ ہوگی۔ ایک عالم بنام جان گاؤف اس وقت روم میں شاہ پرتگال کی طرف سے سفیر تھا۔ یہ شخص پیشتر پیرس کے اس کالج کا پرنسپل تھا۔ جس میں زاویئر لویولا اور لافیبر نے تعلیم پائی تھی۔ اور ان اشخاص کی لیاقت اور طبیعت سے خوب واقف تھا۔ اسنے شاہ پرتگال کی توجہ کو زیادہ ان اشخاص کی طرف رجوع کیا۔ اور اس کو آمادہ کیا کہ پوپ سے درخواست کر کے ان اشخاص کو مشرقی ممالک کی خدمات کے لئے مانگ لے۔ شاہ پرتگال کی درخواست منظور ہوئی۔ لویولا اور اس کے رفیق [illegible] تھے کہ پوپ کی تابعداری [illegible] جائیں [illegible]
خدمت [illegible] جن کے نام پہلے سامنے [illegible] دیا گیا

ان کو حکم ہوا کہ پہلے وہ شاہ پرتگال کو سلام کریں لیکن روانہ ہونے سے پیشتر یہ دونوں سخت بیمار ہو گئے ۔ اس لئے زاویئر اکیلے روم ہی سے شہر لسبن دارالسلطنت پرتگال کو روانہ ہوا۔ اس کی روانگی کی تاریخ ۱۶ مارچ ۱۵۴۰ء تھی ۔

لسبن کے سفر میں ۳ مہینے صرف ہوئے۔ زاویئر کے حالات میں درج ہے کہ اس سفر میں اس کا گذر قلعہ ناویئر کے پاس سے ہوا۔ جس میں اس کی والدہ تھی۔ لیکن زاویئر اپنے تئیں اس قدر خدا کو دے چکا تھا کہ اُسنے اپنی والدہ سے آخری ملاقات کرنے کی خواہش بھی دل سے دور کی۔ زاویئر کے لسبن پہنچنے کے چند روز بعد وہ اشخاص جو بیمار ہو کر روم میں رہ گئے تھے آ پہنچے اور ان کے ساتھ ایک تیسرا شخص بھی آیا جس کا نام پال کمارٹ تھا۔ چند وجوہات ایسی حائل ہوئیں کہ دس ماہ تک اشخاص لسبن سے روانہ نہ ہو سکے۔ اس اثنا میں ان کی قدوسیت کی شہرت لسبن میں اس قدر پھیلی کہ بادشاہ کا ارادہ کسیقدر بدلتا نظر آیا۔ اسنے چاہا کہ ایسے بیداروں کو اپنی سلطنت میں رکھے۔ تین اور آدمی ان کے ساتھ شامل ہو گئے۔ اور صلاح ٹھیری کہ تین ہندوستان کو بھیجے جائیں۔ اور تین لسبن میں رہیں۔ زاویئر۔ کمارٹ اور منسلا ہند کو روانہ ہوئے ۔

راڈرک پرتگال میں رہا اور اس کے لئے بادشاہ نے شہر کومبرا میں ایک کالج قائم کیا جس میں سو طالب علموں کے لئے وظیفے مقرر ہوئے۔ یہ سب اس غرض سے تعلیم پا رہے تھے کہ ہندوستان کے لئے مشنری بنیں ۔

جان سیویم کے جنگی جہاز بڑے جبار تھے۔ یہ ہندوستان کو افریقہ کے جنوب سے ہو کر آتے تھے اور باقی قوموں کو مشرقی ممالک کے ساتھ تجارت کرنے سے ہمیشہ روکتے تھے ان دنوں میں لفظ ہند میں افریقہ فارس اور چین وغیرہ شامل سمجھے جاتے تھے ان ممالک کے ساحلوں پر پرتگیزوں نے کئی علاقے دبا رکھے تھے۔ جن میں تجارت کے لئے قلعے اور کوٹھیاں تھیں جنگی جہاز تجارتی جہازوں کی نگرانی اور پناہ کے لئے مقرر تھے۔ گوا میں ایک گورنر جنرل رہتا تھا اور باقی جگہوں کے لئے بھی گورنر مقرر تھے۔ ان تمام کوٹھیوں کی آمدن شاہی خزانہ میں پہنچتی تھی ۔

روانہ ہونے سے پیشتر زاویئر نے اپنے ایک خط میں یوں لکھا۔ ہم بادشاہ سے ہر قسم کی عزت اور تکریم پاکر روانہ

جہاز میں جب راہ دیتے گورنر جنرل لے ہمراہ سفر کیجئے - یہ ممتاز عہدہ دار ہماری بڑی عزت کرتا ہے - اور اس سے ہمیں حکم دیا ہے کہ تمام سفر بھر اس کی میز پر کھانا کھایا کریں " گورنر جنرل کا نام مارٹن الفنسو ڈی سوزا تھا - زاویئر کو بادشاہ پرتگال کی معرفت ۴ کلیسائی پروانے یا سندیں دی گئیں - پہلا اس مضمون کا تھا کہ شرقی ممالک میں زاویئر پوپ کا نائب مقرر ہوا - دوسرے سے اس کو انجیل کی اشاعت کے متعلق کل ضروری امور میں اختیار کلی عطا ہوا تیسرا حبش کے بادشاہ داؤد کے نام تھا اور چوتھا کل جزائر اور کالونیوں کے گورنروں کے نام تاکہ وہ ہر طرح سے اس کی مدد و خدمت میں کمر بستہ ہوں +

زاویئر نے دس برس محنت کی - اس نے مئی ۱۵۴۲ء میں ہندوستان میں قدم رکھا اور دسمبر ۱۵۵۲ء میں چین کے ساحل پر اس جہان سے رحلت کر گیا - یہ دس سال یوں تقسیم ہو سکتے ہیں (۱) تین سال جنوبی ہند میں محنت (۲) دو سال چار مہینے مجمع الجزائر چین کا سفر اور دورہ (۳) دو برس ہندی مشنوں کا انتظام - جاپان کا سفر اور وہاں دو سال تک رہائش اور واپس ہندوستان کا سفر (۴) ایک سال ہندوستان میں واپس آکر سب کے اختتام کے قریب زاویئر نے چین میں داخل ہونے کی کوشش کی +

زاویئر ۷ اپریل ۱۵۴۱ء کے روز یورپ سے روانہ ہوا - اس وقت اس کی عمر ۳۵ سال کی تھی - چھ جہاز اکٹھے روانہ ہوئے - سفر بہت طویل ہوا اور جہازوں نے جاڑا موزمبیق کے ساحل پر ایک چھوٹے جزیرے میں کاٹا جو شاہ پرتگال کے قبضہ میں تھا - یہاں انکو چھ مہینے ٹھیرنا پڑا - وائسرائے کا جہاز جس میں زاویئر بھی تھا باقیوں سے پیشتر روانہ ہو گیا - رستہ میں افریقہ کے ساحل پر ایک مقام بنام ملنڈا میں ٹھیرے جہاں مسلمانوں کی بڑی آبادی تھی - یہاں زاویئر کی گفتگو ایک ہشیار مسلمان سے ہوئی جو اپنے مذہب کی متبدل حالت پر بہت افسوس کرتا تھا - اس نے زاویئر سے کہا کہ اس شہر میں ۱۷ مساجد ہیں لیکن فقط پانچ میں نماز پڑھی جاتی ہے - وہاں سے روانہ ہو کر ان کا جہاز جزیرہ سکوٹرا میں ٹھیرا - اس جزیرے میں بہت سے باشندے مسیحی تھے جو اپنا مذہبی شجرہ مقدس تھوما رسول تک پہنچاتے تھے زاویئر ان کی نسبت لکھتا ہے کہ لوگ جاہل ہیں [illegible] پڑھنے لکھنے سے بالکل بے بہرہ ہیں [illegible] کو بھول گئے ہیں [illegible] ان کی عبادت سریانی زبان

ہوتی ہے جسکو وہ غلط نہیں سمجھتے۔ روزہ رکھنے اور بخور جلانے پر یہ لوگ زور دیتے ہیں۔ زاویئر نے ان کو تعلیم دینے کی بڑی کوشش کی اور کتنوں کو بپتسمہ بھی دیا۔ بپتسمہ دینے کا زاویئر بڑا مشتاق تھا۔ ایکدفعہ کا ذکر ہے کہ اسی جزیرہ میں سڑک پر سامنے ایک عورت کو دیکھا جس کے ساتھ دو لڑکے تھے۔ زاویئر نے ان لڑکوں کو پکڑ لیا اور بپتسمہ دینا چاہا۔ وہ چھوٹ کر بھاگ گئے اور اپنی ماں سے کہا کہ یہ پادری ہمیں عیسائی بنانا چاہتا ہے۔ یہ سن کر وہ عورت اس کے پاس آئی اور ملامت کرنے لگی۔ کیونکہ وہ دراصل محمدی تھی۔ جزیرے کے مسیحیوں نے بھی شور مچایا اور کہنے لگے کہ ہم کبھی کسی محمدی کو اپنے مذہب میں داخل ہونے نہ دینگے۔ زاویئر کا جوش اور مسیحیوں کی جہالت اس واقع سے خوب ظاہر ہوتی ہے +

جزیرے والے چاہتے تھے کہ زاویئر کو اپنے درمیان ہمیشہ کے لئے رکھیں لیکن اس نے کہا کہ ہندوستان میں ان سے زیادہ مسیحی ہیں۔ اور یہاں کی نسبت وہاں کامیابی کی بھی زیادہ امید ہے +

زاویئر مقام گوا میں ۹ مئی ۱۵۴۲ء کے روز پہنچا۔ یہاں کے سب باشندے مسیحی تھے۔ اور شہر میں ایک بڑا عالیشان کتھیڈرل تھا جس کے متعلق کئی پادری اور فرانسسکن طریق کا ایک رہبان خانہ تھا ان کے علاوہ اور دینی عمارات بھی تھیں۔ لیکن چونکہ یہاں سپاہیوں کی تعداد بکثرت تھی اس لئے بدفعلی اور بے دینی نہایت ہی پھیلی ہوئی تھی۔ سب دیسیوں کو حکماً بپتسمہ دیا جاتا تھا اور ان میں سے زیادہ غلام تھے مخلوط النسل اشخاص کی تعداد بہت زیادہ تھی۔ کیونکہ پرتگیزوں کی یہ پالیسی تھی کہ یورپینوں اور دیسیوں کے درمیان شادیاں کروائی جائیں تاکہ ان کی نسل فوجوں میں بھرتی کیجائے +

البوکرک اعظم نے جب پہلے گوا کو فتح کیا تو اس نے کئی دیسی عورتوں کو پکڑ کر بپتسمہ دلایا اور اپنے سپاہیوں کے ساتھ ان کی شادی کروائی۔ گوا کے باشندوں کی گردنواح کے بت پرستوں سے ہمیشہ لڑائی رہتی تھی اس لئے یہاں رہ کر غیر قوموں میں انجیل کو پھیلانا زاویئر کے لئے چنداں آسان نہ تھا +

پرتگیزوں کے باقی ہندی اور ایشیائی مقبوضات کا بھی یہی حال تھا۔ ان کے درمیان باہمی رابطہ کیلئے ایک جنگی بیڑہ تھا جو پرتگیزوں کے تجارتی جہازوں کو مسلمان بحری لٹیروں سے محفوظ رکھتا تھا +

زاویئر نے پہلے پانچ مہینے ایک ہسپتال میں صرف کئے۔ یہاں پر وہ وعظ نصیحت کرتا اور

مکان فتنہ سنا کرتا تھا۔ اور کلڈیسین کی خبر لیتا تھا +

گوا میں اس وقت سرکاری خرچ سے ایک بڑا بھاری کالج تعمیر ہو رہا تھا۔ اور ہندو دیسی نوجوانوں کے لئے اس میں وظیفے مقرر ہوئے تھے۔ یہ ارادہ تھا کہ ایشیا کے مختلف ممالک سے نوجوان لائے جائیں۔ اور یہاں تعلیم پاکر اپنے وطنوں کو واپس جائیں۔ اور انجیل کی روشنی کو پھیلائیں۔ اس کالج کا نام ابتدا میں کالج اوف فیتھ یعنے ایمان کا کالج رکھا گیا لیکن کچھ عرصہ بعد اس کا نام مقدس پولس کا کالج ہو گیا۔ زاویئر لکھتا ہے کہ وائسرائے مارٹن ڈی سوزا اپنے دشمنوں پر کئی دفعہ بڑی فتح پا چکا ہے اور وہ چاہتا ہے کہ اس کالج کو اپنی فتوحات کی یادگار بنائے اور نیز وہ امید رکھتا ہے کہ اس کالج کو تعمیر کرنے کے ثواب سے وہ اور بھی فتوحات پائیگا۔ اس نے کئی اور دینی عمارات بنوائی ہیں۔ طریق فرانسسکن کا ایک فقیر بنام جیمس بورزن اس کالج کا پرنسپل مقرر ہوا۔ اس نے فوراً ساٹھ لڑکے جمع کئے۔ اور ان کو پرتگیزی زبان سکھانا شروع کر دیا +

زاویئر نے ارادہ کیا کہ اس کالج کو اپنے گروہ (سوسائٹی اوف جیزس) کے متعلق کر دے۔ اور وائسرائے سے اختیار پاکر اس نے اگنی شس کو لکھا کہ تین یا چار لائق آدمی بھیجدے +

گوا پرتگیزوں کے ایشیائی مقبوضات کا صدر مقام تھا اور باقی علاقوں کی تجارت بھی یہیں سے ہو کر گذرتی تھی مغرب میں افریقہ کا طویل ساحل تھا اور ساحل سے کچھ دور حبش کا مشہور و معروف علاقہ تھا شمال کی جانب عرب اور فارس کے ممالک تھے مشرق کو سارا ہند پھیلا ہوا تھا۔ جنوب کو راس کماری کا چکر کاٹ کے صد ہا بت پرست اقوام آباد تھیں جو کہ انجیل کی منتظر تھیں۔ ان تمام وسیع ممالک اور اقوام کا عظیم خیال زاویئر کے دل میں بھرا ہوا تھا اور وہ سوچتا تھا کہ ان سب میں انجیل کیونکر پھیلے۔ کبھی تو وہ ارادہ کرتا تھا کہ ان ممالک کے سلاطین کے پاس جائے کبھی اس کے دل میں خیال آتا تھا کہ وسط ہند کے ان شہروں کا سفر کرے جو علوم اور مذہب کے گھر اور دار السلطنت اور مسند تھے۔ وہ خود یورپ کے علم تہذیب اور خاندانی شرافت کا اعلےٰ درجہ کا نمونہ تھا۔ اور یہ کام اس کو بالکل شایان اور لائق تھا +

لیکن بدقسمتی سے زاویئر نے ملکی تجارتی معاملات اور سیاسی سے تعلق پیدا کر لیا تھا [illegible] [illegible] کے گرد [illegible] کی تابعداری کرنی پڑی۔ گورنمنٹ اس کو [illegible] لیا تھا

جہاں سمندر میں سے نئی برآمد ہوتے تھے۔ یہاں کے مچھوؤں کی طرف گورنر کی بڑی توجہ تھی مسلمان اکثر آکر اُن لوگوں کو لوٹتے اور ان کی کشتیاں چھین لیتے تھے۔ اور پرتگیزوں کی تجارت میں خلل انداز ہوتے تھے ایکدفعہ انہوں نے ایسا کیا۔ ڈی سوزا اپنا جنگی بیڑہ لیکر ان کی مدد کو پہنچا اور مسلمانوں کو شکست دیکر ان کی کشتیاں چھین لیں اور مچھوؤں کی کشتیاں واپس پہنچائیں۔ ان لوگوں میں سے صدہا مسیحی ہوگئے تھے۔ ڈی سوزا چاہتا تھا کہ ان سب کو ایک جگہ بسا کر ان کے لئے ان میں سے کسی کو بادشاہ بنائے۔ ان لوگوں کو ایک شخص مسمّٰی میکائل واس نے زاویئر کے آنے سے کچھ عرصہ پہلے بپتسمہ دیا تھا جب یہ بیدار آدمی مر گیا تو زاویئر نے ایک خط میں جو اس نے بادشاہ پرتگال کو لکھا بڑا غم ظاہر کیا اور التماس کی کہ سیلون کے ملکی گیر مسیحی نظرانداز اور فراموش نہ کئے جائیں۔ اس قوم کے مسیحی ہونے کا حال ایک قدیم مورخ نے یوں لکھا ہے کہ ان لوگوں پر مسلمانوں نے بڑا ظلم کر رکھا تھا مصیبت سے چھٹنے کی خواہش سے انہوں نے کوچین کے انگریزی گورنر کے پاس درخواست بھیجی کہ اگر تم ہماری حمایت کرو تو ہم سب مسیحی ہو جائینگے۔ گورنر نے ان کی درخواست منظور کی اور مسلمانوں پر شدید حملہ کرکے انہیں شکست فاش دی۔ جنگی بیڑے کے ہمراہ پادری میکائل واس کلیسائی اختیارات لیکر تشریف لیگئے۔ بیس ہزار آدمیوں کو بپتسمہ دیا گیا ❖

اب ان لوگوں کے درمیان زاویئر گیا۔ اور ۱۵۴۲ء کے اخیر میں ساحل سیلون پر قدم رکھا یہاں ایک سال کام کرکے وہ گوا کو واپس گیا۔ سیلون میں اس کے کام کا طرز یوں لکھا ہے۔ اس نے رسولوں کے عقیدے خداوند کی دعا۔ آوی میریا اور دس احکام کا ترجمہ حفظ کر لیا۔ اس محنت میں اس نے چار ماہ صرف کئے۔ ان ہتھیاروں سے مسلح ہو کر وہ دورے کرنے لگا وہ ایک گھنٹی ہاتھ میں لیکر مختلف گاؤں کا دورہ کرتا تھا اور لوگوں کو کسی جگہ جمع کر لیتا تھا۔ اور وہاں ان کو مسیحی تعلیم دیتا تھا۔ زاویئر لکھتا ہے کہ کبھی کبھی مجھے اتنے آدمیوں کو بپتسمہ دینا پڑتا ہے کہ میرے ہاتھ تھک جاتے ہیں۔ اس کا ایک دستور اس زمانہ میں نہایت ہی عجیب معلوم ہوتا تھا لکھا ہے کہ بارہ مہینہ کے عرصہ میں اس نے ایک ہزار بچوں کو بپتسمہ دیا اور یہ بچے ایسے تھے کہ ان کے والدین مسیحی ہونے سے مطلق انکار کرتے تھے۔ اور معلوم ہوتا ہے کہ یہی دستور رومی کلیسیا کے درمیان ابتک رائج ہے ❖

ہمارے مشن اور سوسائٹیاں

یوگنڈا مشن کی مختصر تاریخ

ممکن تھا کہ موانگا کی دوبارہ درخواست منظور کی جائے لیکن استادوں کا بھیجنا مناسب معلوم ہوا۔ اس وقت دو مشنری بنام والکر اور گارڈن لیس ایک مقام ناسا میں تھے لیکن عربوں کی دشمنی سے یہ لوگ بڑے خطرے میں تھے۔ ان کو مسٹر میکے نے کشتی بھیج کر واپس بلایا اور مسٹر والکر کو اپنے ساتھ لے کر موانگا کی کمینگاہ کی طرف روانہ ہوا۔ موانگا کے ساتھ ایک ہزار آدمی تھے۔ انہوں نے مشنریوں کا بڑی سرگرمی سے استقبال کیا۔ اس اثناء میں ان مسیحیوں نے جو کنارے پر تھے جمع ہو کر کلیمہ کی فوج کا مقابلہ کیا۔ لڑائی میں مسیحی فتحمند رہے اور کلیمہ بھاگ نکلا۔ اکتوبر کی گیارہ تاریخ ۱۸۸۹ء کو جب ایک سال کی جلاوطنی کے بعد سب مسیحی ملکر موانگا کو دارالسلطنت میں واپس لے گئے۔ ایک مسیحی جس کو اس نے اپنے بے رحم ہاتھ سے زخمی کیا تھا وزیر اعظم مقرر ہوا۔ اور تمام عہدے مسیحیوں کو دیئے گئے۔ گارڈن اور والکر موانگا کے ساتھ گئے۔ شہر میں پہنچکر انہوں نے اپنے پرانے مکان کو بالکل مسمار پایا۔ لیکن ان کو اور زمین مل گئی جس پر بڑی پھرتی سے نیا مشن ہاؤس طیار کیا گیا ۔

ابھی تک خطرہ دور نہ ہوا تھا۔ کلیمہ مع اپنے معاونوں کے کچھ فاصلہ پر گھات لگائے بیٹھا تھا۔ موانگا کی فوج چنداں مضبوط نہ تھی۔ جبکہ موانگا اپنی کمینگاہ میں تھا مسیحیوں نے انگریزی ایسٹ افریقہ کمپنی کے پاس [illegible] کی طرف سے جواب آیا [illegible]
[illegible] کو منظور قبول [illegible] نے اپنے [illegible] اور اپنی سلطنت [illegible]
[illegible]

موانگا کو پھر جزیرے کی طرف ہانک دیا۔ آدھی رات کو سیلوا تو نے آکر مشنریوں کو جگایا اور سلامتی کے ساتھ انہیں جزیرے پر لے گیا جہاں موانگا پہلے پہنچ چکا تھا۔ سنہ ۱۸۸۹ء کا کرسمس ڈے بڑی تکلیفوں اور قحط کے درمیان اس جزیرے پر صرف کیا گیا ۔

فروری سنہ ۱۸۹۰ء کے شروع میں مسیحیوں کو چند بندوقیں اور بہت سا بارود مل گیا۔ ان کو پاتے ہی انہوں نے کلیمہ پر دھاوا کر کے اسے ہانک دیا۔ اور مع بادشاہ کے مقام منگو پر پہنچ گئے۔ یہاں پر جرمن ایسٹ افریقہ کمپنی کا افسر ڈاکٹر پیٹرس موانگا پاس آیا اور عہدنامے پر دستخط کروا کے لے گیا۔ لیکن وزیر اعظم اور باقی پروٹسٹنٹ اس عہدنامے کے شریک نہ ہوئے۔ کیونکہ ان کی رائے میں موانگا انگریزی کمپنی سے عہدنامہ کر چکا تھا۔ انگریزی جھنڈے کو منظور کر بیٹھا تھا۔ امن ہوتے ہی مسیحیوں نے باوجود اپنی غریبی اور تباہی کے ایک گرجا بنانا شروع کیا ۔

لیکن اب یوگنڈا مشن پر ایک بڑی آفت آئی۔ دوسری اپریل کے روز ایک قاصد نے آکر خبر دی کہ مسٹر میکے مر گئے اور ڈیکسن قریب المرگ ہے۔ شکر خدا کا کہ میکے اپنے مرنے سے پہلے یوگنڈا کو فی الحقیقت مسیح کے لئے فتح اور تسخیر کر چکا تھا۔ اس کی موت عین فتح کی گھڑی میں ہوئی۔ ۸ فروری سنہ ۱۸۹۰ء کے روز بوقت گیارہ بجے رات کے خداوند کے اس خادم نے اس جہان فانی پر اپنی آنکھیں بند کیں۔ اتوار کے روز دو بجے وہ دفن کیا گیا اور اس کی قبر پر یوگنڈا کے چند مسیحیوں نے اپنی زبان میں مسیح کے نام کی طاقت کی تعریف کا گیت گایا۔ کیا اس سے بڑی کامیابی اور فتح کسی کو عنایت ہوئی ہے ۔

میکے کی موت کے آٹھ روز بعد ایک جہاز بنام کیوتھلا میں تین نئے مشنری ممباسا پہنچے۔ ان کے نام ہل کنگ ٹن۔ بیکر ول۔ اور کاٹر تھے۔ چار تاریخ ماہ مئی کو مسٹر کاٹر دفعتاً مر گئے۔ اسی روز پادری ٹکر صاحب ایسٹ افریقہ کے بشپ مقرر ہو کر افریقہ پہنچے۔ مسٹر کاٹر کے مرنے کی خبر انگلینڈ پہنچی۔ اور دوسرے روز چار نئے آدمی افریقہ جانے کو طیار ہوئے۔ دو دن گذرنے نہ پائے تھے کہ پانچ اور جوانوں نے اپنے تئیں خدا کے سپرد کیا۔ ان سب میں سے سوسائٹی نے چار کو چنکر فوراً افریقہ کی طرف روانہ [illegible] کمیٹی ان نوجوانوں کا پیچھا کرنے سے باز نہ رہی۔ ان [illegible] ایک جو [illegible] ھل تھا

افریقہ پہنچا ہی سخت بیماری میں مبتلا ہو کر اس جہان سے رحلت کر گیا۔ مشنریوں کا قافلہ بشپ ہاجبے
ہمراہ۔ ۲۱ اکتوبر کے روز مقام اسمابورے پر پہنچا۔ یہاں پر ایک مشنری جس کا نام ھنٹ تھا خداوند میں
سو گیا۔ چند روز کے بعد یعنی ۲ نومبر کو مسٹر ڈن نے انتقال کیا۔ افریقہ کی دلدلوں کا بخار ان کا پیچھا
نہ چھوڑتا تھا۔

اس اثنا میں یوگنڈا کے ملک میں تباہی اپنا کام کر رہی تھی۔ لڑائیوں اور ہنگاموں کے باعث زراعت کا
ستیاناس ہو گیا تھا۔ اور مسلمانوں نے اپنی عادت اور خصلت کے مطابق تمام پھلدار پیڑ کاٹ ڈالے تھے۔ قحط کا
زہریلا سایہ تمام ملک پر پڑ رہا تھا۔ آخر کار مئی ۱۸۹۰ء میں برٹش ایسٹ افریقہ کمپنی کے افسران مونگا کے دارالسلطنت
میں پہنچے۔ وہ اپنے ساتھ ایک عہد نامہ طیار کر کے لائے جس میں بڑی شرط یہ تھی کہ اگر مونگا کمپنی کو
اپنے ملک پر ٹیکس لگانے دے تو اس کے عوض میں کمپنی اس کو تمام دشمنوں اندرونی اور بیرونی سے
پناہ دے گی۔ پروٹسٹنٹ فریق اس کو منظور کرتا تھا۔ لیکن کاتھولک مونگا کو ترغیب دیتے تھے کہ اس کو منظور نہ کرے۔
اختلاف اس قدر پھیلا کہ دونوں فریق ملک سے نکل جانے کو طیار ہوئے۔ آخر کار یہ قرار پایا کہ تمام تنازع
میں جرمن، فرنچ اور انگلش سلطنتوں کے سفیر جو ساحل بحر پر رہتے تھے ثالث بنائے جائیں اور ان کا
فیصلہ منظور کیا جائے۔ ان کے اہتمام سے شہر برلن دارالسلطنت جرمنی میں جون ۱۸۹۰ء میں ایک
عہد نامہ ہوا جس سے یوگنڈا انگریزوں کے قبضہ میں آ گیا۔ ۱۰ اگست ۱۸۹۰ء میں مسیحیوں اور مسلمانوں میں
ایک جنگ ہوا جس میں مسلمانوں نے شکست کھائی۔ کلیمہ لڑائی میں کام آیا۔ باوجود اس فتح کے ایک خطرہ اور
عربوں نے زور کیا اور قریب تھا کہ مشنریوں کو پھر بھاگنا پڑے لیکن مسیحی پھر فتحیاب رہے۔ دوسرے مہینہ
میں کپتان لگرڈ کمپنی کی فوج لیکر یوگنڈا پہنچے اور ایک قلعہ تعمیر کیا۔ اور مونگا نے پوری طرح
اپنا ملک انگریزوں کے سپرد کر دیا۔ باوجود عربوں کی مخالفت کے ایک عمدہ گرجا تعمیر کیا گیا۔ مشن کا کام بڑے
[illegible] ترجمہ کے لئے ایک [illegible] مسیحی [illegible]
[illegible] روز انتقال [illegible]
[illegible]

موگل سے بشپ صاحب اور نئے مشنریوں کی ملاقات ہوئی۔ انکے استقبال کے لئے ڈھول بجائے گئے اور بڑی دھوم دھام ہوئی۔ جنوری ۱۸۹۰ء میں ۷۰۰ آدمیوں نے استقامت پائی۔ چند روز کے بعد بشپ صاحب نے رومن کیتھلکوں کی دعوت کی اور صلح کی تجویز میں کوشش شروع کی +

جب تک بشپ صاحب یوگنڈا میں رہے دیسی مسیحی ان کی دعوت کرتے رہے اور چاہتے تھے کہ زیادہ عمر تک ان کو اپنے ساتھ رکھیں۔ لیکن بشپ صاحب ایسے خوش اور مسرور تھے کہ فوراً انگلینڈ جا کر تمام حال و کیفیت بیان کرنا چاہتے تھے۔ ۲۳ مئی کو بشپ صاحب انگلینڈ پہنچ گئے۔ اگست ۱۸۹۰ء میں کمپنی نے مقام ممباسا سے یوگنڈا تک ایک ریل کی سڑک بنانی شروع کی۔ یہ کام ابھی تک تمام نہیں ہوا۔ ایک دفعہ کمپنی نے یوگنڈا کو چھوڑ دینے کا ارادہ کیا کیونکہ وہاں ایجنٹ کے رکھنے میں بڑا خرچ ہوتا تھا۔ اگر یہ ارادہ پورا ہو جاتا تو مسیحی اور مشنری دوبارہ خطرے میں پھنستے۔ لیکن چرچ مشنری سوسائٹی کمپنی کی مدد کے لئے مستعد ہوئی اور چالیس ہزار پونڈ یعنے چھ لاکھ روپیہ سے زیادہ دینا منظور کیا۔ اس طرح یوگنڈا کا ملک انگریزوں کے قبضہ میں رہا اور اس وقت تک ہے مشن کا کام بڑی سرگرمی سے جاری ہے۔ اور قریب ہے کہ تمام ملک مسیحی ہو جائے +

---

۵۹ سنہ عیسوی میں جب پولس ہنوز نو مرید تھا اُسنے کہا "میں اس لائق نہیں کہ رسول کہلاؤں"۔ وہ آہستہ آہستہ فضل میں ترقی کرتا گیا اور ۶۴ء میں یوں کہا "کہ میں سارے حقیر ترین مقدسوں سے حقیر ہوں"۔ ۶۵ء میں جب اس کی شہادت کا وقت عنقریب آ پہنچا اُسنے کہا "میں گنہگاروں میں سب سے بڑا ہوں"۔ قابل غور ہے کہ رسول مقدس خدمت کے ساتھ ساتھ حلیمی اور فروتنی میں کیونکر ترقی کرتا گیا +

یہ دنیا خواب در خواب ہے۔ جوں جوں ہم عمر میں بڑھتے ہیں ہمارا ہر ایک قدم ایک قسم کی بیداری ہے۔ جوان لڑکپن کی نیند سے بیدار ہوتا ہے۔ پختہ آدمی جوانی کے خیالات پر ہنستا ہے۔ اور بوڑھے گذرے ایام خواب سے دکھائی دیتے ہیں کیا موت آخری نیند ہے؟ نہیں وہ آخری بیداری ہے (سر والٹر سکاٹ)

شخصی مذہب موجودہ زمانہ میں یوں اپنے پایہ سے گر گیا ہے

اور ایک شخص نے بغیر شست باندھے ایک تیر چلایا۔ سو وہ اتفاقاً بادشاہ اسرائیل کے جوشن کے بندوں کے درمیان جا لگا۔ ا سلاطین ۲۲ باب ۳۴ +

زمانہ حال میں علم اخلاق کی ترقی ہر چند قابل اطمینان ہو مگر اس کسی کو کلام نہیں کہ مسیحی کلیسیا میں شخصی مذہب افسوسناک حالت میں ہے۔ بلاشک مذہب کا بہت چرچا کیا جاتا ہے۔ اور عوام کے دلوں میں کسی قدر مذہب کی نسبت خیالات اور جوش بھی موجود ہے۔ ہر جماعت میں مذہب کا جوش پھیلا ہوا ہے۔ اور یہ خوشی کا مقام بھی ہے۔ کیونکہ کلیسیا پر وہی غنودگی طاری نہیں جو ویسلی اور وائٹ فیلڈ کے زمانہ سے پیشتر تھی اور جس سے یہ دونو شخص پیدا ہو کر کل مسیحی جماعت اور بیگانہ فرقوں کے بیدار کرنے کے لئے خدا کے ہاتھ میں ہتھیار بنے لیکن بہتیرے ایسے ہیں جن کا یہ گمان ہے کہ اگر اس عام اشتیاق کے ہوتے ہوئے کوئی شخص دینی ترقی کے اس درجہ سے جو ہر فرد بشر پر لازم ہے پیچھے رہ جائے تو کیا مضائقہ ہے +

قابل غور ہے کہ خدا کسی کمترین نتیجہ یا ایسے کام کے لئے جو کسی اور طریق سے ہوا یا ہو سکتا ہے کبھی بڑے بڑے آلات کام میں نہیں لاتا۔ اسے پھر خیال کرنا چاہئے کہ کیسے عظیم آلات کے ذریعہ سے مسیحی مذہب انسان کے دل پر کام کرتا ہے۔ دل کے پاک کرنے کے لئے گویا خدا کی ساری طاقت خرچ ہوتی ہے۔ جس کا مطلب بار بار یہ بیان کیا گیا ہے۔ کہ انسان مقدسوں کی اس میراث میں شامل ہونے کے لائق بن جائے جو نور میں ہے۔ یا یوں کہیں کہ انسان کو مقدس بنایا جائے۔ مگر ایسے مقدس ہیں کہاں؟ کیا جس غرض سے خدا نے مسیحی دین کو قائم کیا تھا۔ اس کے مطابق نتائج نمودار ہو رہے ہیں؟ شاید بہت سے اخلاق امور کی بابت ہم قابل اطمینان جواب دے سکتے ہیں۔ اگر کوئی چاہے تو ہم دیانتداری اور خلق اور ملنساری اور مذہبی رسوم کی پابندی اور خیرات خانوں کے نظائر اپنے میں دکھا سکتے ہیں۔ مگر یاد رکھنا چاہئے

[illegible]

عوام میں سے بھی ایسے تھے جنہوں نے اعلیٰ درجہ کے اخلاق اور مثبت زندگی کا نمونہ دُنیا کے سامنے پیش کیا۔ اور تعداد نہیں بلکہ بعض لوگوں کا ضمیر مذہب کے بارے میں جاگ اٹھا تھا۔ اور وہ ضعیف طور پر بھی کی ٹمٹماتی ہوئی روشنی کی کرن کی مدد سے کسی آئندہ زندگی میں جھلکانے کی امید بھی رکھتے تھے۔ مگر مسیحی قدسیت اِس سے بڑھکر ہے۔ اور یہ اسلئے کہ اُسکے پیدا کرنیمیں طاقتیں بڑھ کر خرچ ہوتی ہیں۔ اب یہ سوال لازم آتا ہے کہ وہ مسیحی قدسیت ہم میں کہاں ہے؟ اُسکے وجود کا انکار تو نہیں کرسکتے مگر یہ کہہ سکتے ہیں۔ کہ کوئی مثل اعلے درجہ کی موجود نہیں +

کیا اِس زمانہ میں علم اور دینداری ایک ہی پیرایہ میں ہیں؟ تاریک زمانوں میں علم حاصل کرنا تھوڑوں ہی کو نصیب ہوتا تھا۔ عوام جہالت میں ڈوبے ہوئے تھے۔ اُن ایام میں فقط چند راہب اور بعض لوگ پڑھے لکھے ہوتے تھے۔ اِس کے بہت مدت بعد جب چھاپہ کا فن ہنوز بچپن ہی میں تھا اور علم حاصل کرنے کے وسائل تھوڑے تھے بعض لوگ ایسے ہوئے ہیں۔ جو اپنے دنوں میں علامہ دہر تھے۔ اب وہ دن جاتے رہے۔ ہر ایک شخص تھوڑا بہت جانتا ہے۔ اور بعض زیادہ جانتے ہیں۔ اور پھر اُن سے بھی کم ہیں۔ جنہوں نے کمال کا درجہ حاصل کیا ہے ان کے علم کا مخرج بجائے اصلی منبع کے تفسیریں اور خلاصے اور فہرستیں اور ضمیمے اور ایسے ایسے علم کو سستا کرنیکو دیگر سامان ہوئے ہیں۔ کیا دینداری کا بھی یہی حال نہیں ہے۔ ابتدائی اور وسطی زمانوں کی مقدس بُت پرستی اور تعصب کی تاریکی کے درمیان کلیسیا کی فضا میں منور ستاروں کی مانند درخشاں ہیں۔ مگر آج کل کا ڈھنگ نرالا ہی ہے۔ یعنے جو دینداری معدودے چند میں کمال تک پہنچی تھی۔ اس کو بہتوں کے درمیان پھیلا دینا عوام بلحاظ گروہ کے دیندار ہیں۔ مگر جزواً نمک کا مزہ جاتا رہا ہے۔ ہر ایک شخص طراری سے بحث مباحثہ کرسکتا ہے لیکن کہاں ہیں۔ وہ شخص جن کے دلوں پر دعا اور دھیان کے ذریعہ سچائی کی گہری مُہر لگی ہے؟

اگر ہم اس حالت کا تدارک کرنا چاہیں تو اول ہمیں اس کا سبب دریافت کرنا ضرور ہے۔ پہلے ہمارا خیال کلیسیا کے خادم الدینوں کی طرف دوڑیگا۔ اگر انجیل کے نتائج لائق طور پر ظہور میں نہیں آتے تو ہوسکتا ہے کہ کارندوں میں کچھ نقص ہو۔ اگر خدا کے مجتبےٰ انتظام سے لوگ مقدس نہیں تو ضرور وسائل میں بگاڑ ہوگا۔ صاف لکھا ہے کہ روحوں کی نجات اور تقدیس کے لئے خدا نے کلام کی خدمت مقرر کی ہے۔ اُس نے بعضوں کو رسول اور بعضوں کو نبی اور بعضوں کو انجیل کی منادی کرنیوالے اور بعضوں کو چرواہے اور بعضوں کو اُستاد

مقرر کر دیا" اور یہ کس لئے "تاکہ مقدس لوگ خدمت کے کام میں آراستہ ہوتے جائیں اور مسیح کا بدن بنتا جائے۔ جب تک کہ ہم سب کے سب ایمان اور خدا کے بیٹے کی پہچان کی یگانگی تک اور کامل انسان یعنی مسیح کے پورے قد کے اندازہ تک نہ پہنچیں"۔ ان آیات میں اگر معجزوں اور ایسے دیگر انعاموں کا جو ابتدائی زمانوں میں ہو گذرے ہیں خیال نہ کیا جائے تو باقی یہ رہجائیگا کہ انسان میں قدسیت یا مسیح کا سا مزاج پیدا کرنے کے لئے کلام اللہ کی خدمت ایک بھاری وسیلہ ہے ہمیں کہنا پڑتا ہے کہ شخصی سست حالی کے باعث ہمارے خادم الدینوں پر کچھ نہ کچھ حرف ضرور آتا ہے۔ خدا نے کام کرنے کی خاطر مسیحی خدمت کے دو بازو رکھے ہیں جنمیں سے ایک بیکار پڑے رہنے کی باعث شل ہو گیا ہے۔ اس خدمت کے دو پہلو ہیں۔ ایک خفیہ ضمیر کو اُبھارنا اور دوسرا اُس کی ہدایت کرنا۔ آج کل کے وعظوں نے ابھارنے کا کام اپنے ذمہ لیا ہے۔ مگر بیدار شدہ ضمیر کو آگے بڑھانا بالکل نظر انداز کر دیا ہے، تمام وعظوں اور کتابوں میں یہی غرض مدنظر ہوتی ہے کہ کسیطرح لوگوں کے دلوں پر اثر ہو۔ تاثیر تو پیدا ہو گئی۔ مگر سیدھے رستہ پر آگے چلانے کی کوشش نہیں کیجاتی۔ جس طرح اس روز ہزارہا تیروں کے درمیان ایک اڑتا ہوا تیر اتفاقاً شاہ اخی اب کے آ لگا تھا ویسے ہی ہر اتوار کو جماعت کے درمیان وعظ چھوڑ دی جاتی ہے۔ اور اکثر خدا کے فضل اور پروردگاری کی ہدایت سے بے خبری اور بے پرواہی کے جوش کے بندوں میں سے ہو کر کسی گنہگار کی ضمیر میں جا لگتی ہے اور اُسے قایل کرتی ہے۔ لیکن کمبختی تو یہ ہے کہ جہاں اتنا کام ہو چکا خادم الدین اور لوگ سمجھ بیٹھتے ہیں۔ کہ بس اب پورے طور پر اس کا انجام ہو چکا ہے جو تاثیر دل پر ہوئی ہے اس کو چھوڑ دیا جاتا ہے۔ بدیں امید کہ آئندہ کو اپنا رستہ خود بنا لیگی۔ اور ہمیں کچھ تکلیف نہیں اُٹھانی پڑیگی۔ اس طور پر خادم الدین اور ضمیروں کو اُبھارنے کیلئے اچھی قسم کی پُر جوش تقریر طیار کرتا ہے۔ جتنے کہ جماعت کے شرکا عمدہ خیالات کے مذہب میں راضی ہو جاتے ہیں۔ گویا اس قسم کے خیالات تقدیس کا آغاز ہونے کے بجائے خود ہی تقدیس ہیں۔ اس طرح سب نیک تدبیریں برباد

معلوم ہوتا ہے کہ دونوں کی ترقی کے وسائل میں یکساں نقص ہے۔ علم کو مشتہر کرنیکا عام لکچر ایک بڑا وسیلہ ہے
ان لکچروں میں یہ کوشش کیجاتی ہے کہ جہانتک کوئی مضمون دلچسپ اور فرحت بخش ہے وہاں تک اُسکے خوشنما
نکتوں کو کھولکر دکھایا جاوے مگر جو دقیق دلائل ان نتائج کو حاصل کرنے کیلئے ضرور ہیں ان کو پوشیدہ رکھا جاتا ہے
اگر لکچرار صاحب نے کسی بے مزہ علم کو نمک مرچ لگا کر اچھا مزے دار کر دیا تو سامعین نہایت محظوظ ہو کر اپنے زعم
میں مضمون کے مذاق تک پہنچکر اپنے گھروں کو روانہ ہوتے ہیں۔ مگر چونکہ اُس علم کے ابتدائی اصول سنانے وقت
ہوتے ہیں۔ ان کو سمجھ لینے بھی عرصہ نہیں لگتا۔ خواہ اس طریق کے کیسے ہی فوائد کیوں نہوں۔ مگر ایسے
وسیلے کبھی کوئی شخص عالم نہیں بنا۔ اور باوجود اس قدر روشنی کے اب بھی علم حاصل کرنیکا کوئی شاہی رستہ نہیں نکلا بلکہ سخت
محنت اور بتدریج ترقی ضرور ہے +

کیا بہت سی عمدہ اور مفید وعظیں بھی اصل اور مقاصد میں ان عام لکچروں کے مشابہ نہیں ہیں؟ اور انہیں سے ہم بڑے بڑے
نتائج کی امید رکھتے ہیں گویا اس زمانہ میں مذہب پھیلانے کا ایک بڑا وسیلہ ہے۔ اگر ہم زمانہ حال کی وعظوں کو انسانی ضمیر کے جگانے
اور اُبھارنے کیلئے مقدس نوشتوں کی عام فہم تشریح کہیں تو بجا ہے اُن کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ روحانی تاثیریں دلوں میں پیدا کریں
اور یہ مقصد پورا بھی ہوتا ہے اور لوگ نہایت خوش ہو کر اپنے دلوں میں یہ خیال کرتے ہوئے چلے جاتے ہیں کہ آج کی وعظ سے ہمیں بڑا فائدہ ہوا
بیشک ہوا تو لیکن اس بنیاد پر عمارت قائم کرنیکا کوئی انتظام نہیں کیا جاتا۔ مذہب کی بابت نصیحت تو کیجاتی ہے لیکن تعلیم نہیں دیجاتی ہمارے
خادم الدین میں کوئی ایسی تجویز نہیں جس سے لوگ سکھائے جا کر مسیح کے پورے قد کے اندازہ تک پہنچیں اور اسکے نتائج پُر خطر ہوتے ہیں نتیجہ
بیداری فقط خفیف خیالات کا مجموعہ بن جاتی ہے۔ جو غفلت کے باعث جلد جاتی رہتی ہے۔ ہماری جماعت کے نئے کلیسیا کی مد میں
بہت سا کام ہو جاتی ہیں جنہیں۔ گاہ بگاہ صحت بخش تاثیر موجود ہوتی ہے مگر افسوس کا مقام ہے کہ اس کی
تاثیر فقط ایک لمحہ تک ہی رہتی ہے پانی جلدی نتھر آتا ہے اور پیشتر کی مانند پھر تہ نشیں ہو کر سڑ جاتا ہے +

اب ہمیں شخصی مذہب کی پست حالی کا ایک سبب معلوم ہوا ہے کہ جب ضمیر کو جگایا گیا تو اس تاثیر کی پیروی نہیں کیجاتی کہ ہم اپنی فکر کے
نظر اس امر کی بابت اور وسیع کریں کہ خدمت کے اس کام میں کیونکہ غفلت کیجاتی ہے تو ہمیں جلد پتہ لگ جاویگا کہ یہ ابتدائی بد نظمی
کا حاصل ہے۔ اصلاح سے پیشتر کلیسیا میں خادم الدین کے پاس جا کر اپنے گناہوں کا اقرار کرنا ضروری سمجھا جاتا تھا اور رومی کلیسیا
میں آجتک اس کا رواج ہے۔ اس قسم کے اقرار کے کیسے ہی نتائج کیوں نہ ہوں لیکن اسکا انکار نہیں کہ یہ ایک فائدہ تھا کہ
[illegible] رست [illegible] آیا [illegible] تو [illegible]
[illegible]

THE "MASIHI"

Is a monthly Urdu Magazine published at Amritsar. It is purely an Indian paper without regard to denomination or sect and is solely under the management of Indian Christians. The following are the chief objects aimed at by the Magazine:—

(1) The publication of useful expository essays on Christian Life.

(2). The inculcation of sound methods of devotion and the study of the Word of God.

(3). To promote Christian Unity by publishing accounts of different Christian Missions and Associations.

(4). To publish biographical sketches of eminent Christian workers in every department of life.

(5). As far as possible to express correct opinions as regards the Organization of the Indian Christian Church. Also to publish useful and practical articles on the Political and Social needs and conditions of Indian Christians.

We also beg to draw the attention of our brethren to the fact that the "Masihi" always contains translations from many well known books by eminent Theologians. It is time for the small Indian Church to begin searching into the depths of the Faith for themselves with the help of the writings of those who have spent their lives in the study of the Word of God.

The success already achieved by the "Masihi" proves conclusively that it has undoubtedly supplied a felt need. The Editors, therefore, beg to commend the "Masihi" to the attention of all Indian Christians with the hope that they will extend their patronage and help it in every way to fulfil its aim and object.

All information will be supplied by the Manager, "Masihi," Amritsar.

THE MASIHI.

Vol.—I NOVEMBER 1896. No. 11.

Contents.

Communication for the "Masihi" should be addressed to the Editor; Orders and remittances to the Manager "Masihi," Amritsar (Punjab).

Subscription Rs. 1-8-0 per annum.

کرسمس نمبر
فہرست مضامین
مطبع عام پریس لاہور

شکرانہ

اے خدا ہمارے مالک یہ تیرا حق ہے اور تو اس لائق ہے کہ تمام قوت اور دولت اور حکمت اور طاقت اور عزت اور جلال اور برکت تیرے پاک نام کے ساتھ منسوب کی جائے۔ تیرا جلیل نام مبارک ہو کہ تیرا کلام نہ فقط یروشلم۔ انطاکیہ۔ اتھنز اور روم میں پہنچ چکا ہے۔ بلکہ ہر جگہ اور ہر سمت میں مسیح کے نام کا نعرہ گونج چکا ہے۔
سب جلال تیرا ہی ہے +

ہر زمانہ کے بہادر سپاہیوں کے لئے جنہوں نے تیرے حکم کے مطابق جنگ کیا اور موت تک سامنا کیا۔ حکیموں کی حکمت کے لئے رہنماؤں کی سرگرمی کے لئے۔ نبیوں کی فصاحت اور سحر بیانی کے لئے۔ چرواہوں کی محبت کے لئے۔ بچوں کی تعریف کے لئے۔ پاکدامن عورتوں کی خدمت کے لئے۔ جوانوں کی پاکیزگی کے لئے۔ عمر رسیدہ مقدسوں کی مستقل سرگرمی کے لئے۔ تیری حضوری کے آثار کے لئے تیرے

صلیب سب نشانوں کے لئے۔ اے خدا تیرا جلال ہو ⁂

تیری ابدی انجیل کی روشنی کے لئے جو تمام قوموں فرقوں زبانوں اور آدمیوں کے پاس بھیجی گئی ہے اور جو اتنی مدت سے ہمارے درمیان رونق افروز ہے۔ تیری کلیسیا کے لئے جو حق کی بنیاد اور اس کا ستون ہے۔ جسکے خلاف دوزخ کے دروازے فتحمند نہیں ہوئے تیرے وعدے کے فضل بخش الفاظ کے لئے کہ وہ جو دانا ہونگے فضا کی روشنی کیطرح چمکینگے اور وہ جو بہتوں کو راستبازی کیطرف پھیرینگے۔ ستاروں کیطرح ہمیشہ سے ہمیشہ تک چمکدار رہینگے اے خدا تیری تعریف اور تیرا جلال ہو ⁂

خداوند فضل بخش اور رحیم ہے۔ وہ بڑا بردبار اور اُسکی نعمت لا انتہا ہے۔ خداوند ہر شخص سے محبت رکھتا ہے اور اُسکا رحم اُسکی تمام صنعتوں پر ہے۔ اے خداوند تیری تمام صنعتیں تیری تعریف کرتی ہیں اور تیرے مقدس لوگ تیرا شکرانہ ادا کرتے ہیں۔ وہ تیری سلطنت کا جلال ظاہر کرتے ہیں اور تیری قدرت کا چرچا کرتے ہیں۔ تاکہ تیری طاقت تیرا جلال اور تیری سلطنت کی عجیب شان آدمیوں پر ظاہر ہو تیری سلطنت ابدی سلطنت ہے اور تیری حکمت ہر زمانہ میں قائم ہے اے خدا تیرا جلال ہو

اے خداوند خدا۔ قادر مطلق۔ تیرے کام عظیم اور حیرت خیز ہیں۔ تیری راہیں عادل اور راست ہیں اے مقدسوں کے شہنشاہ۔ اے خداوند کون ہے جو تجھ سے نہ ڈرے اور تیرے نام کی بزرگی نہ کرے۔ سب اقوام آئیں گی اور تیری عبادت کرینگی۔ کیونکہ تیری عدالتیں ظاہر ہو گئی ہیں۔ اے خداوند تیرا جلال ہو ⁂

اسکے بعد میں نے نظر کی اور دیکھو کہ ایک بڑی جماعت جسکو کوئی مخلوق شمار نہ کر سکتا تھا۔ تمام قوموں اور فرقوں اور آدمیوں اور زبانوں میں سے تخت اور برے کے سامنے کھڑی تھی اس جماعت کے آدمیوں کے لباس سفید تھے اور اُن کے ہاتھوں میں خرمے کی ڈالیاں تھیں۔ وہ سب بلند آواز سے پکارتے تھے اور کہتے تھے کہ نجات ہمارے خدا کی [illegible]

[illegible] کی۔ ہیلویاہ۔ اس لئے کہ خداوند خدا قادر مطلق بادشاہت [illegible]

کرتا ہے ۔

مرا باپ ۔ ابن ۔ روح القدس کی ہو ۔ جیسی ابتدا میں تھی اب ہے اور ہمیشہ رہیگی ۔ آمین ۔ آمین ۔

———:o:———

چھ طریقوں سے خدا ہماری ہدایت کرتا ہے :۔

(۱) بزرگوں اور افسروں کے احکام کے ذریعے مثلاً خدا والدین کے ذریعے بچوں کی ہدایت کرتا ہے ملازموں کو اپنے حاکم کی متابعت ضروری ہے ۔ بشرطیکہ اُن کے احکام بظاہر خدا کی مرضی کے خلاف نہ ہوں ۔

(۲) عقل اور نور قلب کے ذریعے ۔ اگر ہم ان وسائل کو صاف آواز سے بولنے دیں اور اُن کا گلا نہ دبائیں تو ہم خدا کی آواز کو صاف سُن سکینگے ۔

(۳) دانا اور نیک لوگوں کی مشورت کے ذریعے ۔ یہ اکثر مفید ثابت ہوتا ہے ۔ لیکن ہمیں اندھا دھند ہر ایک صلاح کی پیروی کرنا نہیں چاہئیے ۔

(۴) مُقدس نوشتوں کے ذریعے ۔ اس سے یہ مُراد نہیں کہ ہم اس مُقدس کتاب کے اوراق میں سے کوئی فال نکالیں بلکہ اُسکے احکام اور مکاشفہ کو بغور مطالعہ کریں ۔ امثال کی کتاب اور اناجیل اور خطوط مسیحی کی ہدایت کے لئے خصوصاً مفید ہیں ۔

(۵) خدا کی پروردگاری اور انتظام کے ذریعہ بعض اوقات ہمارا ارادہ کچھ ایسا ہوتا ہے جسکے لئے نہ ہماری قابلیت ہے اور نہ ہی موقعہ ہے ۔ اور پھر ایسا بھی ہوا ہے کہ خدا کوئی رستہ دفعتاً ہمارے سامنے کھول دیتا ہے ۔

(۶) ہمیں موقعہ پر اور ہمیشہ خدا کی رہنمائی پر پورا بھروسہ رکھنا چاہئیے ۔ جو لوگ روح القدس کی ہدایت پر چلنے کے لئے اپنے دلوں کو تیار کرتے ہیں روح اُنکو ضرور رستہ دکھاتی ہے جب ہم اپنے دلوں کو گویا خدا کے حضور کھول دیتے ہیں تو وہ براہ راست اپنا اثر اُن پر ظاہر کرتا ہے ۔ یہ یاد رکھنے کے قابل ہے کہ ہم خدا کی ہدایت طلب کرنے سے پیشتر اپنے دلوں میں کوئی بات ٹھان نہ رکھیں کیونکہ ایسے [illegible] خدا کی خوشنودی طلب کر رہے ہیں مزمور نویس کے ساتھ ہم بھی دعا

اے خداوند مجھے اپنی راہیں دکھا مجھ کو اپنے رستے بتا ۔ (۲۵:۴)

کرسمس ڈے

جب ہم مسیحی مذہب کے قدیم حالات کی طرف غور کرتے ہیں تو کوئی ایسے سائل نظر نہیں آتے جن سے اس عید کے مقرر ہونے اور رواج پانے کی تاریخ یقینی طور پر معلوم ہو جائے۔ بعض کا خیال ہے کہ ۶۸ء سے اسکا آغاز ہوا۔ ایک قدیم تاریخ میں لکھا ہے کہ ۱۶۸ء کے قریب ایک بشپ نے اپنی کلیسیا کو حکم دیا کہ مسیح کی پیدائش کے دن کی پہلی شام کیوقت عبادت کے لئے جمع ہوں اور ایک گیت جو اسوقت موجود تھا اپنے منجی کی حمد میں گائیں۔ قیصر ڈایوکلی شن جس نے ۳۰۴ء میں اپنے تخت و تاج کو استعفا دیا۔ مسیحیوں پر ظلم کرنے میں بڑا مشہور گذرا ہے۔ اسکے باقی مظالم میں ایک یہ بھی بیان ہوا ہے کہ اسنے اپنے حکم سے ایک گرجا کو آگ لگوائی جس میں بہت سے مسیحی مسیح کی پیدائش کی عید کی عبادت کے لئے جمع تھے۔ گرجا مع تمام عبادت کرنیوالوں کے جلکر خاک ہو گیا۔

یوں قدیم اشارات سے ثابت ہوتا ہے کہ اگر ہمیشہ نہیں تو اکثر گاہے گاہے قیصر قسطنطین کے عہد سلطنت سے بیشتر مسیح کے روز تولد کی عید رائج تھی لیکن اسکے عہدِ سلطنت میں یہ عید قائم و مضبوط ہو گئی اور کلیسیا جامع مجموعی طور پر اسکو ماننے لگی۔ اسکے زمانے سے پہلے کے مسیحی اپنے منجی کی علانیہ خدمات پر زیادہ غور کرتے تھے اور ان کو فرصت اور موقعہ نہ تھا کہ اسکی پیدائش۔ بچپن۔ اور اوائل جوانی کے دنوں کی طرف زیادہ غور کریں۔ چنانچہ مقدس کرسٹم لکھتا ہے کہ خداوند اپنے روز تولد پر ظاہر نہوا بلکہ اپنے بپتسمہ کے روز۔

غرضیکہ چوتھے عہد میں اس عید نے بڑا رواج پایا۔ اسکے ابتدا کی وجہ کئی طور

ہوئی ہے۔ بعض نے کہا ہے کہ یہ عید ایک یہودی عید کی نقل ہے۔ اس یہودی عید کا یوں بیان ہوا ہے۔ مسیح سے چند صدیاں پیشتر بُت پرستوں نے خداوند کی ہیکل پر قبضہ کر کے اسکو ناپاک کیا۔ یہوداہ مقابیس یہ دیکھ کر اُن کو نکالنے پر کربستہ ہوا اور جب وہ اس کوشش میں کامیاب ہوا تو اس نے اس کی یادگار میں ایک عید مُقرر کی۔ اسی عید کیطرف مُقدس یُوحنا کی انجیل ۱۰ باب ۲۲ آیت میں اشارہ ہے۔ جہاں لکھا ہے کہ تجدید کی عید تھی اور جاڑے کا موسم تھا۔ لیکن یہودیوں کی اس عید اور کرسمس ڈے میں بہت ہی کم تطابق اور قُربت ہے اور یہ کہنا کہ مسیحی عید تولد اسکی نقل ہے کسی مضبوط دلیل پر مبنی نہیں ہے۔

بعض اور خیال کرتے ہیں کہ عید تولد بُت پرستوں کی عید سیٹرنیلیا کا صیحی نتیجہ ہے بُت پرست اس عید کے روز اپنے خیالی گذشتہ ست جُگ کو یاد کیا کرتے تھے۔ دوستوں ذیلیوں کو تحفے تحائف بھیجے جاتے تھے۔ پُرانی دشمنیاں فراموش کیجاتی تھیں۔ مجرم رہا کئے جاتے تھے۔ جنگ مُلتوی کیجاتی تھی۔ روزمرہ کا کام چھوڑ دیا جاتا تھا۔ ہر جگہ خوشی اور مسرت دیکھی جاتی تھی۔ اس عید کے لئے ماہ دسمبر کی ۱۶-۱۷- اور ۱۸ تاریخیں مُقرر تھیں۔ کچھ تعجب نہیں کہ کرسمس ڈے کے مقرر ہونے میں اس پُرعیش عید نے کسی قدر مدد کی ہو۔

بتحقیق معلوم نہیں کہ مسیح کی پیدائش کس روز ہوئی۔ اسکندریہ کا کلیمنٹ لکھتا ہے کہ بعض کے خیال میں خداوند کا تولد مئی کی ۲۰ تاریخ کو ہوا۔ بعض اوروں کا خیال ہے کہ اس کی پیدائش ستمبر یا اکتوبر کے مہینوں میں ہوئی ہوگی۔

مشرقی کلیسیائیں قدیم زمانہ میں اس عید کو جنوری کی ۶ تاریخ کے روز مانتی تھیں لیکن پانچویں صدی کے شروع میں جنوری کی ۶ تاریخ مسیح کے بپتسمہ کی عید کے لئے مُقرر ہوئی اور عید تولد موجودہ دستور کے مطابق دسمبر کی ۲۵ تاریخ پر آگئی۔ مشرقی کلیسیاؤں نے اس تبدیلی کو نہایت ہی دیر سے کے ساتھ اختیار کیا۔ چھٹی صدی میں کُل کلیسیا عید کی ایک تاریخ پر متفق ہوئی۔

عید ... انسان کے خیالات کو بڑی گہری اُمیدیں اور ... تھیں

آنا یاد دلاتی ہے۔ قدیم زمانہ میں خدا کی برگزیدہ قوم نے دُنیا کو دو حصوں میں تقسیم کر رکھا تھا۔ یہودی اور غیر قوم یہ گویا دو مختلف اقسام بنی آدم کی تھیں۔ لیکن فی الحقیقت یہ تقسیم عارضی اور چند روزہ تھی۔ دونوں نسلوں کا اخیر ایک ہی منجی میں جا کے ہوا جب باغ عدن کی خوشحالی نوع انسانی سے چھن گئی تو اُسی وقت مایوسی کے درمیان سے ایک چھوٹی سی ٹمٹماتی ہوئی اُمید پیدا ہوئی کہ عورت ہی کی نسل آزمائش کرنیوالے کا سر کچلیگی۔ بنی آدم کے کئی خاندان برپا ہوئے۔ لیکن ان میں سے زیادہ کو یہ اُمید نہ ملی یا وہ دنیا کے گڑبڑ میں اسکو بھول گئے فقط ابراہام کے خاندان نے اسکو فراموش نہ کیا۔ اور پیشگوئی ہوئی کہ نجات دہندہ عورت کی نسل سے پیدا ہو کر صلح کا شاہزادہ کہلائیگا۔ وہ نہ فقط داؤد کا بیٹا ہوگا بلکہ داؤد کا خداوند بھی ہوگا۔ وہ نہ فقط کاہن ہوگا بلکہ قربانی کا برّہ بھی ہوگا۔ سب کے بعد یسعیاہ نبی نے آکر اس کی تصویر پُوری پُوری طرح جس قدر کہ الفاظ میں ممکن تھا کھینچی ۔

مسیحی شاعروں نے کرسمس کے متعلق عجیب عجیب اور نہایت ہی خوبصورت مضامین بنا[illegible] گئے ہیں۔ خُدا کے ہر وعدے میں سے خوش الحان گیت نکالے ہیں۔ ان وعدوں کے ہر دقوع میں سے غزلیں پیدا کی ہیں ۔

کرسمس کے متعلق جو امر سب سے زیادہ قابلِ غور ہے۔ وہ یہ ہے کہ خدا نے ابرہام کی نسل میں دخل کیا اور انسانی صورت لیکر **عمانوایل** یعنے خدا ہمارے ساتھ ہُوا۔ وہ ابتری جو انسان نے اپنی بغاوت سے عالم میں داخل کی تھی۔ خدا کی حضوری سے دفع ہونی شروع ہوئی ۔

خدا کا انسانی کمزور حالت کو اختیار کرنا۔ کل کا جزو کی حالت میں آجانا۔ یہ عجیب و دلچسپ مضامین اور خیالات ہر زمانہ میں مسیحی شاعروں کو عزیز رہے ہیں۔ کیا دوپہر کا آفتاب [illegible]

[illegible] ہادھیہ ۔ ۱ ہگتی مدتیک کہ اپنے بارنیک ستلسے میری مدد کے لئے بھیج۔ کیا ہار شاہ گدلے کہتا ہے کہ اپنا جو نیچے لڑکے مجھے دے۔ ہمیشہ دیکھا جاتا ہے کہ چھوٹا بڑے کا محتاج ہوتا ہے۔ لیکن کس طرح ہوا کہ تجسم میں خدا جھکا۔ اور دُنیا کی کنگالی کو اپنی حضوری سے لبریز کرنے کے لئے آیا۔

:٥:

معلوم ہوتا ہے کہ مسیح کو صلیب پر تمین مرتبہ سرکا پینے کو دیا گیا:۔

(۱) متی ۲۷/۳۴ یہ بیہوش کرنیوالی ادویہ کا ایک مرکب تھا جو یروشلم کی رحم دل خاتوں کی ایک سوسائٹی تیار کیا کرتی تھی۔ انکی مہربانی کسا عتراف میں مسیح نے اسکو چکھا۔ لیکن [illegible] نہ چاہا کہ پیئے [illegible] [illegible] اپنے حواس کو زائل از معدوم کرنا نہ چاہتا تھا (۲) لوقا ۲۳/۳۶ غالباً یہ پیالہ سوئی سپاہیوں نے مسیح کو تکلیف دینے کی خاطر دیا ہوگا۔ شاید اُسکی پیاس کے وقت وہ پیالہ کو اُسکے لبوں [illegible] لیجاتے ہونگے اور جب وہ پینے کا ارادہ کرتا تو اُسکو فوراً اُٹھا لیتے ہونگے تاکہ اُسکو کھجائیں [illegible] یوحنا ۱۹/۲۸-۳۰ جب خداوند بالکل ضعیف اور ماندہ ہو گیا تو اُس نے اپنی تشنگی فرو [illegible] کے لئے کچھ مانگا۔ سپاہیوں نے اسفنج کو سرکے میں ترکرکے اور زوفا کی ڈانٹھی پر [illegible] کے اُس کے منہ میں دیا"۔ اس سے اُس کو کسی قدر طاقت حاصل ہوئی۔ اور وہ [illegible] آخری کلمات بول سکا۔ معلوم ہوتا ہے کہ اُن رومی سپاہیوں نے خداوند کے [illegible] اور عظمت سے مغلوب ہو کر آخری وقت میں یہ مہربانی اُسپر کی۔

:٥:

[illegible] ہے جسکا گناہ بخشا گیا اور جسکی خطا ڈھانپی گئی (زبور ۳۲: ۱)

ایک [illegible] خیال ہے کہ لفظ "ڈھانپی گئی" قدیم عبرانی طریق تحریر کیطرف اشارہ کرتا ہے۔ اُسکے قیاس میں یہودی [illegible] روما کے باشندوں کی طرح پنسل کے ساتھ تختیوں پر لکھا کرتے تھے جن پر ایک پتلی موم کی چڑھائی [illegible] ہوتی تھی ... [illegible] حرف یا لفظ کو مٹانا ضرور ہوتا تو موم کا ٹکڑہ لیکر اس حرف یا لفظ [illegible] [illegible] اور مٹاتا تھا۔

مجوسی سجدہ کرنے آئے ہیں

مسیحی کلیسیا ہر سال اپنے خداوند کی پیدائش کی یادگاری کیا کرتی ہے۔ ایسے موقعہ پر جائز خوشیاں منانا ضرور ہے۔ کیا حضور قیصر ہند کی سالگرہ پر جشن ہوں اور شہزادہ بن داؤد کا جنم دن خاموشی سے گذر جائے۔ لیکن حقیقی خوشی وہی منا سکتا ہے جس نے اس سلامتی کے شہزادہ کو اپنے دل میں تخت نشین کیا ہو۔ کیا حیرت کا مقام نہیں کہ جن یہودیوں کے درمیان خدائے مجسم ظاہر ہو۔ وہ تو ایسے غافل ہوں۔ اور دُور دُور سے غیر اقوام اُسے سجدہ کرنے کو آئیں۔ اس خوشی کا سلسلہ آسمانی فوج نے شروع کیا اور اُن کے گیت کی سُر ابتک دُنیا کو شیرینی اور لطافت سے معمور کر رہی ہے۔ لیکن غیر اقوام میں سے پورب کے مجوسیوں کو سب سے اول اُس بادشاہ کے آگے سجدہ کرنے کا اعزاز حاصل ہے۔ آؤ ہم بھی اُن اجنبی مسافروں کے ساتھ اس عجیب لڑکے کو سجدہ کرنے چلیں۔ اور اپنی جھولیاں کھولکر سونا مُر اور لوبان ہاں اپنا سب کچھ اُسکی نذر گذرانیں۔

ان مجوسیوں کی بابت ابتک قطعی طور پر فیصلہ نہیں ہوا کہ یہ کون لوگ اور کہاں کے باشندے تھے۔ اور ہم اُنکی تعداد سے بھی واقف نہیں۔ لیکن اسقدر یقینی امر ہے کہ وہ مالدار لوگ تھے۔ اُن کا رُتبہ ضرور اعلےٰ ہوگا۔ کیونکہ شاہ ہیرودیس نے اُنکو اپنے دربار میں حاضر ہونے کی اجازت دی۔ اور شوق سے اُنکے ساتھ گفتگو کی۔ انجیل نویسوں نے ان اجنبیوں کا نقشہ بڑے شوخ رنگوں سے نہیں رنگا۔ لیکن اُن کی سادگی میں ایک خوبصورتی ہے۔ جو سچے بیانات میں قدرتی طور پر ہوتی ہے۔

ان مجوسیوں [illegible] کے بعد مسیح کو پایا۔ یہ تو معلوم ہوتا ہے کہ [illegible] پر اکثر مسیحی [illegible] ہر کرتا ہے۔ لیکن عالموں او[illegible]ذوں کو تلاش کرنا پڑتا ہے

انہوں نے کس قدر مسافت طے کی ہوگی۔ اور کیا کیا تکلیفیں رستہ کی اُٹھائی ہونگی۔ آج کل سفر ریل یا گاڑیوں کے ذریعہ نہ ہوا ہوگا۔ امن اور حفاظت کا سامان باوجود اس ترقی کی شائستگی کے آج کے دن بھی اُن علاقوں میں موجود نہیں ہے۔ تو اُس زمانہ میں اُن آسا فروں کا کیا حال ہوا ہوگا۔ جو شخص باوجود اتنی مصیبتوں اور دشواریوں کے ایک ستارہ کی روشنی کے پیچھے اپنے معبود کی تلاش میں کوسوں چلا جائے وہ یکا دیندار شخص ضرور ہوگا۔ اس ستارہ کی بابت بھی عالموں میں بہت جھگڑا رہا ہے لیکن خواہ ہم اُسکی بابت کچھ ہی خیال کیوں نہ رکھیں۔ ہمکو اس امر کا یقین ہے کہ اگر خدا چاہے تو ایک ستارہ کی ہدایت سے ستارہ بینوں کو مسیح کے پاس لاسکتا ہے۔ کتاب مقدس نے ہمکو ان واقعات کی بابت مفصل طور پر اطلاع نہیں دی۔ اس لئے جو ہمکو بتایا گیا ہے۔ وہی بس ہے اور اب اُس پر غور کرینگے ؛

اولاً۔ قابل لحاظ ہے کہ یہ مجوسی ایک شخص کی تلاش میں گھر سے نکلے تھے۔ وہ کسی خاص طریق یا رائے یا مذہب کے پیچھے غریب الوطن نہ بنے تھے۔ ہاں کوئی طریق خواہ کیسا ہی راست کیوں نہ ہو۔ انسان کے دل کو آرام نہیں دیسکتا۔ کوئی رائے خواہ کتنی ہی درست کیوں نہ ہو اطمینان نہیں بخش سکتی۔ مذہب بھی اپنے آپ میں کوئی خاص کشش نہیں رکھتا۔ ہر انسان میں ایک خاص شخصیت ہے۔ جو کسی شخص کے بغیر سیر نہیں ہو سکتی ؛

ثانیاً:۔ یہ کس قسم کا شخص تھا جسکی تلاش میں مجوسی پُورب سے آئے تھے۔ وہ ایک بادشاہ کو ڈھونڈتے تھے۔ یہ بات انسان کے دل میں طبعی طور پر منقش ہے کہ ہم کسی حاکم کے تابع ہوں لاریب انسان اپنے آپ کو دُنیا کی مخلوقات کا سردار تو سمجھتا ہے۔ لیکن باوجود اسکے وہ اس خیال کو اپنے اندر سے خارج نہیں کرسکتا۔ کہ میرے سر پر بھی کوئی اعلےٰ شخص حاکم ہے۔ شروع سے ہی دُنیا ایسے بادشاہ کی تلاش میں ہے۔ اور اب مجوسی اُس بادشاہ کو جو پیدا ہوا سجدہ کرنے آئے ہیں ؛

ثالثاً:۔ یہ بھی بڑے بڑے خیالوں کے ساتھ گھر سے روانہ ہوئے ہونگے۔ اس بادشاہ کی بابت چرچا کرتے کرتے انہوں نے کالے کوس کاٹے ہونگے۔ جب وہ ستا[illegible] بادشاہ کا [illegible] ہوگا۔

تو اُس شاہ کی عظمت پر غور کرنے میں کم منٹوں گذار دیتے ہونگے - لیکن اُنکی [illegible] ریاضت کا ثمر اُنکو کیا ملا؟ ایک لڑکا - یہ نہایت عجیب بات معلوم ہوتی ہے کہ وہ بادشاہ کو سجدہ کرنے آئے اور بجائے بادشاہ کے اُن کو ایک بچہ نظر آیا - کیا اس بچہ کی خاطر اُنہوں نے گھر بار چھوڑا تھا؟ ہاں اگر اُنہوں نے بہت سی تکلیفیں اُٹھا کر یہ سبق سیکھا کہ حقیقی بڑائی لڑکا ہونے میں ہے - تو اُنکی محنت رائیگاں نہ ہوئی - دُنیا نے بڑائی کے خیال کو بالکل اُلٹا دیا تھا لیکن یہ مسیح نے دُنیا کو سکھایا کہ " اگر تم چھوٹے بچے کی مانند نہ ہو تو تم خدا کی بادشاہت میں داخل نہیں ہو سکتے " ۔

رابعاً:- جب اُن مجوسیوں کو مسیح ملا - تو وہ اپنی منزلِ مقصود تک پہنچ گئے - اُنہوں نے اپنا دلی مدعا حاصل کیا - اور اُن کے سفر کا خاتمہ ہوا - یہاں آکر وہ ستارہ ٹھیر گیا - گویا اس مقام پر آسمان اور زمین نے مصافحہ کیا - اب اس گھر سے آگے تلاش کی کوئی جگہ ہی نہیں - آسمانی راہنما یہاں سے ایک قدم بھر آگے نہ بڑھیگا ۔

خامساً:- مجوسیوں نے "گر کر اُسے سجدہ کیا" - کیسا عجیب نظارہ ہے - بڑے بڑے متشخص ایک غیر مُلک کے بچے کے سامنے سرنگون ہیں - اُن کے سر کے سفید بالوں اور روپہلی درازریش سے کیسی بزرگی ٹپکتی ہے - مُدتوں تک ستاروں کے مطالعہ اور آسمانوں کی ہیئت کی شناخت کرتے کرتے ایک قسم کی متانت اور سنجیدگی اُن کے بُشرہ سے عیاں ہو رہی ہے - اُس " یہودیوں کے بادشاہ " کے سامنے جو " پیدا ہوا " - خم ہو رہے ہیں اور آخر اپنی جھولیاں کھولکر " سونا اور مُر اور لوبان " اس کے سامنے نذر گذرانتے ہیں ۔

اے پردیسی مجوسیو - آج ہم بھی تمہارے ساتھ ہو کر اُس بادشاہ کی پرستش کرتے ہیں - ہم تمہاری ثابت قدمی سے شرمندہ ہوتے ہیں - باوجود اتنی کم روشنی کے تم نے اپنے بادشاہ کو پہچان لیا - جس قدر روشنی تم کو ملی - تم اُس کو سچائی کی تلاش کے لئے کام میں [illegible] تم کو مل گیا - اب ہم بھی اُسی کے [illegible]

کہتے ہیں۔ اور اپنے بادشاہ کے جنم دن پر خوشیاں مناتے ہیں۔ آؤ جس روز جب آسمانی جشن میں شریک ہونگے تو اپنے اپنے تجربات اُن کو سنائینگے ؞

خدا کے گھر کا شوق

اے خداوند تیری سکونت کا گھر بلکہ وہ مکان جہاں تیرا جلال رہتا ہے مجھکو خوش آیا (زبور ۲۶: ۸)

۱ خدایا تیرا گھر ‖ ہے کیا ہی دلپسند
ہے تیرے مسکن کا ‖ دل کیسا آرزومند

۲ عبادت خانہ ہے ‖ یہ تیرے بندوں کا
تیری حضوری ہے ‖ اُس میں خداوندا

۳ مقدس مصطبغ ‖ ہے برکت کا مقام
اُس جا پر رُوح القدس ‖ کا ملتا ہے انعام

۴ رفاقتِ اقدس کا ‖ مرغوب ہے دسترخوان
خدا واں آتا ہے ‖ ہمارے درمیان

۵ کلام اللہ شیریں ‖ ہے کیسا بے بیان
تھکے کو رحمت بخش ‖ دلگیر کو اطمینان

۶ ہم تیری حمد کے گیت ‖ زمین پر گاتے ہیں
آسمان کا شیریں راگ ‖ ہم سننا چاہتے ہیں

۷ خدایا فضل کر ‖ کہ کریں تجھے پیار
آسمان میں ہو نصیب ‖ ہم کو تیرا دیدار

ت العمر کا ستارہ روحانی نظام شمسی

کرسمس ڈے

ہمیشہ خوش رہو۔ یہ ایک عجیب تعلیم ہے۔ کس طرح ممکن ہے کہ بنی آدم ہمیشہ خوش ہیں۔ ہمیشہ چھوڑ چند روز یا چند ساعتوں کے لئے خوش رہنا مشکل ہے۔ کیا جبکہ ہر شخص کے لئے موت کا تاریک سایہ منتظر بیٹھا ہے دنیا میں کسی حقیقی خوشی کا ہونا ممکن ہے۔ کیا جبکہ ہمارے ہر قول و فعل میں گناہ کی سیاہی اپنی آمیزش نمایاں کرتی ہے۔ ہم کبھی خوشی و تسلی سے رہ سکتے ہیں کیا جب ہم کو معلوم ہے کہ ہر گھڑی کے ساتھ جو گذرتی ہے ہمارا جسم زیادہ بوسیدہ ہوتا جاتا ہے اور تباہی کی طرف ترقی بلکہ تنزل کرتا ہے۔ ہم خوشی کو اپنے دل میں جگہ دے سکتے ہیں لیکن باوجود تمام امور کے پولس کہتا ہے۔ خوش رہو۔ ہمیشہ خوش رہو۔ تکلیفوں کمزوریوں اور گناہوں کے تجربہ کو وہ بخوبی حاصل کر چکا تھا۔ وہ اپنے جسم کو باندھ کر گھسیٹے پھرتا تھا۔ یہودی ہر وقت اسکی جان کی گھات میں لگے رہتے تھے۔ وہ مسیح کے ساتھ ہر وقت مرتا تھا۔ لیکن وہ خوش تھا اور اپنے شاگردوں کو حکم کرتا ہے کہ ہر وقت خوش رہو۔

بنی آدم کی ہر پشت اپنا خاص جسمانی اور روحانی تجربہ اپنے ساتھ رکھتی ہے لیکن بعض امور میں گذشتہ زمانوں میں یہ تجربے اپنی نہائت اخیر بلندی کو پہنچ چکے ہیں مسیح سے تین یا چار سو برس پیشتر شاہزادہ ساکھی منی اپنے خاندانی تخت و شان کو چھوڑ کر دکھ و مصیبت کے مشکل مسئلہ کے حل کرنے میں مصروف ہوا اس سے پیشتر اور اس کے بعد ہر پشت انسانی نے اپنے حصہ کا مقرری دکھ سہا ہے۔ لیکن دکھ او مصیبت کی گہرائی اور جڑ کو پانے اور اس پر روشنی ڈالکر اس کی ماہیت کو کل بنی آدم پر ظاہر کر دینے کی اصلی کوشش فقط دنیا کی دو جگہوں اور دو وقتوں میں کی گئی ہے۔ بودھ نے ہند میں اس مشکل پر روشنی ڈالی اور مسیح نے کلوری کے پہاڑ پر اپنے مصلوب ہونے سے اس پر نور ڈالا۔ جو فیصلہ کہ بودھ نے کیا وہ مسیحی فیصلہ کے مقابل میں نہائت ہی قابل غور ہے اس نے یہ فیصلہ کیا کہ زندگی ایک لعنت ہے ہستی سے نیستی بہتر ہے۔ دکھ سے چھوٹنے کی کوشش نہ کرو۔ یہ لا حاصل ہے۔ بلکہ دکھ کو زیادہ کر کے [illegible] ہو جاؤ یہ بودھ کا فیصلہ ہے [illegible] آدم اکثر اسکو منظور کئے بیٹھے ہیں [illegible] بڑی [illegible] تاثیر کیا [illegible] اسکے [illegible] علوم [illegible] ہیں اور لاکھوں [illegible]

بڑی شان و شوکت سے ساتھ اپنے سر بودھ کے نام کی طاقت و تاثیر سے آسمان کی طرف بلند کر رہے ہیں ؞

لیکن یروشلم کے شہر کے نزدیک کلوری کے پہاڑ پر ایک دوسرا فیصلہ نمایاں ہوا اور اُس کی منادی کی گئی۔ وہ فیصلہ انجیل یعنے خوشخبری کہلاتا ہے۔ بودھ کا فیصلہ ایک بُری اور غمناک خبر ہے عقل اس کی تائید کرتی ہے اور انسانی تجربہ اسکی طرف دوڑتا ہے لیکن بنی آدم اپنی طبع کی کسی چھپی خواہش اور کشش کی وجہ سے اسکو نامنظور کرتے ہیں اور انجیل کی خوشخبری کو زیادہ پسند کرتے معلوم ہوتے ہیں انجیل کہتی ہے کہ خوش رہو ہمیشہ خوش رہو۔ مسیح نے بودھ کی نسبت کم تکلیف نہ سہی تھی۔ اسکا روحانی اور جسمانی تجربہ بودھ کی نسبت گہرائی یا بلندی میں چنداں کم نہ تھا۔ بودھ مصلوب نہوا تھا مسیح نے صلیبی دُکھ سہا تھا۔ لیکن باوجود ان تمام حوادث کے اُس نے ثابت کیا کہ مرنے کے بعد قیامت ہے دُکھ کے بعد آرام ہے۔ تکلیف کے بعد خوشی ہے دُنیاوی جسمانی ظاہری شکست کے بعد عظیم الشان فتح ہے۔ بودھ دُکھ مصیبت کے مقصد و انجام و غرض کو نہ جانتا تھا۔ دُکھ اُس کے نزدیک ایک بُری شئے یا حالت تھی اور اس سے اس کو بغیر موت اور نیستی کے چھٹکارا دکھائی نہ دیتا تھا پس اس نے کہا مر جاؤ نیست ہو جاؤ۔ خوشی ایک وہم اور دھوکا ہے اس کو نہ ڈھونڈو۔ وہ دلیگی زندگی بنتی ہے۔ اس سے چھوٹو۔ لیکن مسیح نے ثابت کیا کہ دُکھ ایک مدرسہ اور درس ہے۔ دُکھ بُری شئے نہیں بلکہ بڑی مفید تعلیم ہے۔ بشرطیکہ آدمی کہہ سکے کہ میری مرضی نہیں بلکہ تیری مرضی ہو اے باپ! مسیح نے ثابت کیا کہ باوجود دُکھ اور مصیبت اور موت کے ہر دم کے خطرے کے بنی آدم کو ضرور نہیں کہ بودھ کی طرح نا اُمید ہو جائیں بلکہ اس تمام کشمکش کے اندر سے ایک خوشی بلکہ ہمیشہ کی خوشی ممکن ہے مسیح اور پولوس نے بڑے دُکھ سہے تھے۔ اُنہوں نے بڑی ناکامیابیاں دیکھی تھیں۔ لیکن وہ کبھی ہمت نہ ہارے۔ مسیح پر دُکھ اور انسان کی بدذاتی کے بوجھ نے اس قدر غلبہ کیا کہ اُس نے صلیب پر سے پکارا کہ اے میرے خدا اے میرے خدا تونے مجھے کیوں چھوڑ دیا۔ لیکن اس تمام دُکھ کا نتیجہ فتح ہوئی ؞

پس خلاف بودھ کے فیصلہ کے ثابت ہوا کہ خوشی ممکن ہے۔ ہمیشہ کی خوشی ممکن بلکہ

آسان ہے۔ کرسمس ڈے کی خوشی کی یہی بنیاد ہے۔ اس روز نوع انسانی کا سب سے
زیادہ آبرو اور اولوالعزم عقیل اور تندرست حصہ (یعنے اہل یورپ و امریکہ و اسٹریلیا) خوشی کرتا
ہے اور اس خوشی کی وجہ فرضی یا خیالی نہیں ہے۔ بلکہ کل دُنیا کے سامنے وقوع میں آئی
اور اسکی منادی علانیہ کیگئی ۔

خدا نے بنی آدم کو خوش رہنے کے لئے پیدا کیا۔ اور اُنکی خوشی ترقی پر تھی۔ لیکن بجائے
ترقی کے بنی آدم نے تنزل اختیار کیا اور اپنے آپ کو رنج و غم کے گڑھے میں پھینکا۔ نوع
انسانی کا بڑا حصہ اپنی شقاوت سے خدا اور خوشی کے قوانین کو بھول گیا۔ لیکن خدا کا ارادہ
اور مقصد فوت نہیں ہوا۔ اس نے ایک خاندان یعنے بنی ابراہیم کو چُنا اور اس خاندان کی
ایک شاخ میں جو تابعدار رہی ایک کامل آدمی کو پیدا کیا۔ جس کی انسانیت نہ فقط انسانیت
کے کمال کا نمونہ تھی بلکہ اس میں الوہیت بھی اپنا جلوہ صاف صاف دکھاتی تھی۔ کرسمس ڈے
اسی عجیب انسان کا مانا ہوا روز تولد ہے اور مسیحی اقوام اس روز خوشی کرتی ہیں ۔

اور ان کی خوشی بجا ہے۔ اس روز ایک نیا آدم پیدا ہوا۔ اس روز خدا نے انسانی
فطرت کو محض اپنے کرم و محبت کے باعث الوہیت کے ساتھ منسلک کیا۔ اس روز دُنیا کی
تاریکی میں آفتاب صداقت نے طلوع شروع کیا۔ اس روز ظاہر ہونا شروع ہوا کہ گری ہوئی
انسانیت کن کن بزرگیوں اور اعلےٰ درجوں کے لائق اور قابل ہے۔ بیشک مسیح کا روزِ تولد
ایک بڑی خوشی کا دن ہے ۔

خداوند کے لوگوں کو ہر وقت خوش رہنے کا حکم ہے۔ خوشی کسی خاص دن سے تعلق نہیں رکھتی
مسیح نے ہر روز اور ہر زمانہ کو مقدس کیا ہے اور اپنی پاک ذات کا نورانی سایہ اُسپر ڈالا ہے۔
لیکن انسانی فطرت محدود ہے اور غیر محدود امور کو اپنے لئے محدود کر لیتی ہے۔ یہی وجہ ہے
کہ خاص خاص [illegible] خاص خاص [illegible]
[illegible]

عین مناسب ... مندرجہ ہے۔

جن لوگوں نے مسیحی ممالک کی سیر کی ہے اور جنہوں نے ان کے بیانات کو پڑھا ہے وہ جانتے ہیں کہ کرسمس ڈے یعنے عید تولد اُن ممالک میں کیسا مُبارک دن ہوتا ہے۔ غمگین اور غم خوردہ اشخاص افردوں کی خوشی و بشاشت کو دیکھکر گرم و زندہ ہوجاتے ہیں۔ دُور دُور سے رشتہ دار اور خاندانوں کے مختلف شدہ اجزا یکجا جمع ہوتے ہیں۔ مکانات اور گرجا عجیب خوبصورتی کے ساتھ سجائے جاتے ہیں گھنٹوں کی شیریں آواز ہر شخص کے دل کو ایک حالت تموّج میں ڈالتی ہے۔ انعام اکرام اور تحفہ تحائف کا دریا بہنے لگتا ہے غریبوں کے لئے بھی خوشی کے سامان مہیا کئے جاتے ہیں۔ ایک عجیب آزادی اور مسرت دیکھنے میں آتی ہے جسمانی حُسن جو خدا نے مسیحی اقوام کو بڑی فیاضی کے ساتھ دیا ہے اور جس پر اُس نے یہ بڑی برکت زیادہ کی ہے کہ اُس نے مسیحی مرد عورتوں کو باہم میل ملاقات کی کامل آزادگی بخشی ہے اور ان کو پردہ کی قید اور لعنت سے رہا کیا ہے۔ اپنا نورانی جلوہ ہر جگہ دکھاتا ہے۔

ہم خیال کرسکتے ہیں کہ جب مسیحی کلیسیا اس مُلک میں ترقّی کریگی تو سوسائٹی کا حال کیسا تبدیل ہوگا۔ عیدیں تہوار اور دیگر اقسام کی خوشیاں تو اب بھی مُلک میں ضرورت سے کہیں زیادہ ہیں لیکن مسیحی خوشیوں اور عیدوں کی اور ہی کیفیت اور رونق ہے۔ مسیحی خوشی اور غیر مسیحی اقوام کی خوشی میں وہی فرق ہے جو فرزندوں اور غلاموں کی خوشی میں ہوتا ہے۔ کرسمس ڈے کے روز خدا نے بنی آدم پر اپنی حقیقی ابوّیت ثابت کی۔ اس نے اس روز اپنے بیٹے کو دُنیا میں بھیجا تاکہ نافرمانبردار نوع انسانی کو اپنی اصلی آسمانی باپ کی چھت تلے فراہم کرے۔ اس لئے مسیحی مرد اور عورتیں لڑکے اور لڑکیاں نئے روک ٹوک بغیر بیہودہ شرم و قید کے کمال آزادی کے ساتھ اپنے آسمانی باپ کو کرسمس ڈے کے روز یاد کرکے اسکا شکر ادا کرتے اور جوش الحان گیتوں میں اُس کی حمد ... گاتے ہیں ...

عورت کا اثر

مرقومہ "ایک دیسی مسیحی لیڈی"

اُس کے بیٹے اُٹھتے ہیں اور اُسے مبارک کہتے ہیں اور اُس کا شوہر بھی اُس کی تعریف کرتا ہے
کہتے ہیں کہ ملکِ تاتیریا کے بڑے اور وسیع ریگستانی میدانوں میں جہاں مسافر بآسانی
رستہ بھٹک جاتے ہیں خدا نے اپنی پروردگاری دوراندیشی اور پیش بینی سے ایک بوٹا تیار کیا
ہے جو فی الحقیقت ویسا ہی کام دیتا ہے۔ جیسا قطب نما جہازرانی میں۔ یہ ایک چھوٹا
سا پودہ ہے جو درخت کی شاخوں پر اُگتا ہے اور چونکہ یہ درخت کے اس حصہ پر اُگتا ہے
جو شمال کی طرف ہوتا ہے۔ جہاں اسے زیادہ تری ملتی ہے۔ اُس سے مسافر پہچان سکتے
ہیں کہ ہم شمالی یا جنوبی۔ مشرقی یا مغربی سمت پر ہیں ✤ عورت بھی سوسائٹی
میں ایک طرح سے یہی کام دیتی ہے۔ اُن ملکوں کی حالتوں پر لحاظ کرو کہ جہاں عورت
کو حقیر جاہل اور ذلیل سمجھتے ہیں۔ وہاں سوسائٹی کا بُرا حال ہے۔ پر جس مُلک میں اسکو
وہی رتبہ حاصل ہے جس کے لئے خدا نے اسکو پیدا کیا تھا یعنے مرد کی مددگار اور رفیق۔ وہاں
کچھ اور ہی حال نظر آتا ہے اور اس کا سبب آسانی سے دریافت کر سکتے ہیں ✤ عورت کو
مرد پر ایک خاص ذاتی تاثیر حاصل ہے جس سے وہ اپنے شوہر یا بیٹے کو اپنے قبضہ میں رکھتی
ہے جیسی تعلیم وہ دیگی ویسی ہی اُسکے لڑکے لڑکیاں قبول کرینگے اور جیسا نمونہ وہ دکھائیگی
ویسا ہی اُن کا چال چلن ہوگا +

کلامِ مُقدس پر غور کرنے سے یہی بات ثابت ہوتی ہے ✤ حوا کے اثر سے آدم نے
پھل کھایا اور خدا کا حکم توڑا اور ساری دُنیا میں گناہ پھیل گیا + ایزبل کے اثر سے اخی اب
بُرے کاموں [illegible]
[illegible] پائی [illegible]

سا [illegible] نے کسی نے عورت کے حق میں کہا ہے۔ کہ قدرتی طور پر وہ حوا کی طرح ہے جسکے وسیلے سے گناہ اور موت دُنیا میں آئی۔ پر فضل سے وہ مریم کی طرح ہو سکتی ہے جسکے وسیلے دُنیا کو نجات اور زندگی ملی ؛

ہم نے کہیں پڑھا ہے کہ ایکدفعہ امریکہ کے کسی شہر میں پادری صاحبان کی ایک مجلس ہوئی وہاں قریب ایکسو بیس اشخاص کے جمع تھے۔ اُن میں سے ہر ایک نے باری باری کھڑے ہوکر بیان کیا کہ کس کے وسیلے میں سچا مسیحی ہو گیا۔ ایک سَو سے زیادہ نے گواہی دی کہ ان کی زندگی ان کی ماؤں کی تعلیم۔ نمونہ اور دعاؤں کے وسیلے بدل گئی ؛

دُنیا کی تاریخوں کے پڑھنے سے کیا دیکھتے ہیں کہ جو مشہور و معروف آدمی گذرے ہیں جن کو دُنیا اُنکی نیکی و خدا پرستی یا علم و عقل یا دلیری و جوانمردی کے لئے یاد کرتی ہے۔ اُن میں سے بہت ہیں جنکی زندگی کے حال پڑھنے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ اپنی ماؤں کے اثر سے ایسے درجے پر پہنچے ۔ اور ایسے کامیاب ہوئے ؛

اگر ہم اپنے ملکِ ہندوستان کی طرف غور کریں تو وہاں بھی عورت کی اِس ذاتی تاثیر کو دیکھتے ہیں۔ کتنے ہندو و محمدی تعلیم یافتہ نوجوان اس بات کے قائل ہوگئے ہیں کہ اُن کی رسمیں خراب اور اُن کا مذہب جھوٹا اور باطل ہے پر اپنی ماؤں اور بیویوں کے ڈر سے وہ ظاہر طور سے اقرار نہیں کرتے اور اپنے بُرے رستوں پر پہلے کے موافق قدم مارتے چلے جارہے ہیں ؛

سند کی آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ عورت کا خاص تعلق خاندان سے ہے اور شروع ہی سے خدا کی یہی غرض تھی۔ اس لئے اب ہم تھوڑی دیر کے لئے اس امر پر غور کریں کہ عورت اس ذاتی تاثیر سے [illegible] اپنے گھر کے لوگوں کو اخلاقی اور روحانی فائدے پہنچا سکتی ہے۔ اور شائد یہ مثال [illegible] کے ذریعہ زیادہ صاف طور پر روشن ہو گی اسلئے ایک مثـ [illegible] دیندار عورت کا حال ہم بیان کرتے ہیں ؛

مسیحی سمت سے پیشتر رومیوں نے افریقہ کے مغربی شمالی حصہ کو فتح کر لیا تھا
اور کئی صدیوں تک اسپر قابض رہے۔ جب مسیحی دین مُلک بملک پھیلنے لگا تو مسیحی
کلیسیا اس رومی صوبہ میں بھی قائم ہو گئی۔ ۳۳۲ء میں تجلت شہر میں ایک لڑکی
پیدا ہوئی جس کا نام مونیکا رکھا گیا۔ اس کے والدین مسیحی تھے اور چھٹپن سے اُس نے
مسیحی دین میں تعلیم اور عیسائی گھر میں تربیت پائی۔ لیکن افسوس کہ جب وہ
جوان ہوئی اُس نے ایک بھاری غلطی کی۔ قرنتیوں کے خط میں یہ حکم صاف لکھا ہے
کہ تم بے ایمانوں کے ساتھ ناموافق جوئے میں نہ جتے جاؤ۔ مگر اُس نے اس حکم کے خلاف
ایک غیر مسیحی شخص پیٹرایش نامی سے شادی کر لی۔ اور اُسکی زندگی کا حال پڑھنے
سے ہم دیکھتے ہیں کہ اِس غلطی کے لئے اُسکو کیسی سخت سزا ملی۔ مگر تو بھی چونکہ وہ حقیقی
مسیحی تھی اس نے باوجود اتنی مشکلات کے اپنی زندگی کے تعلقات کو نہائیت عمدہ طور پر
سرانجام دیا۔ جس پر غور کر کے ہم بہت سے سبق سیکھ سکتے ہیں :

(الف) سب سے پہلے ہم دیکھتے ہیں کہ اس نے اپنے شوہر کے ساتھ کیا برتاؤ کیا۔
پیٹرایش عیسائی نہیں تھا۔ اور سوائے اس کے اسکا چال چلن بھی بہت خراب تھا۔ اپنی بیوی کے
ساتھ بڑی سختی اور بیرحمی سے پیش آتا تھا۔ پر جتنی زیادہ وہ اُسے تکلیف دیتا۔ اُتنی ہی زیادہ
وہ اپنے کو حلیم اور فروتن بناتی اور دُعا میں مشغول رہتی۔ یہاں تک کہ آخر کار سولہ برس کے
بعد اُسکا دل بدل گیا اور پیٹرایش بپتسمہ پاکر مسیحی کلیسیا میں شامل ہو گیا۔ اس کے کچھ عرصہ بعد
وہ مر گیا۔

(ب) ساس کے ساتھ بھی اسکا برتاؤ کچھ کم قابلِ تقلید نہ تھا۔ مونیکا کے سسرال کے لوگ
سب بُت پرست تھے اور جب وہ شوہر کے گھر آئی شروع ہی سے ساس اسکے ساتھ دشمنی
کرنے لگی اور ہر طرح سے اسکو تنگ کرتی تھی [illegible] سمجھتی تھی۔ لیکن آخر کار [illegible] بھی
[illegible] غصہ کو

کھو دیتا ہے ۔ سب کچھ وہ بھی سچے دل سے خداوند مسیح پر ایمان لائی ۔

(ج) اب دیکھئے کہ اس نے اپنے بیٹے کے ساتھ کیا برتاؤ کیا ۔ یہ اسکا بیٹا کون تھا؟ یہی اگستین جو بڑا مشہور عالم اور کلیسیا کا بڑا رکن سمجھا جاتا ہے ۔ اسکا بیان تو ایسا طول طویل ہے کہ یہاں مفصل طور پر نہیں لکھا جا سکتا ۔ پر اُسکے اقرارات کے پڑھنے سے ہم دریافت کر سکتے ہیں کہ کس طرح وہ ہر قسم کے گناہ اور شہوت میں بڑھتا گیا ۔ یہانتک کہ وہ کسی طرح کے بُرے کام کرنے سے نہیں شرماتا تھا بلکہ جتنی زیادہ خرابیاں اُس سے سرزد ہوتی تھیں اُتنی ہی زیادہ اُنہیں اپنا فخر سمجھتا تھا ۔

باپ کو تو اسکے روحانی حال کی کچھ پرواہ نہ تھی ۔ اسکی خواہش صرف یہی تھی کہ اگستین بڑا عالم اور مشہور آدمی ہو اور اس غرض کے پورا کرنے کے لئے پترتیش نے بیٹے کو تجلت اور تھوا کے مدرسوں میں تعلیم دلوائی اور پھر کارتھیج کی نامور یونیورسٹی میں بھیجنے کا بندوبست کیا ۔ پر اس سے پیشتر وہ مر گیا ۔ مونیکا نے اس ارادے کو پورا کیا اور بہت صلاح اور نصیحت دیکر اگستین کو کارتھیج میں بھیجا ۔ پر جیسا ہم اوپر لکھ چکے ہیں وہ بُری صحبت میں پڑ کر ہر قسم کی خرابی میں مبتلا ہو گیا ۔

سوائے اسکے مونیکا کا دل ایک اور بات سے رنجیدہ ہوا ۔ اگستین عام طور پر مسیحی دین کے اصولوں اور تعلیموں سے انکار کر کے منیکی لوگوں کے فرقہ میں شامل ہو گیا ۔ ان لوگوں کے خیالات بہت ہی غلط تھے ایسا کہ اس تعلیم کا بانی منینز اپنے آپ کو روح القدس ظاہر کرتا تھا ۔ بیچاری ماں ایسے بیٹے کے لئے کیا کر سکتی تھی ۔ اسکی نصیحتوں اور آنسوؤں نے اسکے دل پر کچھ بھی تاثیر نہ کی ۔ پر مونیکا کے ہاتھ میں ایسا ایک ہتھیار تھا جس کے سامنے شیطان کی سب حرکتیں اور کوششیں بے فائدہ اور ناکام تھیں ۔ وہ ہمیشہ بیٹے کے لئے دعا میں مشغول رہتی تھی ۔ اور اگرچہ اکثر نا امید بھی ہو جاتی ۔ پر پھر خدا کسی نہ کسی ... اسکے دل کو مضبوط کر دیتا تھا ۔ ایک مرتبہ اس نے ... دیکھا کہ وہ ایک

لکڑی کے تختہ پر لڑکی بہت رو رہی ہے۔ تب ایک خوش شکل نوجوان اس کے پاس آیا اور اسکے رونے کا سبب پوچھا اور کہا کہ دیکھ جہاں تو ہے تیرا بیٹا بھی وہیں ہے۔ اس سے اس کو بہت تسلی ہوئی لیکن جب اس نے اگستین سے ذکر کیا۔ اس نے کہا کہ اس خواب کا یہ مطلب ہے کہ آپ کے خیال بھی میرے خیالوں سے متفق ہو جائینگے۔ پر اس کی ماں نے فوراً جواب دیا۔ نہیں یہ نہیں کہا گیا کہ جہاں تیرا بیٹا ہے تو وہاں ہے۔ مگر اس کے برعکس کہ جہاں تو ہے تیرا بیٹا بھی وہیں ہے۔ اگستین کے دل پر اس جواب سے کچھ اثر ہوا۔ پھر ایسا اتفاق ہوا کہ مونیکا نے ایک بیدار اسقف سے عرض کی کہ آپ اگستین کے شک اور شبہوں کو دلیلوں سے رفع کریں۔ اور اسکو نصیحت دیں۔ پر اس نے انکار کیا اور کہا کہ بہتر ہے کہ اسکو کوئی نہ سمجھائے۔ لیکن صرف اسکے لئے دعا کرتے جائیں۔ مونیکا کے دل نے یہ صلاح قبول نہ کی اور بار بار اسقف سے یہی عرض کرتی رہی۔ آخر اس نے کچھ ناراض ہو کر جواب دیا جا خدا تیری مدد کرے۔ ممکن نہیں کہ جس بیٹے کے لئے اتنے آنسو بہائے جائیں ہلاک ہو۔

بعد اس کے اگستین زیادہ نام حاصل کرنے کے لئے روما کو گیا۔ اس خیال سے کہ اس شہر میں بہت شاگرد ملینگے کیونکہ اب وہ علمِ بیان کا بڑا اُستاد ہو گیا تھا۔ وہاں چھ مہینے کے بعد میلان کی یونیورسٹی میں علمِ بیان کا معلم مقرر ہو گیا اور اس شہر میں بشپ امبروز کی وعظ و نصیحت سے اسکو بہت روحانی فائدہ پہنچا۔ یہ اسقف علم فصاحت و بلاغت میں بڑا ہی بہت مشہور و معروف تھا اور تھوڑے عرصہ میں اگستین اس بات کا قائل ہو گیا کہ مینکی لوگوں کی تعلیم غلط اور بیہودہ ہے اور اب اسکے دل میں یہ آرزو پیدا ہوئی کہ کاتھولک کلیسیا میں شامل ہو جائے مگر اب تک وہ صرف عقلی طور سے قائل ہوا تھا۔ روحانی طور سے اسکو یہ اطمینان حاصل نہیں ہوئی تھی کہ مسیح اسکا ذاتی نجات دہندہ ہے۔ اتنے

[illegible]

شکستہ ہی رہا۔ پر آخرکار جب اسکی عمر بتیس برس کی تھی یہ شک شبہے اُسکی روحانی آنکھوں سے چھلکوں کی طرح گر پڑے اور وہ بیٹا ہوا بپتسمہ پاکر مسیح کا سچا شاگرد اور سپاہی ہوگیا اب مونیکا شمعون کی ہمزبان کہہ سکتی تھی "اے خداوند اب تو اپنی بندی کو سلامتی سے رخصت کر" اور تھوڑے ہی عرصہ کے بعد جب ماں بیٹا اپنے مُلک کو لوٹتے ہوئے آشیا کے بندر میں پہنچے مونیکا بیمار پڑگئی اور نو دن کے بعد چھپن برس کی عمر میں اس جہان فانی سے کوچ کرگئی ۔

اس سے کچھ دن پیشتر جب آشیا میں جہاز کے لئے ٹھیرے ہوئے تھے ۔ ایک دن ماں بیٹا آپس میں گفتگو کر رہے تھے ۔ اُسوقت مونیکا نے یوں کہا۔ "اے بیٹا اب تو مجھکو اس دُنیا میں کچھ اور خوشی نہیں۔ میری سب آرزوئیں اور امیدیں پوری ہوگئیں میری دلی آرزو تھی کہ مرنے سے پیشتر تم کو سچا مسیحی دیکھوں ۔ خدا نے میرے لئے اس سے بھی زیادہ کیا کہ تم سب دُنیوی فائدے اور خوشیاں ترک کرکے اُس کے بندے اور خدمتگزار بن گئے ۔ اب میرا یہاں کیا کام؟" حقیقت میں مونیکا کا کام پورا ہو گیا تھا ۔ اور عین وقت پر آسمانی باپ نے اسکو گھر بلالیا ۔

مونیکا کے اس مختصر بیان سے ہم دو خاص باتیں سیکھ سکتے ہیں ۔ (اول) عورت اپنے اثر سے کیا کچھ کرسکتی ہے اور اسلئے ہر ایک کو یہ بات یاد رکھنی چاہئے کہ جن لوگوں کے ساتھ اسکا تعلق ہے اُن پر اسکا اثر ہوتا ہے ۔ کاش کہ یہ اثر اُن کے فائدے اور بھلائی کے لئے ہو نہ نقصان کے لئے ۔ (دوم) یہ اثر کس طرح فائدہ مند ہوتا ہے؟ ہم مونیکا کی زندگی سے یہ بات بخوبی معلوم کرسکتے ہیں کہ اگر وہ سچی مسیحیہ نہ ہوتی اور خدا پر بھروسہ نہ کرتی تو جو اُس نے کیا ہرگز نہ کرسکتی ۔ غرضکہ ہم بھلائی اُسیوقت کرسکتے ہیں ۔ جب ہم خدا میں قائم ہوں اور ہر ایک بات میں اُسی سے مدد اور توفیق مانگتے رہیں ۔

مسیح کا روزِ تولّد

اور فرشتے نے اُن سے کہا مت ڈرو۔ کیونکہ دیکھو میں تمہارے لئے بڑی خوشی کی خبر لاتا ہوں جو
تمام لوگوں کے لئے ہے۔ تمہارے لئے داؤد کے شہر میں ایک مُنجی پیدا ہوا ہے۔ جو مسیح خداوند ہے۔

لوقا ۲- آیات ۱۰ و ۱۲

مسیح کا روزِ تولّد۔ یہ وہ دن ہے جس میں نوعِ انسانی کی اُمیدوں کے لئے آسمان کھل گئے
اس روز زمین پر ایک نئی حالت قائم ہوئی۔ ہمارے خالق خدا نے ہمیشہ کے لئے بنی آدم کو
اپنے ساتھ ایک کر لیا۔ ہم یہاں کوشش کرینگے کہ مسیح کے روزِ تولّد کی ظاہری نصائح پر غور کریں

مسیح کا روزِ تولّد ہمیں کیا سکھاتا ہے؟

(۱) ہم اس سے سنجیدگی سیکھتے ہیں۔ جب ہم اس روز کے وقوعہ پر غور کرتے ہیں تو معلوم ہوتا
ہے کہ ہم دو خطروں کے درمیان ہیں۔ شائد یہ وقوعہ ہمارے لئے فقط ایک نام ہے۔ شائد پُرانی
عادت کے طور پر ہم اسکا ذکر کرتے ہیں۔ شائد وہ ہمارے لئے محض ایسا ایک وقوعہ جیسے کہ دُنیا
میں اکثر ہوا کرتے ہیں یا اسکی عظمت نے ہمیں اسقدر حیرت میں غرق کیا ہے کہ ہم شک میں
ڈوب رہے ہیں اور اپنے دل سے خفیہ طور پر دریافت کرتے ہیں۔ کیا ایسی بات ممکن ہے؟
کیا فی الحقیقت قادرِ مطلق اور ازلی خدا ایک چھوٹے بچے کی صورت میں ظاہر ہوا؟
کیا فی الحقیقت اُس نے جسم اختیار کیا تاکہ موت کا مزہ چکھے؟

بیشک اگر عقل کے علاوہ کوئی اَور قوت ہمیں عنایت نہ ہوئی ہوتی تو اس وقوعہ کا عجوبہ ہم کو
[illegible] کر دیتا۔ لیکن ہمارے خالق نے علاوہ عقل کے اَور طاقتیں بھی انسان کو بخشی ہیں
[illegible] کیا شئے ہے۔ اور [illegible] کیا شئے ہے

ہے عبادت لیۓ شے ہے۔ علاوہ ازیں انسانی فطرت پر بھی ثابت ہو چکا ہے کہ سب سے اعلےٰ
اور ممتاز حالتیں دماغ سے پیدا نہیں ہوتیں۔ بلکہ انسان کے لئے سب سے اعلےٰ اور ممتاز
حالت محبّت۔ ادب۔ خوشی اور عبادت کے مجموعہ سے پیدا ہوتی ہے۔ پس اس خیال کو
اپنا کر لو کہ خدا ہمارے تمام خیالات سے اعلےٰ ہے کہ وہ محبّت ہے۔ محبّت بے انتہا نے حد سنجیدہ۔
فیاض محبّت۔ خود انکاری کرنیوالی محبّت۔ جب یہ عجیب خیال ہمارے اندر اپنا گھر لے۔
اُس وقت ہم سمجھ سکینگے کہ تجسّم کا بھید کس قدر گہرا ہے۔ تب ہم کو معلوم ہوگا کہ خدا کی محبّت
اِنسان کے لئے کیسی لازوال ہے۔ تب یہ ہماری خیال ہمکو دیوانگی کی سی حیرت میں
نہ ڈالیگا۔ "خدا نے جہان کو ایسا پیار کیا کہ اُس نے اپنا اکلوتا بیٹا بخشا۔" یہ خوشخبری فی الحقیقت
سمجھنے کے لائق ہے۔ یہ محبّت فی الحقیقت خدا کی شان کے لائق ہے۔ اگر خدا غیر محدود
اور فیاض محبّت ہے۔ پھر کون کہہ سکتا ہے کہ کوئی جائے تعجب ہے کہ خدا جو ہم سے اتنی محبّت
رکھتا تھا اس نے یہ عجیب کام بھی ہمارے لئے کیا ہو۔ لیکن سچ پوچھو تو خدا کی یہ محبّت
بڑی خوفناک ہے۔ یہ ہم پر ذمہ داری کا ایک بڑا پہاڑ رکھتی ہے۔ اس نے ہم پر ایسا احسان
کیا اور ہم اُسکا ذکر سننے اور اُس کے متعلّق دنیوی خوشیوں کے ایسے عادی ہو گئے کہ اس کا
مطلب ہماری سمجھ ہمارے دل سے نِکل گیا۔ وقت اور دُنیا کا کاروبار ہماری توجہ کی تختی
پر سے ان موٹے حروف کو گھِس کر دور کر دیتا ہے۔ وہ مِٹ جاتے ہیں "خدا" "یسوع
مسیح" - "فدیہ" - "ہمیشہ کی زندگی" - یہ کیسے زبردست الفاظ ہیں۔ لیکن وہ ہماری
زبانوں پر سے کس طرح پانی کی طرح بہہ جاتے ہیں۔ ہم ان کو بھولے جاتے ہیں۔ ہم
اپنے آپ کو بھول جاتے ہیں۔ وہ ہمارے دل کی جڑھوں کو نہیں ہلاتے۔ کاش کہ
یہ الفاظ ہمارے لئے زندہ ہوں۔ کاش کہ مسیح کا روز تولّد ہمارے دلوں کی تاریکی پر
بجلی کی طرح چمکے اور کڑکے۔ کون اس روز کے عجوبہ اور اچنبھے کا بیان کر سکتا ہے۔
کون [illegible] کا کافی شکر کر سکتا ہے۔ کون اپنے سر کو کافی [illegible] جھکا سکتا ہے۔ خدا کے

دل کی نرمی۔ ایسی نرمی کہ اس نے اپنے تئیں ہمارے لئے پست [illegible]
ترک کی۔ عید تولد ان سنجیدہ امور کی طرف ہماری توجہ کرتی ہے۔ پس اس [illegible]
سے ہم سنجیدگی سیکھیں۔

(۲) پاکیزگی۔ یہ روز ہمیں پاکیزگی سکھاتا ہے۔ ہم سب جانتے ہیں کہ جب ہمارا منجی اور خداوند ہمارے درمیان آیا وہ اپنے ساتھ کیسی پاکیزگی اور کیسی قدسیت لایا وہ اپنے ساتھ آسمانی ہوا لایا۔ وہ اپنے ساتھ آسمانی قدسیت لایا اور انسانیت کے تنگ اور ناپاک دائرے میں داخل ہوا۔ کیا اسکا ایسا کرنا ہمیں حکم نہیں کرتا کہ دنیا کی دوڑ کے درمیان ذرہ ٹھہر جائیں۔ اور سوچیں۔ اور ذرہ دریافت کریں کہ انسانی زندگی اور سوسائٹی کیسی ہے۔ دنیا کی دوڑ میں آدمی مختلف اقسام کے شدید تجربے حاصل کرتا ہے اور ان سب شدید تجربوں سے سب سے اشد یہ ہے کہ پاکیزگی سب سے کمیاب اور جھونک مولی شئے ہے۔ اسکے دشمن بہت اور زبردست ہیں اسلئے اسکا پھیلنا نہایت ہی مشکل ہے۔ پس ہم نو پیدا بچے مسیح اور اسکی پاکدامن ماں مریم کے پاس آئیں اور ان سے پاکیزگی سیکھیں ان سے گناہ سے حقیقت میں نفرت کرنا سیکھیں۔ ان کے چہرے کی روشنی میں اس عظیم مبارکبادی کی حقیقت معلوم کریں جو کہتی ہے کہ مبارک ہیں پاکدل کیونکہ وہ خدا کو دیکھیں گے۔

(۳) فروتنی۔ کیا ممکن ہے کہ اس فروتنی اور حلم سے بڑھکر جو مسیح کے روز تولد میں ہمارے سامنے آتے ہیں ہم اور کسی بڑے حلم اور فروتنی کا خیال کر سکیں؟ اگر اس فروتنی کا ناپ یا اندازہ کرنا چاہو تو اس فاصلہ پر خیال کرو جو خالق اور مخلوق میں ہے۔ مخلوق کی لاچاری بیکسی۔ کنگالی اور حقارت کا خیال کرو۔ اور خالق نے ان کو [illegible]
[illegible] کی نسبت خالق کے خیالات کیسے [illegible]

اپنی فروتنی سے ہمیں دکھایا کہ انسانی حسد اور جوش کی اصل میں کوئی جگہ ہی نہیں کیا ہم نہیں کہتے کہ اگر ہم اپنی زندگی میں دولت اور مرتبہ حاصل نہ کریں تو زندگی بے فائدہ گذریگی کیا ہم تعریف کے خواہاں نہیں رہتے؟ کیا ہم خوشامد نہیں چاہتے۔ مسیح نے اپنی حقیر گمنام پیدائش سے ثابت کیا کہ وہ اشیاء جن کی تلاش میں نوع انسانی پھنسی اور لگی رہتی ہے، ہماری بدی خوشی اور جلال سے کوئی حقیقی تعلق نہیں رکھتیں۔ خیال میں سما نہیں سکتا۔ زبان بیان نہیں کرسکتی کہ اس کا جلال اُس کی عظمت۔ اُس کی دولت۔ اُس کی قوت کتنی تھی۔ جس نے انسان کو رہا کرنے کے لئے کنواری کے رحم سے نفرت نہ کی۔ کہ جس وقت وہ زمین پر معصوم بچے کی حالت میں کپڑوں میں لپٹا ہوا پڑا تھا۔ اس کا ہاتھ آسمان اور زمین میں کن کن کی پرورش کر رہا تھا۔ ایسی فروتنی کے سامنے کون مغرور رہ سکتا ہے کون ہے جو انکار کرسکتا ہے کہ انسان کی حقیقی بلندی اور اُس کا اصلی مرتبہ فروتنی اور نرمی میں ہے۔

(۴) مسیح کا روز تولد ہمیں سکھاتا ہے کہ جسمانی بازو اور نفسانی اور دُنیاوی قوت پر بھروسہ نہ کریں۔ مسیح کس لئے آیا۔ دنیا کو درست کرنے۔ دنیا کو فتح کرنے۔ دُنیا کو زبردستی سے اُس کے اصلی مالک کے قبضہ میں لانے کے لئے۔ لیکن ان ارادوں کا مقابلہ اُسکی حقیر اور گمنام پیدائش کے ساتھ کرو۔ پھر اُسکی پیدائش کی غریبی کا مقابلہ ان پیشگوئیوں کے ساتھ کرو جو اُسکی سلطنت کی عظمت کی بابت کی گئی تھیں۔ اس نے دُنیا میں کیسا پُرزور دبدبہ بٹھایا اس کی محنت و مشقت کس قدر ذی عزت اور گراں تھیں۔ اس کی دوڑ کیسی تیز تھی۔ لیکن اس کے پہلے قدم کس قدر آہستہ تھے۔ کون کہہ سکتا تھا کہ ایسا فروتن شخص اپنے کسی کام میں کامیاب ہوگا۔ اس نے اپنی کامیابی سے ہمارے لئے ایک عجیب سبق دُنیا میں چھوڑا ہے۔ جب ہمارے سامنے کوئی بڑی مہم درپیش ہوتی ہے۔ کا جلد بہم پہنچانا ضرور ہوتا ہے۔ تو ہمارے [illegible] ظاہر ہوتا ہے

کہ ہم مسیح کے طریقے اور طبیعت کو چھوڑ دیں۔ اس کا کام کرتے وقت۔ اس کی [illegible] سچائی
رکھنے میں۔ اُس کی بادشاہی کے لئے جنگ کرنے میں اکثر دیکھا گیا ہے۔ لوگ دنیوی
ہتھیار استعمال میں لاتے ہیں۔ ایسے موقعوں پر لوگ تابعداری صبر۔ دعا۔ ایمان۔ خودانکاری
اور نیکی کو بھول جاتے ہیں۔ وہ بھول جاتے ہیں کہ آسمان کی بادشاہت کس قدر بلند اور
سلامت ہے کہ دنیوی طاقتیں نہ اُس کو چھو سکتی ہیں نہ اُسے نقصان پہنچا سکتی ہیں
البتہ نہایت مشکل ہے کہ کسی کے پاس دنیوی [illegible] پیدا ہو [illegible] لئے خدا کی بادشاہت کے
پھیلانے میں ناجائز طور پر کام میں نہ لائے۔ لیکن ایسے موقعوں پر یہی فرض ہے کہ آدمی
اپنی آنکھیں بند کرکے فرض سچائی اور تابعداری کے رستے پر قدم زن رہے۔ ایک
نوجوان دنیا کی دوڑ کے سرے پر کھڑا ہے۔ اس کے رستے میں بہت سی رکاوٹیں ہیں۔ وہ
اُن پر کس طرح غالب آئے۔ کیا وہ صرف خدا پر بھروسہ رکھے یا دنیا کے طریقے سے
دنیا پر غالب آئے اور سچائی اور سیدھائی کو بالائے طاق رکھے۔ ایسی حالتوں میں
ہماری آگاہی عبرت۔ ہدایت اور تسلی کے لئے مسیح موجود ہے۔ اس کا شروع اور اس کا
اخیر ہمارے سامنے موجود ہیں۔ ہمارے منجی نے سچائی کے کلام خدا کی قوت اور راستبازی
کے ہتھیاروں سے دنیا کی لڑائی لڑی اور فتح پائی "عزت اور بے عزتی میں۔ بدنامی
اور نیکنامی میں۔ فریبی سے ہو کر لیکن ہمیشہ سچ بولکر۔ پژمردگی میں لیکن حقیقی زندگی
میں۔ غمگین ہوکر لیکن ہمیشہ کی خوشی میں۔ غریبی میں لیکن بہتوں کو امیر بناکر۔ نادار
ہوکر لیکن حقیقت میں غنی ہوکر" یہ طریقہ ہے جس سے ہمیشہ اُس کے سچے خادم اُس کے
کام کو کرتے رہے ہیں۔ اس عظیم محنت اور کامیابی کا آغاز مسیح کے روزِ تولد میں ہوا۔
(۵) مسیح کا روزِ تولد ہمیں خوشی اور مسرت بخشتا ہے۔ اکثر جب یہ روز ہمارے سامنے
آتا ہے تو ہمارے دل میں یہ خیال پیدا ہوتا ہے کہ ہم اُسکے لائق نہیں ہیں۔ ہماری حالت
ایسی نہیں [illegible] حقیقی [illegible] کر سکیں [illegible] غم [illegible]

حق تعالیٰ کے پردہ تلے

وہ جو حق تعالیٰ کے پردہ تلے سکونت رکھتا ہے زبور ۹۱:۱

خدا ہر جگہ حاضر و ناظر ہے لیکن تو بھی جبتک ہم اُس کے پردہ تلے نہ آئیں ہم اُس کی حضوری کو معلوم نہیں کر سکتے ۔ جو لوگ زمین کی انتہا سے اس کو پکارتے ہیں خدا اُن کو اپنے پردہ تلے داخل ہونے دیتا ہے ۔ کیونکہ یہ پردہ کوئی محدود جگہ نہیں ۔ لیکن اوں سوچنا چاہیئے کہ اس پردہ سے مُراد کیا ہے ؟ اس میں خدا کی ابدی مشورت کا خیال موجود ہے ۔ اس میں الٰہی محبت کی گہرائی اور اُس کے رحم و شفقت کا عمق شامل ہے ۔ مگر ان سے بڑھکر اس سے مُراد مسیح ابن اللہ ہے جس میں حکمت کے تمام خزانے چھپے ہوئے ہیں ۔ وہی خدا کے خیالات اور ارادوں کی تکمیل ہے ۔ اُسی میں ہوکر تمام نعمتیں اور برکتیں حاصل ہو سکتی ہیں ۔ وہی خدا کے رازوں کا مرکز ہے ۔ وہی خدا کے دہنے ہاتھ پر حق تعالیٰ کا پردہ ہے ۔ وہ خدا کے ساتھ ابتدا سے تھا ۔ اور وہی باپ کا سب سے اندرونی خیال ازل سے تھا ۔ اب اور ابن میں جو محبت کا لامحدود تعلق ہے اُسکی گہرائی تک کوئی بشر پہنچ نہیں سکتا ۔ اس لئے اُس کو پردہ کے لفظ سے ادا کرنا نہائت موزون ہے اور چونکہ ہم اُس کی بابت روح القدس کی ہدائت کے بغیر کچھ سمجھ نہیں سکتے ۔ اس لئے یہ لاکلام رازکی جگہ ہے ۔

اس پردہ کے تلے سلامتی ہے ۔ گنہگار انسان مسیح میں آکر پناہ لے سکتا ہے ۔ جب کبوتری کو کبھی خشک زمین نظر نہ آئی تو وہ نوح کی کشتی پر قرار پذیر ہوئی ۔ اور اسی طرح ہم مسیح مصلوب میں ہوکر سب قسم کے دشمنوں سے محفوظ رہتے ہیں ۔ اس پردہ کے تلے آرام ہے یہاں کامل محبت کامل قدرت اور کامل جلال موجود ہیں اور باپ کی محبت مسیح میں

سے ہوجاتے ہیں۔ بیماروں کا درد بیلی کے باعث بڑھجاتا ہے۔ لیکن ہم یاد رکھیں کہ مسیح کی حالت بھی ایسی ہی تھی۔ اس کی پیدائش کے وقت فرشتوں نے گیت گائے۔ اسرائیل کی اُمیدیں تروتازہ ہوئیں اور اُس تازگی کا ظہور ان گیتوں میں پایا جاتا ہے جو لوقا کی انجیل کے پہلے باب میں ہیں۔ لیکن باوجود اس تمام خوشی اور نغمے کے اس کا نام "مردِ غمناک" ہے۔ اس کے پیدا ہوتے ہی وہ قتل عام ہُوا جس کی پیشین گوئی مدت گذری ہوچکی تھی "راخیل اپنے بچوں کے لئے روتی اور تسلی نہیں پاتی"۔ لیکن انہیں غم کے دنوں میں آسمان اور زمین پر صلح کا پیغام پھیل رہا تھا۔ فرشتے خوش تھے کیونکہ وہ جانتے تھے کہ فتح کون پائیگا۔ وہ "مردِ غمگین" آجتک فتح پا رہا ہے۔ ضرور ہے کہ جھوٹ۔ بیرحمی۔ خودغرضی۔ ظلم اور زبردستی اس کے حضور سرنگون ہوں۔ اور اپنی سلطنت کو اُس کے حوالہ کردیں۔ نوعِ انسانی کی اُمید فقط ان الفاظ میں ہے "ہم آدمیوں کے لئے اور ہماری نجات کے لئے وہ روح القدس کے وسیلے کنواری مریم کے ذریعے مجسم ہُوا اور آدمی بنا"۔

انجیل کے واعظوں کے لئے تسلّی بخش: ترسیس کا ایک تنہا یہودی آریوپگس پر کھڑا تقریر کرتا تھا۔ بظاہر اس کے الفاظ ہوا میں غائب ہوگئے۔ وہ وعظ کرکے یہاں سے چل دیا اور معلوم ہوتا تھا کہ وہ بالکل ناکام رہا۔ اس کے مخالف رفقوری اور استوئیکی اُس پر تمسخر کرتے اور نیم خندوں کی طرح اُس کی باتوں کو ہنسی میں اُڑاتے تھے۔ لیکن حقیقت میں اُسی موقع پر اُس بہادر یہودی نے ایسا چراغ روشن کیا جو ابتک نہیں بجھا۔ اُس کا کلام خمیر کی طرح پھیل گیا اور درخت کی مانند بڑھا اور باور رہوا۔ کیا وہی انجیل آجکل بھی ویسی ہی کارگر نہیں ہے؟

ہوکر ہم میں جا[illegible] ی ہوتی ہے۔ اس پردہ کے تلے ہوکر ہم رنج وغم میں مطمئن خاطر۔ تکلیف
میں اُمید رکھنے والے طوفان کے وقت با امن و امان اور کمزوری میں مضبوط ہوتے ہیں۔ جب دُکھ
و درد میں ہم اس پردہ کے تلے جاتے ہیں تو وہاں یہ الفاظ لکھے پاتے ہیں کہ جب اُس نے اپنے
بیٹے ہی کو دریغ نہ کیا تو وہ اُس کے ساتھ ہم کو سب چیزیں کیونکر نہ بخشیگا؟ شائد ہم اپنی کمزوری
اور کسی جسمانی کانٹے پر غم کرتے ہوئے جاتے ہیں تو پردہ تلے یہ الفاظ ہماری تسلی کا باعث ہوتے
ہیں کہ "میرا فضل تیرے لئے بس ہے" دُنیا کی چیزیں ہمکو ہیچ اور بطلان معلوم ہوتی ہیں تب ہم مسیح
میں ایسی دولت اور خوشی حاصل کرتے ہیں جو دُنیا ہم سے چھین نہیں سکتی۔ اور آخر جب ہم موت
کے قریب آپہنچیں۔ ہماری جسمانی طاقت جاتی رہے اور ہمارے دل پژمردہ ہوں تو ہم اس
پردہ تلے امن و حفاظت میں ہوکر مسیح میں سو جائینگے +

پھر قابلِ غور ہے کہ یہ حق تعالیٰ کا پردہ ہے۔ یہ خدا کا مسیح ہے۔ یہی خدا کا برہ ہے
مسیح تمام حکومتوں اور اختیار سے اوپر جناب عالی کے دہنے ہاتھ بیٹھا ہے اور ہماری زندگی
اس میں چھپی ہوئی ہے۔ کیسا عجیب خیال ہے۔ اے مسیحی برادر! کیا تو اپنی سرفرازی
اور اس درجہ پر نمود کرتا ہے۔ واہ! کون ہمکو وہاں پر خدا کی محبت سے جُدا کر سکتا ہے؟
کاش ہم اپنی اس منزلت کو پہچانیں اور اپنے دل و خیال کو ہمیشہ اُسی طرف لگائے رکھیں +
مسیحی برادران! ایک اور سال ہماری زندگی کا گزر گیا ہے۔ اس کے خاتمہ پر ہر ایک
شخص اس سوال کا جواب نہائت سنجیدگی اور دلی راستی سے خدا کے حضور (دے) کہ کیا
میں اس سال میں حق تعالیٰ کے پردے تلے رہا ہوا [illegible] ہمنے مسیح کو تو پالیا اور آسمان
کے تنگ دروازے میں سے داخل بھی ہوگئے۔ لیکن کیا ہم مسیح میں ساکن رہے
ہیں؟ اس سے مُراد یہ نہیں ہے کہ ہم وقتاً فوقتاً اُس کے پاس آئے ہیں یا نہیں۔
لیکن یہ کہ ہم اپنے روزمرہ کے کاروبار میں اپنے فرائض میں اپنی مشکلات میں اس پردے
کے تلے طاقت اور مدد اور تسلی اور خوشی حاصل کرتے رہے [illegible] یا نہیں [illegible]۔ یہ تو نا ممکن

[illegible] ہے کہ ہم دن بھر دعا و نماز میں لگے رہیں۔ لیکن [illegible] ہم [illegible]
[illegible] دنوں [illegible] رہے ہیں یا نہیں۔ مبارک ہے وہ۔ جو
[illegible]لی قرار کے ساتھ کہہ سکتا ہے کہ مَیں اِس سال بھر حق تعالیٰ کے پردے تلے سکونت
پذیر رہا ہوں۔ اگر کسی کے دل سے یہ آواز نہیں نکلتی تو اَب پھر موقع ہے۔ اے دلگیر
بھائی! دلیر ہو۔ نئے سر سے اپنی کمر کس۔ دیکھ مسیح تیرے دل کے دروازے پر
کھڑا ہے۔ اُس کو اندر آنے دے۔ تو جیسا ہے اپنے تئیں اُس کے حوالے کر دے۔ تُو
تو دیکھیگا کہ کیونکر آسمانی خوشبوں اور برکتوں کا دریا تیرے اندر موجزن ہوگا۔ نیا
سال قریب ہے اور خدا تجھ کو پھر یاد دلاتا ہے کہ اے میرے بیٹے! اَب مَیں پھر تُجھے بلاتا
ہوں۔ آ اور اس پردے تلے سکونت کر۔

اس خدا کی دعوت کو قبول کرنے کے لئے کون تیار ہے؟

اگر سبا کی ملکہ یروسلم کے تمام عجائبات کو دیکھتی اور بادشاہ کے پاس نہ جاتی
اور نہ اُس کی حکمت والی باتیں سُنتی تو اُسے کیا فائدہ ہوتا۔ اصلی چیز تو اُس کے
ہاتھ نہ آتی۔ اسی طرح ہم خواہ کچھ سُنیں یا دیکھیں یا سیکھیں لیکن ہم نے مسیح
کو نہیں پایا۔ تو ہمارا سب کچھ حاصل کرنا بے فائدہ ہے (سٹاک)۔

ناممکن ہے کہ ہم مسیح کے نزدیک ہوتے جائیں۔ اور اُس کی مشابہت حاصل
نہ کریں۔

غور طلب ۔ یہاں تک خداوند نے ہماری مدد کی ۔ ۱ سموئیل ۷ : ۱۲

فرشتوں کا گیت

دُنیا میں ہزارہا گرجوں اور مسیحی خاندانوں میں سے کرسمس کے روز خوشی اور شادمانی کے نغموں کی آوازیں آتی ہیں حقیقت میں یہ اُسی گیت کی گونج ہے جو بیت لحم کے میدان میں رات کے وقت "آسمانی فوج شریف" نے گایا تھا۔ مسیح کی پیدائش نے دُنیا میں ایک خوشی کا چشمہ جاری کر دیا ہے جس کا ظہور ہر سال خصوصاً اس روزِ مقررہ پر ہُوا کرتا ہے۔ آسمانی نور کی کرنیں جو گڈریوں کو خوفناک معلوم ہوئی تھیں۔ ہمارے دلوں کو ہر سال مُنور کرتی ہیں۔ فرشتے اس موقع پر کیوں گیت نہ گاتے۔ جب آسمان میں ایک گنہگار کی توبہ پر خوشی ہوتی ہے تو نجات دہندہ کی پیدائش پر ملائک اپنی دلی خوشی کو کیونکر ضبط کر سکتے تھے۔ لیکن اگرچہ ہم اُس گیت کو آسمانی جماعت کے ساتھ مِلکر گاتے ہیں۔ تو بھی ابتک ہم "زمین پر سلامتی" نہیں پاتے۔ مسیح ضرور "سلامتی کا شاہزادہ" ہے۔ لیکن دُنیا نے ابتک اس شاہزادہ کو اپنے اوپر حکمران ہونے نہیں دیا۔ اس لئے جبتک وہ صلح اور سلامتی کا زمانہ نہ آئے جس میں اس گیت کے الفاظ پورے ہوں ہمیں اسکو گاتے رہنا چاہئے۔ کیونکہ مسیحی مسافروں کے لئے اُس آئندہ زمانے کی آمد کی اُمید ہمت دلانے والی ہے۔ اور یوں تو ایمانداروں کے دلوں میں اب بھی وہ سلامتی موجود ہے۔ کیونکہ جب مسیح روح میں آیا تو سلامتی آئی۔

جب اس بڑے دن کی خوشی کا ذکر کیا جا[illegible] "زمین پر سلامتی" کا چرچا ہوتا ہے تو چاہئے کہ ہم اپنے اُن مسیحی بھائیوں کو فراموش نہ کریں جو اس وقت خصوصاً آرمینیا میں مسیح کی خاطر ہر قسم کی تکلیف اور سختیوں کی برداشت کر رہے ہیں۔ کیا اُن کے لئے مسیح "سلامتی کا شاہزادہ" نہیں ہے؟ ہاں ضرور ہے۔ جن کے دلوں میں خدا کی اطمینان مُسلط ہے۔ وہ شیاطین کے جلتے تیروں کو کچھ نہیں سمجھتے تو سلطانِ روم

[illegible] کا کوئی بھی نقصان کر سکتا ہے [illegible] کہ ہم
اس خوشی کے روز [illegible] ان لوگوں کے لئے دعا کریں کہ خدا ان کو جلد چھٹکارا د[illegible]
تاکہ اُن کے مُنہ بھی گیتوں سے بھر جائیں ٭

نیز لازم ہے کہ فرشتوں کے اس گیت کا اثر عملی طور پر ہماری روزانہ زندگی پر ہو۔ کیا ہم ہاتھ پر ہاتھ دھر کر اُس زمانے کے منتظر رہیں جبکہ زمین پر صلح اور راستی ہوگی۔ ورا ہی وقت کوشش نہ کریں کہ جہاں تک ہماری طاقت میں ہے۔ اُس زمانہ کو دُنیا میں شروع کرنے کی کوشش کریں۔ اِس روز خدا مجسّم ہوا۔ چاہیئے کہ اُس کی پیدائش کا ظہور ہمارے دلوں پر ہو۔ اور اس روز پر کسی غمزدہ کا دل خوش کرنے کیلئے کوشش کریں قحط کے ایام میں کسی غریب بھائی کی مدد کریں۔ دوستوں کے ساتھ خوشیاں مناؤ ضیافتیں کھلاؤ۔ لیکن مصیبت زدوں کو نہ بھولنا۔ اگر ہمارے دل میں کسی کی طرف سے شکر رنجی ہو تو یہ اُس کو رفع کرنیکا دن ہے۔ چاہیے کہ آج دلوں سے دل اور ہاتھوں سے ہاتھ ملیں۔ ہاں آؤ۔ اس کرسمس کو ہم اس طرح منائیں جیسا آسمانی بادشاہ کے فرزندوں کو منانا چاہیئے ٭

The
CHRISTMAS
1896